فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد ۵

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حفظہ اللہ

بحسن اہتمام
عبد اللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

کتاب التہجد

کتاب الجنائز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةٌ لِلْجُزْءِ الْخَامِسِ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِخَتْمِهٖ وَانْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَنَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ.

گدھے پر نفل پڑھنے کا بیان یعنی اگر مسافر گدھے پر سوار ہو تو اس کو سواری کی حالت میں اس پر نفل پڑھنے جائز ہیں گدھے سے نیچے اتر کر زمین پر پڑھنے واجب نہیں۔

فائدہ: اس باب کا مطلب پہلے باب میں ادا ہو چکا ہے اس لیے کہ اس میں مطلق سواری پر نفل پڑھنے کا بیان ہے اور مطلق سواری گدھے کو بھی شامل ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے گدھے پر نماز پڑھنے کو علیحدہ باب میں اس واسطے بیان کیا کہ معلوم ہو جائے کہ پسینہ گدھے کا پاک ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کا گدھے پر نماز پڑھنا ثابت ہو چکا ہے اور سواری کی حالت میں اس کے پسینے سے بچنا نہایت دشوار ہے کہ سوار کا بدن اس کے بدن کے ملا رہتا ہے خاص کر جب بہت دیر تک آدمی اس پر سوار رہے اور گدھے کو پسینہ آ جائے تو اس وقت اس کے پسینے سے بچنا تو اور زیادہ مشکل ہے اور جب باوجود ناپرہیز ہو سکنے کے حضرت ﷺ اس پر سوار ہوئے تو معلوم ہوا کہ پسینہ گدھے کا پاک ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک روایت میں اور ایک روایت میں اُن سے یہ آیا ہے کہ اگر گدھے کا لعاب اور پسینہ درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ سوار ہونے کے واسطے پاک فضلوں والی سواری کا ہونا شرط نہیں بلکہ جس سواری کا پائخانہ اور پیشاب اور لعاب وغیرہ ناپاک ہو اس پر سوار ہونا بھی جائز ہے جیسا کہ گدھا وغیرہ ہے، واللہ اعلم۔

١٠٣٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِيْ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّيْ

١٠٣٦۔ حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ شام سے پلٹ کر بصرے کو آئے تو ہم ان کے استقبال کو گئے یعنی تعظیم کے واسطے ان کو آگے بڑھ کر جا ملے سو ہم ان کو عین تمر (ایک جگہ کا نام ہے عراق کے راہ پر متصل شام کے) پر جا ملے سو میں نے ان کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور منہ ان کا قبلے سے بائیں طرف تھا سو میں نے اس کو کہا کہ میں

لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تجھ کو قبلے کے سوا اور طرف منہ کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھتا ہوں سو اس نے کہا کہ اگر میں حضرت ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھتا تو اس کو نہ پڑھتا اور نیز روایت کی ہے یہ حدیث ابراہیم نے حجاج سے اس نے انس بن سیرین سے اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس نے حضرت ﷺ سے یعنی یہ حدیث دوسرے طریق مرفوع سے بھی ثابت ہے۔

فائدہ: حجاج نابکار عبدالملک بن مروان کی طرف سے ملک عرب پر حاکم تھا اور بڑا سخت ظالم تھا مخلوق کو نہایت تکلیف دیتا تھا سو انس رضی اللہ عنہ اس کی شکایت لے کر شام میں عبدالملک کے پاس گئے اور جب شام سے پلٹ کر بصرے میں آئے تو ابن سیرین وغیرہ ان کی پیشوائی کو گئے اور ان کو تعظیم کے ساتھ لائے تب انہوں نے یہ حدیث فرمائی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گدھے پر نفل پڑھنے جائز ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر نماز پڑھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرف نماز پڑھنا کافی ہے خواہ قبلے کی طرف منہ ہو یا نہ ہو اور اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ کا گدھے پر نفل پڑھنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ نے کسی اور سواری پر نماز پڑھی ہو پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ثابت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ سراج نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف جا رہے تھے اور اسناد اس کی حسن ہے اور نیز اسی نے عمرو بن یحییٰ کے طریق سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف جاتے تھے پس انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں نماز کی کیفیت کا بیان نہیں کہ وہ گدھے پر رکوع وسجود کس طور سے کرتے تھے لیکن موطا میں ہے کہ یحییٰ نے انس رضی اللہ عنہ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور وہ قبلے کے سوا اور طرف جا رہے تھے رکوع وسجود اشارے سے کرتے تھے اپنے ماتھے کو کسی چیز پر نہیں رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ جب کوئی سواری پر نماز پڑھے تو رکوع وسجود اشارے سے کرے اپنے ماتھے کو اس پر نہ رکھے لیکن سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچا کرنا چاہیے مگر فرض نماز سواری پر درست نہیں نیچے اتر کر پڑھے اور یہی مذہب ہے سب اماموں کا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی آدمی ایسی چیز پر نماز پڑھے جس کے اندر پلیدی ہو لیکن اپنے آپ کو اس سے بچا رکھے تو اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ سواری کا چار پایہ پلیدی سے کبھی خالی نہیں ہوتا ہے گو قبل اور دبر کے منہ پر ہو اور ایک یہ کہ مسافر کو آگے بڑھ کر ملنا جائز ہے اور یہ کہ اگر استاد کسی کام کو کرے تو شاگرد کو اس سے اس کی دلیل طلب کرنی جائز ہے اور یہ کہ سوال میں نرمی کرنی چاہیے اور یہ کہ اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا.

سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد نفل نہ پڑھنے والے کا بیان یعنی سفر میں فقط فرضوں کا پڑھنا کافی ہے سنتوں اور نفلوں وغیرہ کے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں۔

فائدہ: امام ترمذی نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد اہل علم کو اس باب میں اختلاف ہے پس ایک جماعت صحابہ کی کہتے ہیں کہ سفر میں سنتوں اور نفلوں کو پڑھنا جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور ایک جماعت اہل علم کہتے ہیں کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے جائز نہیں پھر کہا کہ جس نے سفر میں نفلوں کو نہ پڑھا اس نے رخصت قبول کی اور جس نے ان کو پڑھا تو اس کو اس میں بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں اور افضلیت میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نفلوں کو نہ پڑھنا افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حالت نزول میں پڑھنا افضل ہے اور حالت سیر میں نہ پڑھنا افضل ہے۔

١٠٣٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللَّهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

١٠٣٧۔ حضرت حفص بن عاصم سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر میں نفل پڑھنے کا حکم پوچھا سو اس نے کہا کہ میں مدت تک حضرت ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں سو میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اور اللہ نے فرمایا کہ یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، یعنی فعل اور ترک میں اس کی اقتداء کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور پیچھے سنتیں پڑھے اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی مطلق ہے سب نفلوں کو شامل ہے پس فرضوں سے پہلے اور بعد سنتوں کو بھی شامل ہوئی پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

١٠٣٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَٰلِكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

١٠٣٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے بہت زمانہ حضرت ﷺ سے صحبت اختیار کی سو آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح صحبت اختیار کی ہے یعنی یہ تینوں خلیفے بھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد سنتیں راتبہ نہ پڑھے کہ حضرت ﷺ سفر میں دو رکعت پر زیادہ نہیں کرتے تھے اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو صحیح مسلم میں حفص سے روایت ہے کہ میں مکہ کی راہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا سو اس نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں پھر ہم اس کے ساتھ اس کی جگہ میں آئے اور وہاں بیٹھ گئے سو اس نے ایک طرف نظر کی اور کئی لوگوں کو کھڑے دیکھا سو پوچھا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں میں نے کہا نفل پڑھتے ہیں اس نے کہا کہ اگر میں نفل پڑھتا تو فرضوں کو پورا کرتا پھر تمام حدیث مذکور بیان فرمائی یعنی فرض کو پورا پڑھنا نفلوں سے اولی ہے سو اگر فرضوں کے اتمام اور نماز راتبہ کے درمیان اختیار ہوتا تو فرضوں کو پورا کرنا اولی تھا لیکن چونکہ غرض اصلی قصر سے تخفیف ہے پس راتبہ سنتوں کو پڑھنا افضل نہیں اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور پیچھے اس کے دو رکعتیں پڑھیں سو یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ترمذی کی بعض اوقات پر محمول ہے یعنی کبھی آپ نے سفر میں ان کو پڑھ لیا ہو گا تا کہ معلوم ہو جائے کہ سفر میں سنتوں کا پڑھ لینا بھی جائز ہے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی اور یہ جو کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو اس میں سخت شبہ آتا ہے اس لیے کہ وہ اپنی خلافت کے اخیر میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ بیان اس کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے اکثریت ہے یعنی وہ اکثر اوقات میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی بعض اوقات میں اتمام بھی کر لیا کرتے تھے یا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ نفل مطلق نہیں پڑھا کرتے تھے نہ ابتداء خلافت میں نہ اخیر میں فقط فرض پڑھتے تھے سفر میں جب کہیں اترتے تو پوری نماز پڑھتے اور جب حالت سیر میں ہوتے تو قصر کرتے اسی واسطے دوسری روایت میں سفر کی قید لگائی ہے پس دونوں روایتوں میں تطبیق ہو گئی اور تعارض دفع ہو گیا، وباللہ التوفیق۔

بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا.

سفر میں فرض نمازوں سے پہلے اور بعد کے سوا اور وقتوں میں نفل پڑھنے کا بیان یعنی نماز کے آگے اور پیچھے نفل نہ پڑھے اور نماز کے سوا دوسرے وقتوں میں نفل پڑھنے جائز ہیں۔

فائدہ: بعض نسخوں میں اس باب کے لفظ قبلھا کا موجود نہیں ہے سو اسی بنا پر فتح الباری میں لکھا ہے کہ جن حدیثوں میں سفر میں نفل پڑھنے کی نفی آئی ہے تو ان حدیثوں سے خاص وہی نفل مراد ہیں جو نماز سے پیچھے پڑھے جاتے ہیں سو جو نفل کہ نماز فرضوں سے پہلے ہیں ان کو وہ نفی شامل نہیں ہو گی اور اسی طرح جن نفلوں کو نماز کے ساتھ تعلق نہیں ان کو بھی وہ نفی شامل نہیں ہو گی پس تہجد اور وتر اور چاشت وغیرہ مطلق نفل سفر میں پڑھنے بھی جائز ہوں گے پس اس تقدیر

پر مناسبت معلق حدیث کی جو آئندہ آتی ہے باب سے ظاہر ہے اور بر تقدیر ثبوت لفظ قبلھا کے کہا جائے گا کہ یہ حدیث بیان ہے اس بات کا کہ یہ دو رکعتیں پہلی اور پچھلی سنتوں سے مخصوص ہیں کہ آپ نے ان کو سفر میں بھی نہیں چھوڑا واللہ اعلم۔ اور اگر کوئی کہے کہ سفر میں فرضوں سے پہلے نفل پڑھنے کیوں جائز ہیں اور پیچھے نفل پڑھنے کیوں جائز نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے کہ پہلے نفل اقامت اور امام کے انتظار کے ساتھ فرضوں سے جدا ہو جاتے ہیں پس وہاں یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ یہ فرضوں کے اندر داخل ہیں بخلاف پچھلے نفلوں کے کہ وہ اکثر اوقات نماز کے ساتھ متصل ہوتے ہیں پس وہاں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ شاید یہ بھی فرض میں داخل ہیں پھر فرمایا کہ سفر میں نفل پڑھنے کے باب میں علماء کو پانچ قول پر اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سفر میں نفل پڑھنے مطلق منع ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مطلق جائز ہیں اور بعض نوافل راتبہ اور مطلقہ کے درمیان فرق کرتے ہیں یعنی فرضوں کے پہلے اور پیچھے سنتیں پڑھ لے اور تہجد اور وتر وغیرہ نوافل مطلقہ کو نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کی ہے اور بعض رات اور دن کے نفلوں میں فرق کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فرضوں سے پہلے نفل پڑھ لے اور بعد نہ پڑھے، انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نفلوں میں قصر جائز ہے اور بعض حالت نزول اور سیر میں فرق کرتے ہیں یعنی حالت نزول میں پڑھ لے اور حالت سیر میں نہ پڑھے، واللہ اعلم۔

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

اور حضرت ﷺ نے سفر میں فجر کی دو رکعتیں سنت پڑھیں۔

فائدہ: یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے کہ آپ سفر میں فجر کی نماز سے پہلے سو گئے اور نماز قضا ہو گئی جب جاگے تو وضو کیا اور سنتیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھی فتح الباری میں لکھا ہے کہ صاحب ہدی نے کہا کہ سفر میں فجر کی سنتوں کے سوا اور نمازوں کی سنتوں کا پڑھنا حضرت ﷺ سے ثابت نہیں نہ پہلی سنتوں کا اور نہ بعد والی سنتوں کا لیکن ابو داؤد اور ترمذی میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ سورج ڈھلتے ظہر سے پہلے دو رکعتیں ترک کی ہوں اور شاید یہ حدیث صاحب ہدی کے نزدیک ثابت نہ ہوئی ہو گی اسی واسطے اس نے مطلق نفی کر دی کہ آپ نے سفر میں فجر کی سنتوں کے سوا کوئی سنت نہیں پڑھی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ دو رکعتیں سنت ظہر کی نہیں بلکہ زوال کی سنتیں ہیں، واللہ اعلم۔

١٠٣٩ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى

١٠٣٩۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو کسی نے خبر نہیں دی کہ اس نے حضرت ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو مگر ام ہانی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن) نے اس نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَمَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

ذکر کیا کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن میرے گھر میں غسل کیا پھر آپ نے آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز پڑھی سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ اس سے زیادہ ہلکی نماز پڑھی ہو اور قرأت اور دعاؤں میں تخفیف کی سوائے اس کے کہ رکوع اور سجدہ کو تمام اور پورا کیا۔

فائدہ: غرض اس حدیث سے اس جگہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اس وقت مسافر تھے اور فرض نماز کو قصر کرتے تھے پس اس سے ثابت ہوا کہ سفر میں راتبہ سنتوں کے سوا اور نفل پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی اور اگر کوئی کہے کہ چاشت کی نماز اور کئی حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے کما سیاتی پس ابن ابی لیلیٰ کی اس نفی کا کیا معنی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس نے فقط اپنے علم کی نفی کی ہے اور عدم علم سے عدم فی الواقع لازم نہیں آتا۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سفر میں رات کے وقت اپنی سواری پر نفل یعنی تہجد پڑھی جس طرف کہ سواری آپ کے ساتھ متوجہ ہوتی (اسی طرف آپ منہ کر کے نماز پڑھتے جاتے تھے)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں کے پہلے اور بعد سنتوں کے سوا اور نفل پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٠٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

۱۰۴۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے جس طرف آپ کا منہ ہوتا (اسی طرف) سر سے اشارہ کرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے یعنی تہجد اور بعض نوافل مطلقہ جیسے کہ حضرت ﷺ کی عادت تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نوافل مطلقہ پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور جاننا چاہیے کہ اس باب کی حدیثیں کئی قسم کے نفلوں کو شامل ہیں قسم اول وہ نفل ہیں جو فرضوں سے پہلے ہیں اور قسم

دوم وہ نفل ہیں جن کا کوئی وقت مقرر ہے جیسے کہ چاشت کے نفل ہیں اور قسم سوم وہ نفل ہیں جو رات میں پڑھے جاتے ہیں اور قسم چہار مطلق نفل ہیں جن کا کوئی وقت معین نہیں ہے پس سفر میں یہ چاروں قسموں کے نفل پڑھنے جائز ہیں اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی معارض ہے اس حدیث کی جو پہلے باب میں اسی سے گزر چکی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد نفی سے راتبہ سنتیں ہیں یعنی وہ نفل ہیں جو فرضوں سے پہلے اور پیچھے پڑھے جاتے ہیں اور اس باب کی حدیث سے مطلق نفل مراد ہیں جیسے کہ تہجد اور وتر وغیرہ ہیں پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کبھی آپ نے بیان جواز کے واسطے نفلوں کو ترک کر دیا ہوگا پس نفی اور اثبات دو حالتوں پر محمول ہے یعنی کبھی پڑھے اور کبھی نہ پڑھے پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی اور تعارض دفع ہو گیا اور یہ جو امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوع حدیث کے بعد موقوف حدیث بیان کی تو فائدہ اس کا یہ ہے کہ یہ امر منسوخ نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ لوگوں کا اس پر عمل رہا ہے اور نیز یہ دلیل ہے اس پر کہ اس کا کوئی معارض نہیں اور نہ اس سے کوئی راجح ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ. — سفر میں شام اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

فائدہ: سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہت حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ بیان اس کا ابھی آئے گا لیکن علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا مطلق جائز ہے یعنی خواہ حالت سیر میں ہو خواہ نہ ہو اور خواہ سیر میں جلدی چلنا مقصود ہو اور خواہ نہ ہو اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور ثوری اور اشہب مالکی اور امام بخاری رحمہ اللہ اور بعض کہتے ہیں کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے اور جگہ جمع کرنا مطلقا درست نہیں ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور نخعی اور حسن اور صاحبین کا اور بعض کہتے ہیں کہ جب سفر میں بہت جلدی چلنے کی ضرورت ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہ مشہور قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب حالت سیر میں ہو تو اس وقت جمع کرنا درست ہے اور جب کسی جگہ میں قیام کرے تو اس وقت جمع کرنا درست نہیں یہ قول ابن حبیب کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کو عذر ہو اس کو جمع کرنا جائز ہے دوسرے کو درست نہیں یہ اوزاعی کا قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جمع تاخیر درست ہے جمع تقدیم درست نہیں ہے یعنی مثلاً اگر ظہر اور عصر کی نماز کو عصر کے وقت میں جمع کرے تو جائز ہے اور اگر دونوں کو ظہر کے وقت میں جمع کرے تو جائز نہیں یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے لیکن سب قولوں میں صحیح اور قوی پہلا ہے باقی سب اقوال مرجوح اور ضعیف ہیں۔

١٠٤١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا — ١٠٤١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب چلنا

سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فِي السَّفَرِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حَفْصٍ عَنْ أَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ﷺ کو جلدی میں لاتا یعنی جانے کی بہت جلدی ہوتی تو اس وقت مغرب اور عشاء کو جمع کیا کرتے تھے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ سفر میں یا حالت سیر میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا کرتے تھے اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا کرتے تھے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء کو جمع کر پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا مطلق جائز ہے یعنی خواہ سفر میں جلدی چلنے کی ضرورت ہو خواہ نہ ہو اور خواہ مسافر حالت سیر میں ہو اور خواہ حالت نزول میں اور اس باب میں سنن وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بہت حدیثیں آ چکی ہیں بخوف طول سب کو اس جگہ نقل نہیں کیا گیا فقط دو تین حدیثوں کو بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے سو پہلی حدیث یہ ہے جو کہ بخاری اور مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز جمع کی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اس واسطے جائز ہوا کہ حاجیوں کو اس کی سخت حاجت ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت وہ حج کی عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ علت سب سفروں میں موجود ہے کہ مسافر اپنے سفر کے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں پس

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور جب سفر میں جمع کرنا اس حدیث سے ثابت ہوا تو جمع تقدیم بھی اس سے ثابت ہوگئی کہ آپ نے عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کیا اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ اگر بالفرض اس باب میں سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث بھی نہ ہوتی تو یہی حدیث کافی دلیل تھی اس پر کہ سفر میں جمع تقدیم جائز ہے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ سفر میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ عرفات میں لوگوں کی نماز کو نہیں دیکھا یعنی دو نمازوں کو سفر میں جمع کرنا جائز ہے اور دوسری حدیث وہ ہے جو اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت ﷺ نے مدینہ میں ظہر اور عصر کی نماز جمع کی اور مغرب اور عشاء کی نماز جمع کی تو بغیر سفر اور مینہ کے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں جمع کرنا جائز ہے اس لیے کہ جب حرج کے واسطے دو نمازوں کو جمع کرنا گھر میں جائز ہوا تو سفر میں جمع کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا کہ سفر بالاتفاق عذر ہے اس وجہ سے اس میں قصر اور افطار جائز ہے اور نیز یہ حدیث بھی عام ہے جمع تقدیم اور تاخیر دونوں کو شامل ہے پس جمع تقدیم بھی جائز ہوگی۔ تیسری حدیث یہ ہے جو مؤطا میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے جنگ تبوک میں نماز میں تاخیر کی پھر باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا پھر داخل ہوئے اور نکلے اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے خواہ مسافر حالت سیر میں ہو اور خواہ حالت نزول میں اس لیے کہ حضرت ﷺ اس وقت سفر میں تھے اور ایک جگہ اترے ہوئے تھے **کذا قالہ الشافعی فی الام** اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ حدیث بڑی واضح دلیل ہے اور پر رد اس شخص کے جو جمع کو حالت سیر کے ساتھ خاص کرتا ہے اور یہ قاطع ہے واسطے التباس اور جھگڑے کے، انتہی۔ اور امام الحرمین نے کہا کہ جمع بین الصلوتین میں ایسی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں جو اس مسئلے میں نص ہیں تاویل کی ان میں مطلق گنجائش نہیں اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا جیسے کہ اوپر گزرا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان حدیثوں کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد ان سے جمع صوری ہے یعنی ظہر اخیر وقت میں پڑھی اور عصر اول وقت میں پڑھی تو یہ ظاہر میں جمع معلوم ہوتی ہے حقیقت میں جمع نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے جو امام خطابی وغیرہ نے کہا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت اور اجازت ہے سو اگر اس کو جمع صوری پر محمول کیا جائے جیسے کہ حنفیہ کرتے ہیں تو یہ جمع رخصت نہیں رہے گی بلکہ سخت مصیبت ہو جائے گی اور وقت پر نماز پڑھنی مشکل ہو جائے گی اس لیے کہ اول اور آخر وقت تو خاص لوگ بھی مشکل سے معلوم کر سکتے ہیں پھر عوام کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے اور صریح حدیثیں یہ ہیں کہ ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں جمع ہوئی ہیں، انتہی۔ اور ابن عبدالبر اور خطابی کی کلام پر یہ اعتراض کرنا (کہ اول اور آخر وقت اٹکل سے معلوم ہو سکتا ہے خصوصا قافلہ میں کہ جہاں ایک جماعت کثیر آدمیوں کی حاضر ہوتی ہے تو وہاں صاحب شناخت بھی ہوتے ہیں) کچھ چیز نہیں یعنی یہ اعتراض محض

غلط ہے اس لیے کہ اٹکل اور ظن سے اول وقت کی شناخت کرنا خواص لوگوں کا کام ہے اور یہ رخصت عام نمازیوں اور مسافروں کے واسطے ہے اور بعض ان میں سے بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ ان کو اس باب میں کچھ سمجھ اور اٹکل نہیں اور نیز سارے مسافروں کے ساتھ قافلے بھی نہیں پائے جاتے بلکہ بہت بیچارے مسافر تو ایسے ہیں کہ ان کو دوسرا رفیق بھی نہیں ملتا ہے تنہا ان کو سفر کرنا پڑتا ہے پس حق بات یہی ہے کہ جمع صوری رخصت نہیں بن سکتی ہے اور وہ جمع جو شرعا رخصت ہے سفر میں وہ جمع صوری نہیں ہو سکتی ہے انتہی کذا قالہ الشیخ سلام اللہ الحنفی فی المحلی شرح المؤطا۔ پس معلوم ہوا کہ تاویل جمع صوری کی باطل ہے اور رخصت کی دلیل یہ حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ آپ کی امت کو حرج نہ ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیثیں جمع کی صریح ہیں اس باب میں کہ آپ نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا ان میں یہ کوئی قید نہیں کہ دونوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کیا یا دوسری نماز کے وقت میں جمع کیا پس یہ حدیثیں مطلق ہیں جمع تقدیم اور تاخیر دونوں کو شامل ہیں اور جب عموم ان کا جمع تقدیم کو شامل ہوا تو جمع صوری پر اس کو محمول کرنا باطل ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیثیں جمع کی صریح ہیں اس میں کہ آپ نے دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کیا سو اگر یہ جمع جمع صوری ہوتی تو ایک نماز کا وقت نہ کہا جاتا بلکہ دونوں وقتوں کا نام لیا جاتا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کیا جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے اور آئندہ بھی آئے گا اور جب جمع تقدیم ثابت ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت کے نصوص ظاہر پر محمول ہیں جب تک کہ کوئی قطعی مانع نہ ہو اور یہاں کوئی قطعی مانع نہیں پس جمع بین الصلوتین کو جمع حقیقی پر محمول کیا جائے گا نہ صوری پر۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ جمع تاخیر میں بعض ایسی حدیثیں بھی ہیں کہ ان میں اس تاویل کو مطلق گنجائش نہیں چنانچہ ابو داؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کو مکہ میں سورج غروب ہوا سو آپ نے سرف میں پہنچ کر دونوں نمازیں جمع کیں پھر ابو داؤد نے ہشام سے نقل کیا کہ مکہ اور سرف کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے اور جب آپ سورج ڈوب جانے کے بعد دس میل تک چلے اور مقام سرف میں پہنچ کر دو نمازوں کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ پہلی نماز کا وقت بالکل نکل گیا تھا اس لیے کہ بعد غروب کے مغرب کے وقت میں دس میل چلنا ممکن نہیں کہ ریل اس وقت موجود نہیں تھی پس معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل قطعا باطل ہے اور نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین وغیرہ میں روایت ہے کہ اس نے مکہ کے راہ میں سرخی ڈوب جانے کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو جمع کرتے پس ان وجوہات سے ثابت ہو گیا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کو مجاز پر حمل کرنا باطل ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح آ چکا ہے کہ آپ نے جمع اس واسطے کی کہ آپ کی

امت کو حرج نہ ہو سو اگر جمع سے مراد جمع صوری ہوتی تو حرج میں نہ ڈالنے کے کوئی معنی نہ تھے اس لیے کہ نماز اول وقت اور آخر وقت میں پڑھنا بالاتفاق جائز ہے خواہ کوئی نماز کو اول وقت میں پڑھے اور خواہ کوئی آخر وقت میں اختیار ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں پھر اس صورت میں مثلا مغرب کو اخیر وقت پڑھنا اور عشاء کو اول وقت پڑھنا موجب دفع حرج نہیں ہوسکتا کہ اس قسم کی وسعت اور تخفیف تو پہلے ہی جاری تھی اور نماز کو اول اور آخر وقت میں پڑھنا ابتدا سے جائز تھا پھر راوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا چیز عجب سنی جو اس کی علت پوچھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کس چیز کو حرج ٹھہرایا اور کس چیز کو دفع حرج بیان فرمایا؟ پس معلوم ہوا کہ مراد ان کی جمع حقیقی تھی نہ جمع صوری اور اسی کو انہوں نے دافع حرج ٹھہرایا ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ اس وقت سے پہلے نماز کو آخر وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھنا جائز نہ تھا حالانکہ یہ امر قطعا باطل ہے پس ثابت ہوا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے اور جب یہ تاویل باطل ہوئی تو مناسب معلوم ہوا کہ حنفیہ کہ دلیلوں کو نقل کر کے ان کا بھی مختصر جواب لکھا جائے سو جاننا چاہیے کہ حنفیہ جو سفر میں دو نمازیں جمع کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں تو وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جو اوقات کی تعیین کرتی ہیں مثل قول اللہ تعالیٰ کے ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ یعنی تحقیق نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کی گئی سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیثیں جمع بین الصلوتین کی تعیین اوقات کے مخالف نہیں ہیں اس لیے کہ بعض صورتوں میں کسی نماز کا وقت کسی قدر وسیع ہو جانا اور مشترک ہونا درمیان دو نمازوں کے یہ بھی افراد توقیت میں سے ہے مثلا ظہر کا وقت مغرب تک وسیع ہو گیا اور عصر کا وقت زوال سے شروع ہو گیا اور اس وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں مشترک ہو گئیں تو اس صورت میں توقیت فوت نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے ظہر کی نماز قبل زوال اور بعد مغرب کے پڑھنی جائز نہیں ہے البتہ توقیت اس وقت فوت ہو جاتی جب ہم کسی وقت کی تخصیص نہ کرتے اور ہر وقت پڑھنا جائز بتلاتے و اذ لیس فلیس مثلا عشاء اور وتر کی نماز کو بعد مغرب سے طلوع صبح صادق تک وسعت ہے اور اس وقت میں عشاء اور وتر دونوں شریک ہیں اس وجہ سے موقت ہونا بھی اس پر صادق آتا ہے پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ جمع بین الصلوتین میں توسیع اوقات ہے نہ رفع تعیین اور توقیت اور توسیع اوقات موقت ہونے کے منافی نہیں ہے کما مر فی العشاء و الوتر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جمع بین الصلوتین سفر میں مخالف ہے ان آیات توقیت کے اسی طرح جمع بین الصلوتین عرفات اور مزدلفہ میں بھی مخالف ہے ان آیات توقیت کے فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب جمع بین الصلوتین عرفات اور مزدلفہ کی حدیثوں سے ان آیات توقیت کی تخصیص ہو گئی تو اب یہ آیات بالاتفاق ظنی ہو گئیں اس لیے کہ عام بعد تخصیص کے بالاتفاق ظنی ہو جاتا ہے کما تقرر فی الاصول اور ظنی کی تخصیص قیاس سے بھی جائز ہے پس جمع بین الصلوتین فی السفر کی حدیثوں سے ان آیات کی تخصیص بالاتفاق جائز ہو گی بلکہ بطریق اولیٰ جائز ہو گی پس سفر میں دو

نمازوں کو جمع کرنا بالاتفاق جائز ہوگا اور تخصیص ان آیات کی ان حدیثوں سے جائز ہے ساتھ اُن چار وجہوں کے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کی بحث میں گزر چکی ہے۔ اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر اپنے وقت پر مگر دو نمازیں مغرب اور عشاء کہ آپ نے ان کو مزدلفہ میں جمع کیا سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین کی حدیثیں چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں پس اتنے صحابہ کے سامنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اور اگر بالفرض ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان چودہ صحابہ کی حدیثوں پر مقدم کیا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ جس جمع کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو پھر حنفیہ پر یہ پہاڑ مصیبت کا گرے گا کہ جمع بین الظہر والعصر عرفات میں بھی درست نہ ہوگی اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس نفی کا عموم جمع فی العرفہ کو بھی شامل ہے **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور اگر کوئی کہے کہ نہ ذکر کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو اس کا جواب یہ کہ شہرت تو دونوں نمازوں کی برابر ہے اس لیے کہ جتنے لوگ اس حج میں شریک تھے وہ سب جیسے کہ مغرب اور عشاء کی نماز میں شریک ہوں گے اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز میں بھی شریک ہوں گے اور وہ سب کہیں چلے نہیں گئے ہوں گے پس اس سے لازم آتا ہے کہ بنا بر اس شہرت کے جمع فی المزدلفہ کو بھی ذکر نہ کرتے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس جمع کو کیوں ذکر کیا **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور نیز کہا جائے گا کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی اس لیے کہ چودہ صحابی اس کے راوی ہیں اسی واسطے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی ذکر نہیں کیا پس اب حمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے جو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ مفہوم ہے اور وہ لوگ مفہوم کے قائل نہیں اور ہم مفہوم کے قائل ہیں لیکن جب منطوق اس کو معارض ہو تو ہم منطوق کو مفہوم پر مقدم کرتے ہیں اور جمع جائز ہونے کے باب میں بہت حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں پس ان کے منطوق کو اس مفہوم پر مقدم کیا جائے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے جو کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ مسند ابی یعلیٰ میں طریق سے ابن لیلیٰ کے وہ روایت کرتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے پس جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سفر میں جمع کرنا ثابت ہو چکا تو اب بخاری کی حدیث سے جمع فی السفر کی نفی نکالنی جائز نہیں ہوگی بلکہ بخاری کی حدیث کو حالت نزول پر حمل کیا جائے گا باقی مفصل جواب اس کا کلام المتین میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔ اور تیسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں لکھا ہے کہ ہم کو عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے اطراف میں اپنے عالموں کو لکھ بھیجا اور ان کو دو نمازیں ایک وقت میں جمع کرنے سے منع کیا اور ان کو زجر کی کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے چنانچہ تفصیل اس کی معیار الحق وغیرہ میں موجود ہے

پس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ممانعت کو جمع بلا عذر پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ شاہد ہے اس پر اتفاق جمہور صحابہ اور بعد والوں کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس ممانعت کو عام رکھا جائے تو عرفات اور مزدلفہ میں بھی جمع کرنا درست نہ ہوگا کہ علت نہی کی دونوں میں ایک ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے سفر میں جمع کرنا ثابت ہو چکا تو اب یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں لائق حجت نہیں ہوگا اور جس حدیث میں عرفات میں جمع کرنا آیا ہے وہ حدیث ضعیف اور متروک ہے کہ اس کا ایک راوی سلیمان ضعیف ہے اور دوسرا راوی خالد شیعہ ہے جیسا کہ تقریب میں موجود ہے پس یہ زیادتی مقبول نہیں ہوگی اور چوتھی دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے جو کہ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کرے پس وہ آیا دروازے پر کبیرہ گناہ کے سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی اسناد میں حنش یعنی حسین بن قیس واقع ہوا ہے اور وہ ضعیف اور متروک اور کذاب ہے بڑا جھوٹا ہے جیسا کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں لکھا ہے کہ حسین بن قیس واہی ہے اور ترمذی نے کہا کہ حنش ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ضعیف کہا ہے اس کو احمد وغیرہ نے اور حافظ نے تقریب میں فرمایا کہ حنش متروک ہے اور نور الدین نے مختصر تنزیہ الشریعہ میں لکھا ہے کہ حسین بن قیس کذاب ہے اور تخریج ہدایہ میں لکھا ہے کہ حنش بن قیس محض واہی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور جب اس کا ضعیف ہونا ثابت ہوا تو استدلال کرنا اس سے صحیح نہ ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے جمع بین الصلوتین ثابت ہو چکا ہے پھر اس کی تفسیر بھی اس سے مروی ہے اول نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کیا اور پہلی نماز کے وقت نکل جانے کے بعد دونوں کو جمع کیا پھر باوجود اس کے اس حدیث ضعیف سے استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خود اسی قول میں موجود ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے جمع کرے اس کو یہ گناہ ہوتا ہے سو بغیر عذر کے جمع کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں پس سفر میں جمع کرنا اس سے خارج ہوگا کہ سفر بالاتفاق عذر ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا ثابت ہو چکا ہے تو اب ان کے مقابلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوگا کہ صحابی کا قول مرفوع حدیث کے مقابلے میں بالاتفاق حجت نہیں اور شیخ عبدالحق کا یہ احتمال کہ شاید یہ حدیث متکلم فیہ ہوگی محض باطل ہے جب تک کہ کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو اور نیز یہ احتمال مسلم کی سب حدیثوں میں جاری ہے پس اس سے سب حدیثیں بے کار ہو جائیں گی نعوذ باللہ من ذلک اور نیز اگر بالفرض متکلم فیہ ہونا اس کا تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی تصحیح اور توثیق اس کو کافی ہے اس لیے کہ وہ سب محدثین کے سردار ہیں اور خود یہی شیخ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تصحیح اسانید اور تنقید رجال میں فوق الکل ہے پس اس صورت میں شیخین کی تصحیح سب پر

مقدم ہو گی اور یہ احتمال محض گوز شتر ہو جائے گا اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سونے میں تفریط نہیں بلکہ تفریط جاگنے میں ہے کہ تاخیر کی جائے نماز دوسرے وقت تک اور جمع تاخیر میں بھی ایک نماز کو دوسری نماز تک تاخیر کیا جاتا ہے پس وہ بھی اس حدیث سے منع ہو گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث تفریط کی عام ہے اور حدیثیں جمع کی خاص ہیں اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے بالاتفاق جائز ہے کما مر فی قراۃ خلف الامام پس سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ رہے گا اور نیز یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو بلا عذر نماز کو تاخیر کرے نہ اس کے حق میں جو مسافر ہو اور نیز اگر اس حدیث کو عام رکھا جائے تو عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا بھی جائز نہیں ہو گا فما ہو جوابکم فھو جوابنا۔ اور نیز یہ حدیث آپ نے فجر کی نماز کے وقت میں فرمائی تھی اور اس وقت کسی نماز کو جمع کرنا ممکن نہ تھا نہ ظہر اور عصر کو اور نہ مغرب اور عشاء کو پس یہ حدیث جمع بین الصلوتین کو مانع نہ ہو گی اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے سفر میں مغرب کی نماز کو تاخیر کیا یہاں تک کہ سرخی ڈوبنے سے پہلے اترے پھر مغرب کو پڑھا پھر عشاء کو پڑھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کے راوی ضعیف ہیں جیسا کہ تقریب اور تنزیہ الشریعہ میں لکھا ہے اور نیز یہ دوسرے واقعہ کا ذکر ہے اور جو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پہلے گزر چکی ہے وہ دوسرے واقعہ کا ذکر ہے پس اگر کبھی سرخی ڈوبنے سے پہلے مغرب کو پڑھا ہو تو اس سے ہمارا کیا حرج ہے اور نیز پہلی حدیث صحیحین کی ہے پس اس کو ترجیح دی جائے گی اس حدیث پر اور نیز فعل ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مخالف ہے صحیح حدیثوں کے جن سے جواز جمع تقدیماً و تاخیراً ثابت ہوتا ہے پس صحیح حدیثوں کے مقابلے میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہو گا خاص کر ایسی حالت میں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا برخلاف ثابت ہو چکا ہے اور نیز یہ حدیث مجہولۃ الکیفیت ہے اور وہ روایات مبینۃ الکیفیت ہیں پس ان کو ترجیح ہو گی پس اس بیان بابرہان سے ثابت ہو گیا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے ظہر کو عصر کے ساتھ ملا کر پڑھ لے اور مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھ لے اور خواہ جمع تقدیم کرے اور خواہ جمع تاخیر کرے دونوں طرح سے جائز ہے اور شیخ عبدالحق نے بھی بعد بحث طویل کے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جمع حقیقی بھی روایتوں سے ثابت ہے مگر جمع تقدیم کے واسطے تین شرطیں ضروری ہیں ایک یہ کہ پہلی نماز کو دوسری نماز پر مقدم کرے برعکس نہ کرے دوسری یہ کہ ان کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے تا کہ دونوں نمازیں ایک کی مانند ہو جائیں اور تیسری یہ کہ یہ پہلی نماز کے وقت جمع کی نیت کر لے اور جمع تاخیر کے واسطے فقط نیت شرط ہے اور کوئی شرط نہیں اور اگر پہلی نماز کے وقت جمع کی نیت نہ کرے تو گنہگار ہو گا اور نماز قضاء کرے اور فجر کی نماز کو نماز ظہر کے ساتھ جمع کرنا اور عصر کو مغرب کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا اور یہ سب احکام مسافر کے ہیں اور بعض تابعین کہتے ہیں کہ مریض کو بھی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں احمد اور اسحاق اور بعض کہتے ہیں کہ مینہ کے عذر سے بھی نمازوں کو جمع کرنا

جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد اور اسحاق اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے واسطے اپنے گھر میں جمع کرلے تو اس کو بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کو عادت نہ ٹھہرا رکھے اور بیان اس کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ.

جب کوئی شخص مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھے تو کیا ان کے ساتھ اذان بھی کہے یا فقط تکبیر پر اکتفا کرے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اذان کا صریح ذکر نہیں لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ جب ان کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو قائم کرتے سو اس سے نفس اذان مراد نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ مغرب کی نماز کے لیے اقامت کہتے تھے یعنی فقط تکبیر پر اکتفا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ تکبیر پر اکتفا کرنا کافی ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اترے اور نماز کے واسطے تکبیر کہی اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا اور وہ سفر میں کسی نماز کے واسطے اذان نہیں کہا کرتے تھے رواہ الدارقطنی اور شاید کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیم کے موافق اشارہ کر دیا ہے اس طرف کہ یہ مسئلہ باب کا اس حدیث کے بعض طریقوں میں ثابت ہے لیکن چونکہ وہ روایت اس کی شرط پر نہیں تھی اس واسطے اس کو اپنی کتاب میں بیان نہ کیا پس مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہوگئی اور بعض نے لکھا ہے کہ حدیثوں میں باب کے مطلق نماز کا ذکر آیا ہے پس مراد اس سے پوری نماز ہوگی یعنی جو نماز کہ تمام ارکان اور شرائط اور سنتوں کے ساتھ ادا کی جائے اور ایسی نماز میں اذان اور اقامت بھی داخل ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جمع بین الصلوتین کے وقت اذان بھی کہے اور تکبیر بھی کہے اور اگر فقط تکبیر پر اکتفا کرے تو یہ بھی جائز ہے، واللہ اعلم۔

١٠٤٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَآءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيمُ

١٠٤٢۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ اس کو عشاء کی نماز سے ملا کر پڑھتے اور سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی سفر میں ان نمازوں کو جمع کر لیا کرتے تھے جب کہ ان کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کے لیے تکبیر کہتے سو اس کو پڑھتے تین رکعتیں پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑا سا ٹھہر جاتے یہاں تک کہ عشاء کے واسطے تکبیر کہتے اور اس کی دو رکعتیں

الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَآءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَّلَا بَعْدَ الْعِشَآءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

پڑھتے پھر سلام پھیرتے اور دونوں نمازوں کے درمیان نفلوں کی کوئی رکعت نہ پڑھتے اور نہ بعد عشاء کے کوئی نماز پڑھتے یہاں تک کہ رات کے درمیان اٹھتے یعنی تہجد کے واسطے اور ان کو ادا کرتے۔

فائدہ: یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اوپر گزر چکی ہے کہ میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا سو وجہ تطبیق اس کی اوپر گزر چکی ہے کہ مراد حدیث مذکور سے فقط نماز کے بعد کی سنتیں ہیں تہجد وغیرہ نوافل مطلقہ اس نفی میں داخل نہیں ہیں۔

١٠٤٣ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ.

۱۰۴۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے اس طور پر ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو مذکور ہوئی ہے اس کی مفسر ہے کہ اس میں زائد حکم کا بیان ہے اور مجمل مفسر کی تابع ہوتی ہے تو گویا یہ دونوں حدیثیں ایک حدیث ہے جس کی مطابقت اوپر مذکور ہوئی ہے۔

بَابُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ.

سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز کو عصر تک تاخیر کرے یعنی عصر کے وقت میں دونوں کو ملا کر پڑھے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جمع تاخیر اسی شخص کے حق میں خاص ہے جو سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے اور ظہر کے وقت داخل ہونے سے پہلے چل پڑے اور جو شخص سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کرے وہ جمع تقدیم کرے۔

فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

فائدہ: مراد اس حدیث سے وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو اس سے پہلے باب الجمع فی السفر میں گزر

چکی ہے کہ جب آپ سیر کی حالت میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو جمع کیا کرتے تھے اس لیے کہ اس میں جمع کو سیر کی حالت کے ساتھ قید کیا ہے اور حالت سیر میں اکثر اوقات آپ سوار ہوتے تھے اور سواری کی حالت میں جمع کرنے کا کوئی قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے جمع تاخیر ہے اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو یحییٰ بن عبدالحمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی مسند میں روایت کی ہے اس لیے کہ اس میں صریح آ چکا ہے کہ آپ نے ظہر کو عصر تک تاخیر کیا اور اس کی سند میں گو مقال ہے لیکن متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

١٠٤٤ ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

۱۰۴۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوچ کرتے سورج ڈھلنے سے پہلے تو ظہر کو عصر تک تاخیر کرتے پھر دونوں کے درمیان جمع کرتے تھے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے ڈھل جاتا تو ظہر کو پڑھ کر کوچ کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسافر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کو عصر تک تاخیر کرے پھر دونوں کو ملا کر پڑھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

اگر مسافر سورج ڈھلنے سے پیچھے کوچ کرے تو ظہر پڑھ کر سوار ہو۔

١٠٤٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

۱۰۴۵۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقط جمع تاخیر کرتے تھے جمع تقدیم

نہیں کرتے تھے لیکن اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث شبابہ سے اس طرح سے روایت کی ہے کہ جب آپ سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے پھر کوچ کرتے روایت کیا ہے اس کو اسماعیلی نے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ اسحاق اس کے ساتھ شبابہ سے منفرد ہوا ہے پھر اسحاق سے بھی سوائے جعفر فریابی کے کسی نے یہ روایت نہیں کی لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ یہ علت حدیث میں قادح نہیں اس لیے کہ اسحاق اور جعفر دونوں امام اور حافظ ہیں یعنی ان کا متفرد ہونا کچھ معتر نہیں کہ وہ فی نفسہ بڑے امام اور حافظ ہیں اور حاکم کی اربعین میں بھی اسی قسم کی ایک حدیث آچکی ہے کہ جب سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کرتے تو ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھتے پھر کوچ کرتے اور اس میں اسحاق کا واسطہ نہیں حافظ صلاح الدین نے کہا کہ سند اس کی جید ہے پھر فرمایا کہ یہ حدیث اسحاق کی روایت کے واسطے متابعت قوی ہے لیکن اس کے ثبوت میں نظر ہے اور مشہور جمع تقدیم میں وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور امام احمد اور ابن حبان نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ تبوک میں جب آپ سورج ڈھلنے سے پیچھے کوچ کرتے عصر کو ظہر کی طرف جلدی کرتے اور دونوں کو جمع کرتے پھر کوچ کرتے اور جب سورج ڈوبنے سے پیچھے کوچ کرتے تو مغرب کو عشاء تک تاخیر کرتے اور جب سورج ڈوبنے کے بعد کوچ کرتے تو عشاء کو مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھتے پھر کوچ کرتے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ قتیبہ منفرد ہوا ہے کہ اس کے سوا کسی نے اس کو لیث سے روایت نہیں کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ متفرد ہونا راوی کا ضعف کو اسی وقت مستلزم ہے جب کہ راوی غیر ضابط اور غیر ثبت ہو اور اس روایت میں زیادہ تر حافظ اور زیادہ تر ضابط کے مخالف ہو اور جب کہ راوی متفرد فی نفسہ ثقہ اور حافظ اور ثبت ہو اور کسی اثبت اور احفظ کے مخالف نہ ہو یا ہو مگر مخالف حفظ اور ضبط اس کے مساوی ہو تو اس صورت میں اس کی روایت بالاتفاق مقبول ہے چنانچہ مقدمہ ابن صلاح میں لکھا ہے وَإِنْ لَّمْ يُخَالِفْ وَهُوَ عَدْلٌ ضَابِطٌ فَصَحِيْحٌ اور جب یہ بات ثابت ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ قتیبہ فی نفسہ ثقہ اور ثبت ہے جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے ثقہ ثبت اور وہ اس حدیث میں کسی اضبط اور ارجح کا مخالف بھی نہیں ہے پس متفرد ہونا اس کا اس حدیث کی صحت کو معتر نہ ہوگا اور نیز زیادتی ثقہ کی ہے اور زیادتی ثقہ کی جب کسی ارجح اور اضبط کے مخالف نہ ہو تو وہ بالاجماع مقبول ہوتی ہے اور چونکہ یہ زیادتی قتیبہ کی کسی ارجح کے مخالف نہیں اس لیے یہ بھی بالاتفاق مقبول ہوگی اور نیز قتیبہ اس حدیث میں متفرد نہیں بلکہ دوسری سند سے اسی قسم کی حدیث ابوداؤد میں موجود ہے جس میں قتیبہ کا واسطہ نہیں اور یہ مضمون ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کا قول عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ الْمُفَضَّلِ وَاللَّيْثِ اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بعض لوگ ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث قائم نہیں اور حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے سو جواب ابوداؤد کے قول کا یہ ہے کہ اس نے اپنی سنن میں حدیث ابو جحیفہ کی (جو کہ بخاری اور مسلم میں بھی

موجود ہے) روایت کی ہے اور اس سے صاف جمع تقدیم ثابت ہوتی ہے جیسا کہ معیار الحق اور اختیار الحق میں تحقیق اس کی مذکور ہے اور نیز اس نے یہی حدیث قتیبہ کی اپنی سنن میں روایت کی ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح اور قدح نہیں ہے اور سوائے تفرد قتیبہ کے جو کہ صحت کے منافی نہیں کچھ زبان پر نہیں لایا اور نیز اس نے بغیر واسطہ قتیبہ کے دوسری سند بھی بیان کی ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس قسم کا مضمون نقل کر دیا ہے پھر باوجود اتنی شہادتوں کے کس طرح تسلیم کیا جائے کہ یہ قول ابوداؤد کا ہے فمن ادعی خلاف ذلك فعليه البيان بالبرهان اور حاکم کے قول کا یہ جواب ہے کہ موضوع کہنا اس کا اس حدیث کو باعتبار اس سند کے ہے جس کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض ضعفاء نے یہ حدیث قتیبہ پر داخل کر دی اور ضروری ہے کہ وہ سند ابوداؤد اور ترمذی کی سند کے سوا کوئی دوسری ہو اس لیے کہ ان سندوں میں ہرگز کوئی ضعیف راوی نہیں اور جب کہ معتبر کتابوں میں یہ حدیث ثقات کی سندوں سے ثابت ہو چکی ہے تو اب اس کو موضوع کہنے کی کوئی وجہ نہیں پس اس بیان سے حدیث قتیبہ کا صحیح ہونا ثابت ہوا اور اس کے ثابت ہونے سے جمع تقدیم ثابت ہوئی اور جمع تقدیم کے ثابت ہونے سے یہ مسئلہ ختم ہوا اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی معیار الحق میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے ومن جحد ذلك بعد العلم بما حققنا فليبك على نفسه۔

بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ. بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بیان۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اگرچہ آدمی کھڑے ہونے کی طاقت بھی رکھتا ہو لیکن جتنا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو ملتا ہے اتنا ثواب بیٹھ کر پڑھنے والے کو نہیں ملتا بلکہ اس سے آدھا ملتا ہے لیکن جو شخص کہ کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو فرض نماز بیٹھ کر پڑھنی بالا جماع جائز نہیں اور جو کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو ہر نماز بیٹھ کر پڑھنی جائز ہے خواہ فرض ہوں اور خواہ نفل ہوں اور اس کو کھڑے نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور مراد ترجمہ میں بھی وہی شخص ہے جس کو عذر ہو اور طاقت قیام کی نہ رکھتا ہو کہ اس کو ہر نماز بیٹھ کر پڑھنی جائز ہے خواہ فرض ہوں اور خواہ نفل ہوں اور خواہ امام ہو اور خواہ مقتدی ہو اور خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو اور باب کی حدیثیں بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہیں کہ ان میں عذر کی قید مذکور ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ترجمہ معذور اور غیر معذور دونوں کو شامل ہو لیکن اس تقدیر پر صورت اجماعیہ جو مذکور ہوئی ہے اس سے مستثنیٰ رہے گی، واللہ اعلم۔

۱۰۴۶ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ

۱۰۴۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور آپ بیمار تھے سو آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب

شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَآئَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ اگر امام بیٹھے عذر سے نماز پڑھائے تو مقتدی کیا کریں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بموجب اس حدیث کے کہتے ہیں کہ مقتدی بھی امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز میں امامت کرنا درست نہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر امام عذر سے بیٹھا ہو تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں بیٹھ کر امامت کی اور اصحاب نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فعل سے یہ حدیث قولی منسوخ ہوئی اور بیان اس مسئلے کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے۔

١٠٤٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُوْدًا وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

۱۰۴۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے دائیں پہلو چھل گئے سو ہم آپ کے پاس خبر پوچھنے کو گئے سو نماز کا وقت آیا سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ نے فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو کہو اللھم ربنا لك الحمد۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بیٹھ کر عذر سے نماز پڑھے اور کھڑا نہ ہو سکے تو جائز ہے خواہ امام ہو اور خواہ تنہا ہو پس مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

١٠٤٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۰۴۸۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور اس کو بواسیر کی مرض تھی) کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ جو کھڑے نماز پڑھے تو وہ بہتر ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے کا آدھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مَبْسُوْرًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ.

ثواب ہے اور جو لیٹ کر نماز پڑھے تو اس کو بیٹھے کا آدھا ثواب ہے۔

فائدہ: اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بیمار کے حق میں ہے جو بیٹھ کر فرض پڑھتا ہے لیکن اگر چاہے تو تکلیف اٹھا کر کھڑے ہو کر بھی پڑھ لے اور لیٹ کر فرض پڑھتا ہے لیکن تکلیف سے بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے تو ایسے بیمار کو آدھا ثواب ہے اور جس بیمار سے اٹھا بیٹھا نہ جائے تو اس کا ثواب پورا ہے خواہ بیٹھ کر پڑھے اور خواہ کھڑے ہو کر پڑھے اور اس قسم کی ایک اور حدیث بھی آچکی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے سو لوگوں کو بخار ہو گیا سو آپ مسجد میں آئے اور لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے سو اس وقت فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب کھڑے کا ہے اور یہی معنی صحیح ہے اس حدیث کا اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور ابو عبید اور ابن ماجشون اور قاضی اسماعیل اور ابن شعبان اور اسماعیلی اور داؤدی وغیرہ ایک جماعت اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حدیث نفل نماز پر محمول ہے کہ غیر معذور کو بیٹھ کر نفل پڑھنے جائز ہیں اس لیے کہ اگر فرض نماز بے عذر بیٹھ کر پڑھے تو جائز نہیں پس بیٹھ کر آدھے اجر ہونے کا کوئی معنی نہیں اس کی تو سرے سے نماز ہی درست نہیں اور اگر عذر سے بیٹھ کر فرض پڑھے تو اس وقت قیام ساقط ہے پس بیٹھنے سے افضل نہیں ہو گا پس معلوم ہوا کہ اس حدیث سے نفل نماز مراد ہے لیکن اخیر فقرہ اس حدیث کا اس معنی کے مخالف ہے اس لیے کہ غیر معذور کو جیسے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنی درست ہے ویسے ہی اس کو لیٹ کر نماز پڑھنی درست نہیں ہے کہ بیٹھنا نماز کی صورتوں میں داخل ہے اور لیٹنا ان میں داخل نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نفلوں کو ہر طور سے پڑھنا جائز ہے خواہ کھڑے ہو کر پڑھے اور خواہ بیٹھ کر پڑھے یہ قول حسن بصری کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہے ایک جماعت اہل علم کی اور یہ بھی ہے ایک وجہ نزدیک شافعیہ کے اور صحیح کہا ہے اس کو متاخرین نے اور قاضی عیاض نے یہ قول مالکیوں سے بھی نقل کیا ہے اور اس حدیث میں مطلق بیٹھ کر پڑھنے کا ذکر آیا ہے اور اس میں بیٹھنے کی کیفیت کا بیان نہیں کہ کس طور سے بیٹھ کر نماز پڑھے

لیکن اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طور سے پڑھے جائز ہے لیکن افضلیت میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ چوکڑی مار کر بیٹھے اور بعض کہتے ہیں کہ پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ اس حکم سے مخصوص ہیں یعنی ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی کھڑے کے برابر ثواب ملتا ہے ساتھ دلیل اس حدیث کے جو صحیح مسلم وغیرہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو میں اس کو سن کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ مسجد میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے تیرا اے عبداللہ! میں نے آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَآءِ. بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی بیٹھ کر عذر سے نماز پڑھے اور باوجود طاقت کے حقیقی رکوع وسجود کے بدلے اشارے سے رکوع سجود کرے تو جائز ہے اور یہ ایک قول شافعیہ کا ہے دو قول سے اور یہی مشہور ہے نزدیک مالکیوں کے اور اصح نزدیک متاخرین کے یہ قول ہے کہ جس کو رکوع سجود کی طاقت ہو اس کو اشارے سے رکوع سجود کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حقیقی رکوع سجود کرے اگرچہ لیٹ کر نفل پڑھنے جائز ہیں یعنی رکوع سجود کی طاقت والے کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس میں رکوع سجود کی طاقت ہے اور اس میں سوائے اشارے کے کچھ طاقت نہیں۔

۱۰۴۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَآئِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَآئِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَآئِمًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نَآئِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا.

۱۰۴۹۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نائم کا معنی مضطجعا ہے یعنی لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود قدرت کے اشارے سے بیٹھ کر رکوع وسجود کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ عمداً اس کی تفصیل ترک کی اور اگر جائز ہوتا تو آپ اس کو بیان فرماتے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو

جَنۡبٍ وَقَالَ عَطَآءٌ إِنۡ لَّمۡ يَقۡدِرۡ أَنۡ يَّتَحَوَّلَ إِلَى الۡقِبۡلَةِ صَلّٰى حَيۡثُ كَانَ وَجۡهُهٗ.

لیٹ کر نماز پڑھے کہ ایسے حال میں اس کو اس طور سے نماز پڑھنی جائز ہے اور عطاء نے کہا کہ جب نمازی قبلے کی طرف منہ پھیرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جس طرف منہ کر کے نماز پڑھے جائز ہے۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو اس کو لیٹ کر نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ عجز کے وقت جیسے کہ قبلے کی باب میں ایک فرض سے دوسرے کم فرض کی طرف انتقال ہے اسی طرح عجز کے وقت لیٹ کر نماز میں بھی ایک فرض سے دوسرے کم فرض کی طرف انتقال ہے اور جب ایک حل جائز ہے تو دوسرا بھی جائز ہوگا پس مسئلہ باب کا اس سے ثابت ہوگیا اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو اس وقت آدمی سے نماز معاف ہو جاتی ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال ان کا غلط اور باطل ہے۔

١٠٥٠ ـ حَدَّثَنَا عَبۡدَانُ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ عَنۡ إِبۡرَاهِيۡمَ بۡنِ طَهۡمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الۡحُسَيۡنُ الۡمُكۡتِبُ عَنِ ابۡنِ بُرَيۡدَةَ عَنۡ عِمۡرَانَ بۡنِ حُصَيۡنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ كَانَتۡ بِيۡ بَوَاسِيۡرُ فَسَأَلۡتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنۡ لَّمۡ تَسۡتَطِعۡ فَقَاعِدًا فَإِنۡ لَّمۡ تَسۡتَطِعۡ فَعَلٰى جَنۡبٍ.

۱۰۵۰۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو بواسیر کی بیماری تھی سو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا مسئلہ پوچھا کہ میں اس بیماری میں کس طرح نماز پڑھوں سو آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر تجھ کو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر نماز پڑھ اور اگر تجھ کو بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ یعنی خواہ دائیں پر اور خواہ بائیں پر لیکن افضل دایاں پہلو ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اس وقت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کو کسی حال میں ترک نہ کرے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنی اس وقت جائز ہے جب کہ کھڑے ہونے کی طاقت بالکل نہ رکھتا ہو قاضی عیاض نے اس قول کو شافعی سے حکایت کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ طاقت نہ ہونا شرط نہیں بلکہ تکلیف ہونا شرط ہے گو طاقت موجود ہو اور شافعیہ کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ اگر کھڑے ہونے میں سخت تکلیف ہو یا بیماری زیادہ ہونے کا خوف ہو یا ہلاک ہونے کا خوف ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور تھوڑی تکلیف کافی نہیں ہے اور جو شخص کشتی میں سوار ہو تو اس کے حق میں سر کا چکرانا بھی سخت تکلیف میں داخل ہے اور اگر اس میں کھڑے نماز پڑھنے میں غرق ہونے کا خوف ہے تو وہ بھی سخت تکلیف میں داخل ہے یعنی ان صورتوں میں بھی بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور جو شخص جہاد میں چھپ کر بیٹھا ہو اور جانے کہ جب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھوں گا تو مجھ کو دشمن دیکھ لے

گا تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے یہ ایک قول شافعیہ کا ہے اور تکلیف میں اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ قیام اور قعود تکلیف میں دونوں برابر ہیں کہ جیسے انتقال کے واسطے قیام میں مشقت کا ہونا ضروری ہے ویسے ہی قعود میں بھی اس کا ہونا ضروری ہے اور امام الحرمین دونوں میں فرق کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ اگر بیٹھ نہ سکے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھے تو اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے عجز کے وقت پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ قول جمہور علماء کا ہے اور حنفیہ اور بعض شافعیہ سے یہ روایت ہے کہ پہلو پر نہ لیٹے بلکہ چت لیٹے اور اپنے پاؤں قبلے کی طرف کرے اور اشارے سے رکوع سجود قبلے کی طرف کرے اور یہی ہے قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور شارح فارسی نے لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک پہلی صورت بھی جائز ہے گو مختار نہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا ہے کہ چت لیٹنا اسی وقت جائز ہے جب کہ پہلو پر لیٹنے کی طاقت نہ رکھتا ہو سو یہ دلیل ہے اس پر کہ چت لیٹنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اس وقت نماز معاف ہے اور یہی قول ہے حنفیہ اور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا کہتے ہیں کہ ان چار صورتوں کے سوا اور کوئی صورت حدیث میں نہیں آئی اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر چت لیت کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو سر سے اشارے کے ساتھ نماز پڑھے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے نماز پڑھے وہ کہتے ہیں کہ نماز عقل کے ساتھ معلق ہے سو جب تک عقل باقی رہے گی تکلیف ساقط نہیں ہوگی لیکن یہ صورتیں حدیث میں ثابت نہیں ہیں، کما مر انتھٰی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ إِذَا صَلّٰى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ.

جب کوئی شخص عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے پھر نماز کے اندر اس عذر سے صحت پائے یا کچھ تخفیف پائے اس قدر کہ کھڑا ہو سکے تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے۔

فائدہ: جو آدمی کسی عذر سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور پھر نماز کے اندر اس کو اس عذر سے صحت حاصل ہو جائے یا کچھ تخفیف ہو جائے تو اس پر تمام نماز کا دوہرانا واجب نہیں بلکہ جو باقی ہو اس کو پورا کرے یہی قول ہے جمہور علماء کا کہ نماز کو پھر پڑھنا ضروری نہیں کہتے اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ تمام نماز کو دوہرانا واجب ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ یہ قول مردود ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَآءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَرَكْعَتَيْنِ قَآئِمًا.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر بیمار چاہے تو دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے۔

فائدہ: مطلب اس قول کا یہ ہے کہ اگر بیمار دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے پھر صحت پائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ ساری نماز کو ابتدا سے کھڑے ہو کر دوہرائے اور خواہ پہلی نماز پر بنا کرے اور باقی دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھ لے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہو گئی۔

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۱۰۵۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةً أَوْ أَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ.

حضرت ﷺ کو رات کی نماز بیٹھ کر پڑھتے کبھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ بوڑھے ہو گئے سو آپ رات کی نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے تھے یہاں تک کہ جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہوتے سو تیس یا چالیس آیت کی مقدار پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

۱۰۵۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَأَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَ تِهٖ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِيْ وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ.

۱۰۵۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو آپ بیٹھ کر قرأت پڑھتے سو جب آپ کی قرأت بقدر تیس یا چالیس آیات کے باقی رہتی تو کھڑے ہوتے اور اس کو کھڑے ہو کر پڑھتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو نظر کرتے سو میں اگر بیدار ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے اور اگر میں سوئی ہوتی تو لیٹ جاتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے پہلے بیٹھ کر نماز شروع کرے پھر نماز کے اندر کسی قدر کھڑے ہونے کی طاقت پائے تو اس کو باقی نماز کھڑے ہو کر پورا کرنا جائز ہے یعنی تمام نماز کو نئے سرے سے دوہرانا واجب نہیں کہ آپ نے طول قرأت کی وجہ سے کچھ نماز بیٹھ کر پڑھی پھر کسی قدر قیام کی طاقت پائی تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کی پس مطابقت اس حدیث کی دوسرے جز باب سے ثابت ہو گئی اور چونکہ بعض نماز کا بیٹھ کر پڑھنا اور بعض کا کھڑے ہو کر پڑھنا دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے تو اس علت سے پہلے مسئلے باب کے ساتھ بھی اس کی مطابقت ثابت ہوئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح کچھ نماز بیٹھ کر پڑھنا اور کچھ کھڑے ہو

کر پڑھنا جائز ہے اسی طرح کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھنا اور کچھ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہیں اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے نماز کو لیٹ کر شروع کرے پھر نماز کے اندر بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی طاقت پائے تو باقی نماز کو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھے اور دوہرانے کی کچھ حاجت نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ التَّهَجُّدِ — یہ کتاب ہے تہجد کے بیان میں

فائدہ: تہجد کا معنی رات کو سونا اور رات کو جاگنا دونوں آیا ہے اور بعض کے نزدیک ہجود رات میں سونے کو کہتے ہیں اور تہجد رات میں جاگنے کو کہتے ہیں اسی سبب سے بعض نے کہا کہ تہجد خواب کے ترک کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں تہجد کہتے ہیں اس نماز کو جو رات کے وقت نیند سے جاگ کر پڑھی جاتی ہے۔

بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ. — رات میں نماز تہجد کے مشروع ہونے کا بیان۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے فقط نماز تہجد کا جواز ثابت کرنا ہے اس کا کوئی حکم بیان کرنا مقصود نہیں اور سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ رات کی نماز یعنی تہجد امت پر فرض نہیں مگر بعض شاذ لوگ قدماء سے اس کو فرض کہتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ تہجد کی نماز امت پر فرض نہیں ہے جیسا کہ عنقریب بیان اس کا آئے گا۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾. — اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ رات سے پس جاگتا رہ ساتھ نماز تہجد کے کہ وہ زیادتی ہے واسطے تیرے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس باب میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز حضرت ﷺ کے ساتھ کس طرح سے خاص ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز پنجگانہ کی طرح تہجد کی نماز بھی حضرت ﷺ کے حق میں فرض ہے تو وہ اس آیت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ فرض زیادہ ہے واسطے تیرے یعنی اس کی فرضیت تیرے ساتھ مخصوص ہے امت پر پانچ نمازوں کی طرح یہ نماز فرض نہیں تو گویا حضرت ﷺ کے حق میں چھ نمازیں فرض ہوئیں اور امت کے حق میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کا فرض ہونا جیسا کہ امت کے حق میں منسوخ ہے اسی طرح حضرت ﷺ کے حق میں بھی منسوخ ہو گیا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی بات صحیح ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کا فرض ہونا منسوخ ہو گیا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا جیسے کہ مستقل باب میں آئندہ آئے گا پس یہ لوگ جو کہ نسخ کے قائل ہیں وہ تہجد کو سنت کہتے ہیں تو ان کے نزدیک مراد نافلة لك سے زیادتی درجوں کی ہے یعنی اس نماز میں درجوں کا بلند اور زیادہ ہونا حضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ اور لوگوں کو فرض اور نفلوں سے درجے حاصل نہیں ہوتے بلکہ وہ نمازیں ان کے گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں اور چونکہ حضرت ﷺ مغفور مطلق ہیں اور اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ

سب بخش دیے ہیں تو ان کے حق میں یہ نماز موجب بلندی درجوں کا ہے جو اور خلقت کو میسر نہیں مجاہد نے کہا کہ نفل حضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے حق میں نفل نہیں بلکہ گناہ کا کفارہ ہیں پس معلوم ہوا کہ اس سے آپ کے درجے بلند ہوتے ہیں اور مراتب عالیہ حاصل ہوتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ جب آپ کے سب گناہ اللہ نے بخش دیے ہیں تو نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ آپ پر کیوں فرض ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں تکالیف شرعیہ آپ کے حق میں ٹھنڈک آنکھ کے ہوں گے پس دنیا میں آپ کی نماز ایسی ہوگی جیسے کہ بہشت میں بہشتیوں کی تسبیح ہوگی یہ نہیں کہ آپ کی نماز تکلیف کی وجہ سے ہو یہ قول امام الحرمین کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو واجب کرے تو واجب ہو جائے گی اگرچہ اس پر کوئی وعید وارد نہ ہو تو اس صورت میں تکالیف شرعیہ کا آپ کے حق میں باقی رہنا محال نہیں بوجہ معصوم ہونے آپ کے جانب وعید سے یہ قول قاضی کا ہے تو دونوں صورتوں میں آپ گناہ سے معصوم ہیں نہ آپ کے حق میں کوئی گناہ ہے اور نہ عتاب اور اگر کوئی کہے کہ جب آپ گناہ سے معصوم ہیں تو پھر قرآن میں آپ کو استغفار کرنے کا کیوں حکم ہوا حالانکہ استغفار تو اسی چیز سے ہوتا ہے جو قابل مغفرت ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ استغفار مقید ہے ساتھ فرض اور تقدیر کے یعنی اگر بالفرض والتقدیر مجھ سے کوئی گناہ صادر ہوا اور تیری عصمت مجھ کو گناہ سے مانع ہو تو میں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور یا یہ استغفار آپ کا اپنی امت کے گناہوں کے واسطے تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

١٠٥٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ

١٠٥٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ رات سے تہجد کی نماز پڑھنے کو اٹھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ الٰہی! اے ہمارے رب! تیری ہی حمد ہے اور جو حمد کہ ظاہر میں دوسرے کو ہے وہ بھی تیری ہی طرف راجع ہے تو ہی ہے آسمانوں اور زمین کا تھامنے والا اور جو ان کے درمیان ہے (یعنی آدم اور جن اور فرشتے وغیرہ مخلوقات کا کہ اگر ایک طرفۃ العین بھی تیری نظر ان پر نہ ہو تو تمام فنا ہو جائیں) اور تیرا ہی شکر ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیرے لیے ہے اور جو ان کے درمیان ہیں اور تیرا ہی شکر ہے تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان والوں کی رونق اور روشنی (یعنی تو ہی ہے ان کو روشن کرنے والا تجھ ہی سے راہ پاتا ہے جو ان کے درمیان ہے اور یا تو پاک ہے ہر عیب سے)

وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ امَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ أَبُوْ أُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِيْ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور تیرے ہی واسطے شکر ہے تو آسمان اور زمین اور ان کے درمیان والوں کا بادشاہ ہے (یعنی سب تیرے حکم میں ہیں اور تیرے فرمان کے تابع ہیں) اور تیرے ہی واسطے شکر ہے تو سچ مچ ہے (یعنی تیرا وجود حق اور ثابت ہے اور باقی کل فانی ہیں) اور تیرا وعدہ بھی سچ ہے اور تیرا ملنا بھی سچ ہے (یعنی آخرت میں تیرا دیدار حق ہے یا مخلوق کو آخرت میں عملوں کا بدلہ دینا حق ہے) اور تیرا قول حق ہے یعنی جو تو نے فرمایا اور جس چیز کی خبر دی سب سچ ہے) اور بہشت حق ہے اور دوزخ حق ہے (یعنی اس وقت وہ دونوں موجود ہیں) اور پیغمبر حق ہیں اور خاص کر محمد ﷺ کہ سب سے اشرف اور افضل ہیں حق ہیں اور قیامت حق ہے جس طرح کہ حضرت ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی یعنی یہ سب چیزیں سچ مچ ہیں ان میں کچھ شک نہیں الٰہی! میں تیرا تابعدار ہوں اور میں تیرے ساتھ ایمان لایا اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا اور میں تیری مدد سے جھگڑتا ہوں کہ تو نے مجھ کو معجزات اور دلائل دیے اور تیری ہی طرف میں جھگڑے میں رجوع کرتا ہوں کہ تو فیصلہ کرے (یعنی اس شخص کا جھگڑا جو حق سے انکار کرے) سو بخش دے مجھ کو جو کہ میں نے آگے کیا اور جو پیچھے ڈالا اور جس کو میں نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور یا جو زبان سے نکالا اور دل میں گزرا تو ہی آگے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تو ہی پیچھے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے تیرے راوی کو شک ہوا کہ آپ نے لا اله الا انت فرمایا یا لا اله غیرك لیکن مطلب دونوں کا ایک ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی نہیں طاقت پھرنے کی گناہ سے اور نہ قوت بندگی

کی مگر ساتھ مدد اللہ کے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدلہ عملوں کا حق ہے اور یہ کہ ایمان لانا واجب ہے اور یہ کہ اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ کہ جب کوئی دعا مانگے تو مستحب ہے کہ اس کے اول میں اللہ کی تعریف کرے اور اس کی حمد کہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بخش دے مجھ کو تو اس واسطے فرمایا کہ اس میں اپنی کسر نفسی اور تواضع ہے اور نیز اس میں اللہ کی تعظیم اور بزرگی پائی جاتی ہے اور نیز اس میں امت کی تعلیم ہے کہ امت بھی آپ کی اس میں اقتدا کرے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ. تہجد کی نماز کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: نماز تہجد کی فضیلت کے باب میں بہت حدیثیں اور آثار آچکے ہیں چنانچہ اللہ نے پیغمبر ﷺ کو اس کے بدلے مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ فرمایا ہے اس واسطے امت کو بھی ضروری ہے کہ اس میں آپ کی پیروی کریں تاکہ ان کو بھی اس انعام سے حصہ ملے اور اللہ نے قرآن میں رات کو اٹھنے والوں کی کئی جگہ مدح فرمائی ہے سب سے زیادہ تر واضح یہ آیت ہے کہ کوئی جی نہیں جانتا جو پوشیدہ کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے ٹھنڈک آنکھ سے اور تہجد کی فضیلت کے باب میں سب حدیثوں سے زیادہ صریح یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل تہجد کی نماز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی نماز فجر کی سنتوں سے بھی افضل ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی بات قوی ہے لیکن چونکہ اس حدیث کے وصل اور ارسال میں اختلاف ہے اس واسطے فجر کی سنتیں اس سے مستثنیٰ ہوں گی کہ صحیح مسلم میں ہے کہ دو رکعتیں فجر کی بہتر ہیں تمام دنیا سے اور جو اس کے درمیان ہے اور وہ افضل ہیں دو رکعتوں سے جو رات کے درمیان پڑھی جائیں اور مراد حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ مطلق نفل رات کے دن کے مطلق نفلوں سے افضل ہیں پس فجر کی سنتیں اس میں داخل نہیں ہوں گی پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہوگیا اور قسطلانی میں لکھا ہے کہ فرض نماز کے بعد وتر کو سب نمازوں پر فضیلت ہے پھر بعد اس کے فجر کی سنتوں کو سب پر فضیلت ہے حکایت کیا ہے کہ کسی شخص نے جنید بغدادی کو موت کے بعد خواب میں دیکھا سو اس نے پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہماری سب عبادتیں اکارت ہوگئیں اور ہمارے سب اشارات (جو معارف اور حقائق میں کیا کرتے تھے) فانی اور برباد ہو گئے اور نہ نفع دیا ہم کو کسی عبادت نے مگر ان رکعتوں نے جن کو ہم رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے، انتہی۔

١٠٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح

۱۰۵۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کی زندگی میں جب کوئی مرد خواب دیکھتا تھا تو

وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِيْ فَذَهَبَا بِيْ إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيْهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا.

اس کو آپ سے بیان کرتا تھا سو میں نے تمنا کی اس بات کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو حضرت ﷺ سے بیان کروں اور میں جوان لڑکا تھا اور حضرت ﷺ کے وقت میں مسجد میں سویا کرتا تھا سو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ دو فرشتوں نے مجھ کو پکڑا اور دوزخ کی طرف لے گئے سو ناگہاں وہ کنوئیں کی طرح گول بنے تھے یعنی اس کا منہ گول بنا ہوا تھا اور یکایک اس کے دونوں طرف دو قران یعنی دو کھونٹے یا دو دیواریں تھیں اور ناگہاں اس میں کئی لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا سو میں دوزخ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے سو تیسرے فرشتے نے مجھ سے کہا کہ تو مت ڈر سو میں نے یہ خواب اپنی بہن حفصہ سے بیان کیا اور حفصہ نے اس کو حضرت ﷺ سے کہا سو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا مرد ہے اگر رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہو (اس رات سے) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز کو دوزخ سے بچانے کی بڑی تاثیر ہے سو اس سے تہجد کی نماز کی فضیلت ثابت ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے وقت مسجد میں سونا ثابت ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ. رات کی نماز میں لمبا سجدہ کرنے کا بیان۔

فائدہ: رات کی نماز میں مستحب کہ سجدہ لمبا کرے اس لیے کہ اس ہیئت میں ذلت اور تضرع بہت ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ سجدے میں آدمی اللہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔

۱۰۵۵ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

۱۰۵۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلَاةِ.

گیارہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے یعنی رات میں یہ آپ کی ہمیشہ کی نماز تھی اس سے ایک سجدہ اس قدر لمبا کرتے کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے سر اٹھانے سے پہلے اور پڑھتے دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے یعنی فجر کی سنتیں پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن نماز کی اطلاع دینے کو آپ کے پاس آتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں سجدہ لمبا کرنا مستحب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ.

بیمار کو تہجد کی نماز چھوڑ دینی جائز ہے۔

١٠٥٦ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

١٠٥٦۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے سو آپ نے ایک رات یا دو رات تہجد کی نماز نہ پڑھی۔

فائدہ: فضائل قرآن میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے کہ ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اس نے کہا کہ اے محمد! میں نہیں دیکھتی مگر یہ کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا پس اس وقت اللہ نے سورت والضحیٰ اتاری اور ابو حاتم نے جندب رضی اللہ عنہ سے اس طور سے روایت کی ہے کہ آپ کی انگلی پر پتھر لگا سو اس سے خون نکلا سو آپ نے فرمایا هل انت إلا اصبع دميت في سبيل الله مالقيت پھر آپ نے دو یا تین رات قیام نہ کیا سو ایک عورت آپ کے پاس آئی سو اس نے کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔

١٠٥٧ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

١٠٥٧۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ دنوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی بند ہو گئی سو قریش کی ایک عورت (یعنی ابو لہب کی بیوی جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے حمالة الحطب فرمایا) نے کہا کہ اس کے شیطان نے اس پر دیر کی

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾.

سو یہ سورۂ نازل ہوئی ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ (یعنی قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے کہ نہ رخصت کیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا)۔

فائدہ: یہ حدیث تتمہ ہے پہلی حدیث کا اس لیے کہ مخرج دونوں کا ایک ہے اگرچہ سبب مختلف ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ.

حضرت ﷺ کا لوگوں کو رات کی نماز اور نفلوں پر رغبت دلانے کا بیان سوائے واجب کرنے کے۔

فائدہ: اس باب میں دو مسئلوں کا بیان ہے ایک ترغیب دینا اور دوسرا وجوب کی نفی کرنا سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دوسرا مسئلہ ثابت ہوتا ہے بلکہ چاروں حدیثوں سے وجوب کی نفی نکلتی ہے اور اس باب میں نوافل کا بیان تقریبا واقع ہوا ہے ورنہ غیر ایجاب کے ساتھ اس کی کچھ حاجت نہیں اور احتمال ہے کہ رات کا جاگنا نماز اور قرآن اور ذکر وغیرہ سب کو شامل ہو پس اس صورت میں نوافل کا لفظ عطف خاص کا عام پر ہوگا۔

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ.

اور حضرت ﷺ ایک رات فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے رات کی نماز کی ترغیب دینے کو جیسے کہ ابھی آتا ہے۔

۱۰۵۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْأٰخِرَةِ.

۱۰۵۸۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک رات سو کر جاگے سو فرمایا کہ سبحان اللہ آج کی رات کیا ہے کہ اور آج کی رات کیا ہے فتنے اور فساد نازل ہوئے ہیں رحمت کے خزانے اترے ہیں کوئی ہے کہ کوٹھڑیوں والی عورتوں کو جگائے یعنی آپ کی بیویوں کو تاکہ تہجد کی نماز پڑھیں بہت عورتیں دنیا میں پوشاک دار ہیں اور آخرت میں ننگی ہیں یعنی دنیا میں باعزت ہیں اور آخرت میں گناہ سے ان کی فضیحت ہوگی۔

فائدہ: مراد اس سے جگانا ہے نماز کے لیے نہ محض واسطے اخبار نزول عذاب اور رحمت کے کہ اس کی تاخیر دن تک ہی ممکن ہے اور نیز اس حدیث کے بعض طریقوں میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے تاکہ نماز پڑھیں پس اس سے رات کی نماز کی ترغیب ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ رات کی نماز واجب نہیں کہ آپ نے اس کو ان پر لازم نہیں کیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مراد رحمت کے خزانوں سے وہ خزانے ہیں جو عبادت کرنے والوں اور تہجد پڑھنے والوں کے لیے نازل ہوتے ہیں اور مراد فتنے فساد سے وہ بلائیں اور تکلیفیں ہیں جو گنہگاروں کے واسطے نازل ہوتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں فتوح اسلام اور اس امت کے فساد ہیں جو حضرت ﷺ کے بعد واقع ہوں گے، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰۵۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَآءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾.

۱۰۵۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک رات اس کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم دونوں رات کو نماز نہیں پڑھا کرتے ہو سو میں نے عرض کی کہ یا حضرت! ہماری جانیں اللہ کے قابو میں ہیں سو جب وہ ہم کو اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھتے ہیں یعنی نیند سے سو جب میں نے یہ بات کہی تو آپ پھر کر چلے اور مجھ سے کچھ نہ بولے پھر میں نے آپ سے سنا کہ پیٹھ پھیرے ہوئے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے ایک طریق میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہم کو نماز کے لیے جگایا پھر اپنے گھر کی طرف پلٹ گئے اور کچھ رات نماز پڑھتے رہے سو ہماری کچھ آواز نہ سنی تو پھر ہمارے پاس آئے اور ہم کو جگایا اس سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کی بڑی فضیلت ہے ورنہ حضرت ﷺ اپنے بیٹی اور داماد کو ایسے آرام کے وقت نہ جگاتے لیکن آپ نے چاہا کہ وہ اس فضیلت کو حاصل کریں اور اس آرام کو چھوڑ دیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز واجب نہیں کہ آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کو ان پر لازم نہ کیا اور یہ جو آپ نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارا تو یہ ان کے جلدی جواب دینے کے تعجب سے تھا اس واسطے کہ یہ عذر مناسب مقام تکلیف کے نہیں ہے احکام شرع کی متابعت واجب ہے حقیقت تقدیر کا لحاظ کرنا لائق نہیں بلکہ قصور

کو اپنے نفس کی طرف نسبت کرنا چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا آپس میں جھگڑنا اور تقدیر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا جیت جانا اس کے مخالف ہے تو کہا جائے گا کہ یہ جھگڑنا اس کا عالم ارواح میں تھا اور یہ جہان تکلیف کی جگہ ہے پس اس جہان کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ افسوس کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے جائز ہیں اور یہ کہ نفلوں کے واسطے سوئے کو جگانا جائز ہے اور یہ کہ سکوت جواب ہے اور اعراض ہے اس قول سے جو مراد کے مطابق نہ ہو گو فی نفسہ حق ہو۔

١٠٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا.

١٠٦٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمل نفلی کو چھوڑ دیتے تھے (اور دوست رکھتے تھے کہ اس کو کریں) اس ڈر سے کہ لوگ اس کے ساتھ عمل کریں تو ان پر فرض ہو جائے اور پھر اگر نہ ہو سکے تو گنہگار ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی اور البتہ میں اس کو پڑھتی ہوں۔

فائدہ: نفلی عمل میں رات کی نماز بھی داخل ہے اور آپ کا اس کو دوست رکھنا دلیل ہے ترغیب کی اور اس کو ترک کرنا دلیل ہے عدم وجوب کی پس مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی خاص کر ساتھ واسطے حدیث آئندہ کے اور یہ جو فرمایا کہ آپ فرض ہونے کے ڈر سے ایک عمل کو چھوڑ دیتے تھے تو یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری تھی کہ جس عمل پر آپ ہمیشگی کرتے تھے وہ عمل فرض ہو جاتا تھا لیکن اس پر یہ شبہ آتا ہے کہ آپ نے مؤکدہ سنتوں پر ہمیشگی کی اور پھر بھی وہ فرض نہ ہوئیں مگر شاید آپ کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ اس پر ہمیشگی کریں تو فرض ہو جائے گا، واللہ اعلم۔

١٠٦١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ

١٠٦١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں (تراویح کی) نماز پڑھی سو چند اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ نے دوسری رات بھی اسی طرح نماز پڑھی سو اس رات میں پہلے سے بہت لوگ جمع ہوئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو پہلے سے بھی بہت لوگ جمع ہوئے سو اس رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف نہ لائے سو جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ میں نے تمہارا حال یعنی تراویح

الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّىْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ فِىْ رَمَضَانَ.

کے واسطے جمع ہونا معلوم کیا اور کسی چیز نے مجھ کو باہر آنے سے نہیں روکا مگر یہ کہ میں ڈرا کہ وہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اپنے گھروں میں جا کر پڑھو اور یہ واقعہ رمضان میں تھا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی بیان اس کا آئے گا فتح الباری میں لکھا ہے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رات کی نماز فرض ہو جانے کی امید کو وجود مواظبت پر مرتب کیا اور اسمیں شبہ ہے اور محب طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شاید آپ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ اگر تو اس نماز پر ہمیشگی کرے گا تو ہم اس کو امت پر فرض کر دیں گے سو آپ نے ان کے حق میں تخفیف کو پسند رکھا اور ہمیشگی کو چھوڑ دیا اور یا شاید آپ کے دل میں یہ بات واقع ہوئی ہوگی جیسا کہ بعض عبادتوں میں (جن پر آپ نے ہمیشگی کی) واقع ہوا اور فرض ہو گئیں اور یا شاید اس ڈر سے اس کو ترک کیا ہوگا کہ کوئی آدمی مواظبت سے اس کو واجب نہ سمجھ لے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی کام کو کرتے اور لوگ اس میں آپ کی اقتدا کرتے تو وہ واجب ہو جاتا تھا لیکن یہ جواب بعید ہے کہ حضرت ﷺ نے مؤکدہ سنتوں پر ہمیشگی کی اور اصحاب نے بھی اس میں آپ کی پیروی کی اور پھر بھی وہ فرض نہ ہوئیں اور ابن بطال نے کہا کہ شاید آپ نے یہ اس وقت فرمایا ہوگا جب کہ رات کی نماز آپ پر فرض تھی اور امت پر فرض نہیں تھی سو آپ نے خوف کیا کہ میری طرح یہ نماز امت کے حق میں بھی فرض نہ ہو جائے اس لیے کہ اصل شرع میں پیغمبر ﷺ اور امت دونوں برابر ہیں اور یا شاید آپ نے یہ خوف کیا ہوگا کہ اگر اس پر ہمیشگی کریں گے تو اس سے ضعیف ہو جائیں گے سو اس کا تارک بوجہ ترک اتباع حضرت ﷺ کے گنہگار ہوگا اور امام خطابی نے اس ڈر کے اصل پر اعتراض کیا ہے یعنی یہ خوف کرنا سرے سے بے اصل ہے اس لیے کہ معراج کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ یہی پانچ نمازیں ہیں اور فرمایا کہ میرے پاس بات نہیں بدلتی ہے سو جب اللہ کی بات بدل نہیں سکتی اور نماز پنجگانہ کے سوا اور کسی نماز کا فرض ہونا ممکن نہیں تو پھر آپ نے اس نماز کے فرض ہونے کا خوف کیوں کیا اور یہ اعتراض پہلے جوابوں سے دفع ہو سکتا ہے اور امام خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رات کی نماز آپ پر فرض تھی اور احکام شرعیہ میں امت کو آپ کی اقتدا کرنا لازم ہے یعنی جب کہ آپ کسی امر پر ہمیشگی کریں تو آپ ان کی طرف نہ نکلیں تا کہ یہ نماز بھی واجب میں داخل نہ ہو جائے کہ امت کو آپ کے ساتھ اقتدا کرنے کا حکم آ چکا ہے نہ یہ کہ نماز پنجگانہ پر جدید فرض زائد ہو جائے اور یہ اس طور پر ہے کہ جیسے کہ کوئی شخص اپنے نفس پر نذر کی نماز واجب کر لے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے باوجودیکہ اس سے اصل شرع میں فرض کا زیادہ ہونا

لازم نہیں آتا اور کہا کہ اس میں ایک اور احتمال بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے پہلے پچاس نمازیں فرض کیں پھر نبی کی شفاعت سے اس میں تخفیف کی اور معافی دی سو جب امت نے معاف شدہ نمازوں کا التزام کیا اور ان کو اپنے نفسوں پر فرض ٹھہرایا تو کچھ عجب نہیں کہ یہ فرض ان کے حق میں مکرر ثابت ہو جائے اور دوبارہ واجب ہو جائے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے رہبانیت کا التزام کیا تھا پھر جب انہوں نے اس میں قصور کیا تو اللہ نے اس پر ان کا عیب پکڑا لیکن ان دونوں جوابوں میں شبہ ہے اور تین جواب اس کے اور بھی ہیں اول یہ ہے کہ شاید آپ نے قیام رات کے فرض ہونے سے خوف کیا ہوگا یعنی یہ کہ شاید تہجد کی نماز کا مسجد میں جماعت سے پڑھنا صحت نفل کے واسطے شرط ہو جائے اسی کی تائید کرتا ہے یہ قول آپ کا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نفل پڑھو...... الخ۔ دوسرا یہ ہے کہ شاید آپ نے رات کی نماز کے فرض کفایہ ہونے سے خوف کیا ہوگا نہ فرض عین ہونے سے سو نماز پنجگانہ پر زیادہ فرض ہونا لازم نہ آئے گا جیسے کہ عید کی نماز وغیرہ کو بعض لوگ واجب کہتے ہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ شاید آپ نے خاص کر قیام رمضان کے فرض بھی ہونے سے خوف کیا ہوگا جیسا کہ باب کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ یہ رمضان میں تھا تو اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے گا اس لیے کہ قیام رمضان کا نماز پنجگانہ کی طرح ہر روز مکرر نہیں ہوتا تو پانچ نمازوں پر زیادہ فرض کا ہونا لازم نہ آئے گا لیکن میری نظر میں پہلا جواب زیادہ قوی ہے اور اللہ سبحانہ خوب جانتا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ رات کو نماز پڑھنا مستحب ہے خاص کر رمضان میں جماعت سے پڑھنا تو بطریق اولیٰ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کے بعد اس کے فرض ہونے کا خوف نہیں رہا اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا جیسا کہ کتاب الصیام میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ کہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا جائز ہے قالہ المطلب اور یہ کہ جب کوئی بڑا آدمی خلاف عادت کام کرے تو اس کو چاہیے کہ اس کا عذر بیان کرے اور اس کی حکمت بتلا دے اور یہ کہ دنیا میں آدمی زاہد بنے اور جھونپڑی وغیرہ ادنیٰ چیزوں پر اکتفا کرے اور یہ کہ آپ کو اپنی امت پر نہایت شفقت اور رحمت تھی اور یہ کہ فساد کے خوف سے مستحب امر کو چھوڑ دینا جائز ہے اور زیادہ اہم مصلحت کو مقدم کرنا چاہیے اور یہ کہ جس نے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کی اقتدا کرنا جائز ہے اور اس کا مقتدی ہونا جائز ہے اور یہ کہ جب نفل جماعت سے پڑھے جائیں تو اس وقت اذان اور اقامت کو ترک کرنا جائز ہے انتہیٰ ملخصا اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ يَقُوْمُ حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُوْرُ

حضرت ﷺ رات کو بہت کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر جاتے اور سوج جاتے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ رات کو کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں پھٹ گئے امام بخاری رحمہ اللہ نے

الشُّقُوقُ انْفَطَرَتِ انْشَقَّتْ.

کہا کہ فطور (جو آیت ﴿هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی شقوق ہے یعنی پھٹ جانا اور انفطرت (جو آیت ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی انشقت ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائیں گے۔

فائدہ: چونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں تفطر کا لفظ واقع ہوا تھا اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے ان دو لفظوں کے معنی بیان کر دیے کہ ان سب کا مادہ ایک ہے۔

۱۰۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

۱۰۶۲۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو شب خیزی کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے یعنی بہت کثرت سے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر گئے اور سوج گئے سو اصحاب نے آپ سے عرض کی آپ کس واسطے اتنی مشقت اور تکلیف اٹھاتے ہیں کہ آپ کے تو اگلی پچھلی بھول چوک معاف ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں یعنی یہ میری عبادت گناہ بخشانے کے واسطے نہیں بلکہ اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری مغفرت کا وعدہ کیا اور مجھ کو افضل الانبیاء بنایا اور مجھ کو بندگی کی توفیق دی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کسی طرح اللہ کی بندگی سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا اگر مغفرت ہوئی تو اس کی شکر گزاری واجب ہے اور بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے اور یہ جو بعض جاہل اور ملحد فقیر کہتے ہیں کہ جب آدمی کامل ہو جائے اور خدا رسیدہ ہو جائے تو اس کو عبادت کی کچھ حاجت نہیں سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بات غلط اور باطل ہے بلکہ کفر ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون آدمی زیادہ کامل ہوگا جس کو عبادت کی حاجت نہ ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو سخت عبادت اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے تھک نہ جائے اور یہ کہ شکر کے واسطے نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ کہ جیسے شکر زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی عمل سے بھی ہوتا ہے اور مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ.

پچھلی رات میں سونے کا بیان یعنی جو شخص پہلی رات کو نماز

پڑھے اور پچھلی رات کو سو جائے تو یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

١٠٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

١٠٦٣۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ نہایت پیاری نماز اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور نہایت پیارا روزہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ آدھی رات تک تو سوتے تھے اور تہائی رات تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور جب چھٹا حصہ رات کا باقی رہتا تو پھر وہ سو رہتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد پچھلی رات سو رہنا اللہ کو بہت پسند ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور تہجد کی نماز تہائی رات میں اس واسطے پسند ہوئی کہ اس میں جسم کا حق اور اللہ کا حق بخوبی ادا ہوتا ہے اور نیز اس میں آدمی کا مزاج معتدل اور درست رہتا ہے خصوصا جو شخص پہلی رات کو جاگے اور پچھلی رات کو سو جائے تو اس کو بہت ہی فائدے ہیں کہ رات کے جاگنے کی مشقت اس سے دور ہو جاتی ہے اور فجر کی نماز بھی بخوبی ادا ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام رات کا جاگنا بہتر نہیں کہ اس میں سراسر مشقت اور جان کاہی ہے اور آخر کو آدمی بہ سبب بیماری اور ضعف کے تہجد سے بالکل محروم رہتا ہے اور ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا اللہ کو اس واسطے پسند ہے کہ برابر متصل روزہ رکھنے سے آدمی کو عادت ہو جاتی ہے روزے کی کیفیت باقی نہیں رہتی پس معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا طریقہ اعتدال ہے تو نہ عبادت میں زیادتی اور نہ نہایت کی اور یہی راہ اللہ کو پسند ہے کہ اس کا نباہ ہمیشہ ہو سکتا ہے۔

١٠٦٤ ـ حَدَّثَنِيْ عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ إِذَا سَمِعَ

١٠٦٤۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نہایت پیارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سا عمل تھا اس نے کہا کہ جس کو آدمی ہمیشہ کرتا رہے کبھی ترک نہ کرے میں نے کہا کہ آپ رات کو تہجد کے واسطے کس وقت کھڑے ہوتے تھے اس نے کہا کہ جب جانور کی آواز سنتے تو کھڑے ہوتے تھے۔

الصَّارِخَ.

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ عادت جاری ہو چکی ہے ساتھ اس کے کہ جانور اکثر آدھی رات کو آواز کرتا ہے یہ محمد بن سفر کا قول ہے ابن تین نے کہا کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو کھڑے ہوئے یا تھوڑا پہلے یا پیچھے اور ابن بطال نے کہا کہ جانور رات کے اخیر تہائی کے وقت آواز کرتا ہے اور جب آدمی اس وقت تہجد کے واسطے کھڑا ہو تو ظاہر ہے کہ سونا سحری کے وقت میں واقع ہو گا پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى.

اشعث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ جانور کی آواز سنتے تو کھڑے ہوتے اور تہجد کی نماز پڑھتے۔

١٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ إِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٠٦٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پچھلی رات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے نزدیک کبھی نہیں پایا مگر سوتے ہوئے یعنی آپ کی عادت تھی کہ جب آپ تہجد کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو سحری کے وقت استراحت کے واسطے آرام فرماتے اور سو جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ سحری کے وقت پچھلی رات میں سو جایا کرتے تھے مگر رمضان میں سحری کے وقت نہیں سوتے تھے کہ پچھلی رات میں سحری کھانے کے ساتھ مشغول رہتے پھر صبح کے واسطے مسجد میں چلے آتے تھے جیسا کہ آئندہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ.

جو شخص سحری کھائے تو سنت ہے کہ بعد اس کے نہ سوئے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھے۔

١٠٦٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ

١٠٦٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن حارث رضی اللہ عنہ دونوں نے سحری کھائی سو جب سحری کھا چکے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے پس آپ نے صبح کی نماز پڑھی سو ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا اس نے کہا کہ اتنا فاصلہ تھا جتنی دیر میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى. فَقُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینے میں آپ تہجد کے بعد سحری کا اہتمام کرتے تھے اور بعد اس کے سونے کے بدلے صبح کی نماز پڑھتے تھے پس جو شخص سحری کھائے تو سنت ہے کہ بعد اس کے نہ سوئے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھے تو رمضان میں سحری کے وقت جاگنا پہلے باب کے عموم کے مخصوص ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ طُوْلِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ.

رات کی نماز میں بہت دیر تک کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ: علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ نفل کی نماز میں کثرت رکوع سجود کی افضل ہے یا طول قیام افضل ہے سو بہت صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ کثرت رکوع وسجود کی طول قیام سے افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رکوع سجود کی کثرت سے طول قیام افضل ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہی ایک قول ہے اور اس باب میں حدیثیں دونوں طرح کی آ چکی ہیں جو دونوں مذہبوں کی تائید کرتی ہیں لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ افضلیت باعتبار اختلاف اشخاص اور احوال کے مختلف ہے۔

۱۰۶۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۰۶۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی سو آپ ہمیشہ کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے برے کام کی نیت کی ہم نے اس کو کہا کہ تو نے کیا نیت کی تھی اس نے کہا کہ میں نے یہ نیت کی تھی کہ بیٹھ جاؤں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے چھوڑ دوں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے رات کی نماز میں قیام بہت لمبا کیا تھا اور بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے اس لیے کہ اگر آپ کا قیام دراز نہ ہوتا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی بد نیتی کا ہرگز احتمال نہ تھا پس معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں طول قیام افضل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کو بد نیت اس واسطے کہا کہ یہ بظاہر صورت مخالفت اور سوء ادبی کی ہے ورنہ نفل نماز میں امام کے پیچھے بیٹھنا جائز ہے اور اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی مخالفت بدعملوں میں داخل ہے۔

۱۰۶۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۱۰۶۸۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ رات کو تہجد کے واسطے اٹھا کرتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک سے ملا کرتے تھے۔

فائدہ: رات کی نماز میں قیام لمبا کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ثابت نہیں لیکن احتمال ہے کہ شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ترجمے کے واسطے خالی جگہ چھوڑی ہو سو کاتب نے اس حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ ملا دیا ہو اور بیاض کو حذف کر دیا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ تہجد کے واسطے کھڑے ہوتے تھے اور آپ کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ تہجد کی نماز میں آپ لمبا قیام کیا کرتے تھے اور نیز تہجد کا لفظ بھی جاگنے پر دلالت کرتا ہے تو اس حدیث سے طول قیام ثابت ہوا اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ طول قیام کو مسواک پر قیاس کیا ہو اس لیے کہ مسواک کرنے میں بطریق اولیٰ دیر ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ.

رات کی نماز کس طور سے ہے یعنی رکعتوں میں فصل کرے یا نہ کرے اور وتر ان کے ساتھ جوڑے یا نہ جوڑے اور حضرت ﷺ رات کو کتنی رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

۱۰۶۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پھر جب تو فجر ہونے سے ڈرے تو ایک رکعت سے وتر کر۔

فائدہ: اس حدیث کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور یہ کہ وتر امت کے حق میں افضل ہیں اور یہ کہ حضرت ﷺ سے فصل اور وصل دونوں ثابت ہو چکے ہیں اور مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ہے۔

۱۰۷۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى

۱۰۷۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ.

کی نماز رات میں تیرہ رکعت تھی۔

فائدہ: یہ حدیث بھی ابواب الوتر میں پہلے گزر چکی ہے اور روایتوں کے اختلاف میں تطبیق بھی مذکور ہو چکی ہے۔

۱۰۷۱ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

۱۰۷۱۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال پوچھا سو اس نے کہا کہ آپ کی نماز سات رکعتیں بھی تھیں اور نو رکعتیں بھی تھیں اور گیارہ رکعتیں بھی تھیں سوائے سنتوں فجر کے۔

۱۰۷۲ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

۱۰۷۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی تھیں۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسروق کی حدیث میں یہ ہے کہ یہ معاملہ آپ سے مختلف اوقات میں واقع ہوا ہے سو کبھی آپ سات رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی نو رکعتیں اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور قاسم کی روایت اس پر محمول ہے کہ اکثر اوقات آپ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور پانچ بابوں کے بعد آئے گا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں فجر کی ان میں داخل نہیں پس یہ حدیث قاسم کی روایت کے موافق ہے لیکن باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر میں زہری کی روایت سے آئندہ آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھتے سو یہ حدیث ظاہرا پہلی حدیث کے مخالف ہے سو احتمال ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عشاء کی دو سنتوں کو بھی تہجد کی نماز کے ساتھ ملا دیا ہو اس لیے کہ آپ ان کو گھر میں پڑھا کرتے تھے اور یا یہ وہ دو رکعتیں ہلکی نماز ہیں جو

تہجد کے شروع کے وقت پہلے پڑھ لیا کرتے تھے اور یہ دونوں وضو اور افتتاح کی سنتیں ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی ان کا اعتبار کر کے تیرہ رکعتیں کہہ دیا اور کبھی ان شروع کی سنتوں کا اعتبار نہ کیا اور گیارہ رکعتیں کہہ دیا سو یہ سب درست ہے روایت کا اختلاف فقط اعتبار کے اختلاف سے ہے درحقیقت کوئی اختلاف نہیں کہ اصل نماز آپ کی گیارہ رکعت ہے اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا اور زہری کی روایت میں ان کا ذکر کیا اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس اس وجہ سے سب مختلف حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھنی جو بعض روایتوں میں آئی ہیں تو ان میں اختلاف ہے کہ کیا یہ فجر کی سنتیں ہیں یا کہ علیحدہ نماز ہے قوی یہ بات ہے کہ وہ فجر کی سنتیں نہیں بلکہ علیحدہ نماز ہے اس واسطے کہ مسند امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت سے زیادہ وتر نہیں پڑھے اور سات رکعت سے کم نہیں پڑھے اور یہی زیادہ صحیح توجیہ ہے اور اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا اختلاف سب دفع ہو جاتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مضطرب کہا ہے لیکن یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب وجوہات اوقات متعددہ اور احوال مختلفہ پر محمول ہیں واسطے بیان اس بات کے کہ ہر طور سے یہ نماز جائز ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ جو اختلاف واقع ہوا ہے تو اس کی وجہ تطبیق بھی یہی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزری، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ مِنْ نَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو نماز پڑھنے اور سونے کا بیان یعنی آپ دونوں کام کرتے تھے کہ اس میں جسم کا حق اور اللہ کا حق دونوں ادا ہوتا ہے اور تا کہ امت کو تعلیم ہو کہ دونوں حق ادا کیا کریں اور بیان اس کا جو رات کے قیام سے منسوخ ہوا۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ رات کا قیام اول اسلام میں فرض تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اور سب مسلمانوں پر بھی آدھی رات تک یا اس سے کم قریب تہائی کے یا اس سے زیادہ قریب دو تہائی کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تمام رات کھڑے رہتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اس لیے کہ شبہ رہتا تھا کہ کتنی رات نماز پڑھی اور کتنی رات باقی رہی یہاں تک کہ اسی حال میں ایک سال گزرا اور اصحاب کو بہت تکلیف ہوئی کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ورم کر گئے سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخر سورہ مزمل کے ساتھ منسوخ کر دیا اور فرمایا کہ جس قدر میسر ہو سکے پڑھو آدھی رات یا کم وبیش کی کوئی قید نہیں لیکن ما تیسر کی فرضیت باقی رہی اور بعد اس کے پھر نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے ما تیسر کی فرضیت بھی منسوخ ہو گئی اور قیام رات کا مستحب ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کا وجوب نماز پنجگانہ سے منسوخ ہوا ہے یعنی اس میں اور نسخ کا واسطہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز ابتدا ہی سے فرض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز

حضرت ﷺ کے حق میں فرض تھی جیسا کہ بیان اس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا﴾.

اور بیان ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو رات کو یعنی نماز پڑھو مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف ہم آگے ڈالیں گے تجھ پر ایک بھاری بات البتہ اٹھنا رات کا سخت روندنا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے۔

فائدہ: غرض ان آیتوں سے یہ ہے کہ ابتدا اسلام میں رات کا قیام فرض تھا۔

وَقَوْلُهُ ﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾.

اور بیان ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا (جو پہلی آیت کے نسخ پر دلالت کرتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے یعنی اس لیے کہ مقادیر مذکورہ کا پورا یقین حاصل نہیں ہو سکتا ہے تو تم پر معافی بھیجی سو پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے جانا کہ آگے ہوں گے تم میں سے کتنے بیمار اور کتنے اور پھریں گے ملک میں ڈھونڈھتے روزی اور لڑتے اللہ کی راہ میں سو پڑھو جتنا آسان ہو اس میں سے اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی تو اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ: مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ قیام رات کا پہلے فرض تھا پھر ان آیتوں سے منسوخ ہو گیا۔ واللہ اعلم

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وَطْأً قَالَ مُوَاطَأَةُ الْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوا لِيُوَافِقُوا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نشاء (جو آیت ناشئة سے مشتق ہے) کا معنی حبشہ کی زبان میں قام ہے یعنی کھڑا ہونا اور وطاء کا معنی (جو آیت اشد وطأ میں واقع ہوا ہے) یہ ہے کہ دل اور حواس کو

قرآن کے ساتھ موافقت ہو جائے جیسے کہ بخاری نے اس کو بیان کیا کہ رات کی نماز بہت سخت موافق ہے واسطے کان نمازی کے اور اس کی آنکھ کے اور اس کے دل کے کہ رات میں دل دنیا کے شغلوں سے خالی ہوتا ہے بخلاف دن کے کہ اس میں آدمی کا دل دنیا کے شغل میں لگا رہتا ہے اور فرمایا کہ لفظ لیواطئوا (جو آیت لیواطئوا عدة ماحرم اللہ میں واقع ہوا ہے) کا معنی یہ ہے کہ موافقت کریں

۱۰۷۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ. وَأَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ.

۱۰۷۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ بعض مہینے سے روزہ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوتا کہ آپ اس سے کوئی روزہ نہ رکھیں گے اور کسی مہینے میں روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آپ کبھی روزہ نہیں کھولیں گے اور تھے کہ تو نہ چاہے کہ دیکھے ان کو رات سے نماز پڑھتے مگر کہ تو ان کو دیکھے اور تو نہ چاہے کہ ان کو رات کو سویا دیکھے مگر کہ ان کو دیکھے یعنی کبھی تو تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی کسی رات کو مطلق نہیں اٹھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کا قیام فرض نہیں اس لیے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ کبھی کبھی آپ تمام رات سوئے رہتے تھے اور رات کو تہجد کے واسطے مطلق نہیں اٹھتے تھے سو اگر اس کی فرضیت منسوخ نہ ہوتی تو آپ قیام رات کو کبھی ترک نہ کرتے پس وجہ مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قیام رات میں متفرق تھا کوئی وقت آخر یا اول رات کا معین نہیں تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قیام آخر رات میں تھا تو شاید کبھی ایسا بھی کیا ہوگا۔

بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ.

جب کوئی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان اس کے سر کی چوٹی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔

فائدہ: قافیہ سر کی پچھلی طرف کو کہتے ہیں یا چوٹی سر کو کہتے ہیں۔

۱۰۷۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

۱۰۷۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی رات کو سو جائے تو شیطان اس کے سر کے پیچھے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ کے نزدیک یہ کلام پڑھتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے پس سو رہو سو اگر وہ جاگ کر اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے سو صبح کو اٹھتا ہے خوش دل اور پاک نفس اور اگر جاگ کر اللہ کو یاد نہ کرے تو صبح کو اٹھتا ہے ناپاک نفس اور سست۔

فائدہ: مراد باب میں نماز سے عشاء کی نماز ہے اور حدیث میں بھی عشاء کی نماز سے سونا مراد ہے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان یہ فعل اس کے ساتھ کرتا ہے جو عشاء کی نماز سے پہلے سو جائے اور سو کر اس کو قضا کر دے بخلاف اس کے جو عشاء کو جماعت سے پڑھے کہ اس کے حق میں یہ وعید نہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور گرہ کے معنی میں علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد گرہ سے حقیقی گرہ ہے ایک چیز میں نزدیک قافیہ سر کے جیسے کہ جادوگر جب کسی کو سحر کرنا چاہتا ہے تو دھاگے وغیرہ میں گرہ دے کر اس پر منتر پڑھ کر پھونکتا ہے پس اس سے مسحور میں اثر ہو جاتا ہے اور اکثر اس کو عورتیں کیا کرتی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ تو کہہ میں پناہ میں آیا اللہ کی بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں پھونکیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے دل کا مضبوط کرنا ہے یعنی شیطان سونے والے کے دل میں یہ وسواس ڈالتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے سو وہ آدمی سو رہتا ہے اور اگر گرہ کے کھل جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ سونے والا اس کے وسواس کو جھوٹ جانتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے شیطان کا منع کرنا ہے ساتھ قول مذکور کے اور یا یہ کہ سونے کو اس پر بھاری اور ثقیل کر دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے مجازی معنی ہے یعنی شیطان کے فعل کو جو سونے والے سے کرتا ہے تشبیہ دی ہے ساتھ فعل ساحر کے جو مسحور کے ساتھ کرتا ہے پس مطلب یہ ہے کہ شیطان نیند کو سونے والے کے واسطے آراستہ کرتا ہے اور اچھا کر دکھلاتا ہے کہ اس کو اٹھنے کی طاقت باقی نہیں رہتی اور تین گرہوں کی اس واسطے قید لگائی کہ وہ ان کے ساتھ تین چیزوں سے روکتا ہے ذکر سے اور وضو سے اور نماز سے اور یہ جو فرمایا کہ ایک گرہ وضو سے کھل جاتی ہے سو مراد اس سے وہ شخص ہے جو لیٹ کر سو جائے اس لیے کہ لیٹ کر سونے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ فقط نماز سے

تمام گرہیں کھل جاتی ہیں تو یہ اس شخص کے حق میں ہے جو وضو کا محتاج ہو جیسے کہ مثلا کوئی بیٹھا سو جائے اور برقرار رہے پھر اٹھ کر طہارت اور ذکر سے پہلے نماز پڑھے تو فقط نماز ہی سے اس کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اس لیے کہ نماز طہارت اور ذکر دونوں کو شامل ہے اور یہ جو فرمایا کہ صبح کو اٹھتا ہے ناپاک نفس ہو کر تو یہ مذمت اسی شخص کے حق میں ہے جو نماز کو نیند میں فوت کر دے اور بالکل نہ پڑھے اور جو شخص کہ فرض نماز پڑھنے کی عادت رکھتا ہو یا رات میں نفل پڑھنے کی عادت رکھتا ہو اور اتفاقا نیند کے غلبہ سے سو جائے تو اس کے واسطے اس کی نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور یہ سونا اس پر صدقہ ہے پس اس کے حق میں یہ وعید نہیں اور نیز یہ دلالت کرتا ہے کہ پاک نفس ہونے میں تینوں امروں کا جمع کرنا ضروری ہے اور اگر بعض کو ادا کرے اور بعض کو ترک کرے تو اس سے گرہیں نہیں کھلتی ہیں بلکہ سب گرہیں فجر کو بدستور باقی رہتی ہیں اور اس کا نفس بھی ناپاک رہتا ہے اور اس حدیث میں گو رات کا ذکر آیا ہے لیکن دن کے سونے کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ نماز ٹھنڈی کرنے کے وقت سو جاتے ہیں اور یہ آپ نے وضو کو خاص کر ذکر کیا تو یہ باعتبار غالب کے ہے ورنہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اس کی گرہیں سوائے نہانے کے نہیں کھلتی ہیں اور جو شخص معذور ہو تو اس کو ایسی حالت میں وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرنا جائز ہے اور کافی ہے اور بعض کافی نہیں کہتے اور یہ جو فرمایا کہ ذکر سے ایک گرہ کھل جاتی ہے تو مراد ذکر سے عام ذکر ہے سو جس پر ذکر صادق آئے وہ کافی ہوگا اور قرآن کی تلاوت اور حدیث نبوی کا پڑھنا اور علم شرعی کے ساتھ شغل رکھنا بھی ذکر میں داخل ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو اس کے پاس شیطان نہیں آتا سو یہ حدیث مخصص ہے واسطے اس حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے، واللہ اعلم۔

۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِيْ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

۱۰۷۵۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر خواب کی حدیث کے بیان میں فرمایا کہ وہ آدمی کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جاتا ہے سو وہ مرد ہے جو قرآن کو سیکھ کر چھوڑ دے اور فرض نماز سے سو جائے یعنی سو کر اس کو قضا کر دے۔

فائدہ: ظاہر مراد اس سے عشاء اور صبح کی نماز ہے کہ سونے کے وقت پڑھی جاتی ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اس لیے کہ جب عشاء کی نماز نہ پڑھنے میں یہ عذاب ہے تو شیطان کا گرہ دینا لازم ہے۔

بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ

جب کوئی شخص سو جائے اور عشاء یا فجر کی نماز نہ پڑھے تو

فِيْ أُذُنِهِ.

شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

فائدہ: یہ باب پہلے باب سے بمنزلہ فصل کے ہے اور اس کا تعلق اس سے ظاہر ہے کما سیاتی.

۱۰۷۶ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَآئِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهِ.

۱۰۷۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کا ذکر ہوا سو کہا گیا کہ وہ ہمیشہ سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی نماز پڑھنے کو کھڑا نہ ہوا سو آپ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کیا ہے۔

فائدہ: مراد نماز سے اس حدیث میں فرض نماز ہے یا رات کی نماز ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو فرض نماز سے سو جائے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی پہلے باب سے اور گرہوں کی حدیث کے ایک طریق میں کان میں پیشاب کرنے کا ذکر بھی آیا ہے پس مطابقت حدیث کی پہلے باب سے ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے تو اس کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی شیطان اس کے کان میں حقیقتاً پیشاب کر دیتا ہے قرطبی نے کہا کہ یہ حمل محال نہیں اس لیے کہ حدیثوں میں ثابت ہو چکا ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے اور جماع کرتا ہے سو اس طرح پیشاب کرنا بھی ممکن ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جو شخص نماز سے سو جائے شیطان اس کے کان کو بند کر دیتا ہے تا کہ ذکر حق نہ سن سکے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد پیشاب سے جھوٹی باتیں اور اباطیل ہیں یعنی شیطان اباطیل سے اس کے کان بھر دیتا ہے اور لغو اور بیہودہ باتوں سے اس کے کان بھاری اور ثقیل ہو جاتے ہیں پس دعوت حق کو نہیں سن سکتا دین سے محروم رہتا ہے اور بعض کچھ اور معنی بھی کرتے ہیں لیکن حاصل سب کا یہی ہے کہ شیطان کا قابو اس پر پورا ہو جاتا ہے کہ اس پر خواب کو غالب کر دیتا ہے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور تخصیص کان کی اس واسطے کی ہے کہ وہ جاگنے کی حس ہے کہ اکثر جاگنا آواز سننے سے ہوتا ہے اور تخصیص پیشاب کی اس واسطے کی کہ وہ رگوں میں جلدی سرایت کر جاتا ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُوْنَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾.

پچھلی رات میں دعا اور نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان اور اللہ نے (مومنوں کی شان میں) فرمایا کہ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور یھجعون کا معنی ینامون ہے اور بعض اس کا یہ معنی کرتے ہیں کہ وہ رات کو صبح تک سوتے نہیں تھے۔

١٠٧٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهٗ.

۱۰۷۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اترتا ہے ہمارا رب ہر رات کو پہلے آسمان تک جب کہ پچھلی تہائی رات کی باقی رہتی ہے تو فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا مانگتا ہے؟ تا کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون مجھ سے سوال کرتا ہے؟ تا کہ میں اس کو دوں کون مجھ سے گناہ بخشواتا ہے؟ کہ میں اس کے گناہ بخشوں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھلی رات کا وقت نہایت مقبول ہے اس میں استغفار اور دعا کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور نیز اس حدیث کے ایک طریق میں نماز کا ذکر بھی آ گیا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ رات کو پہلے آسمان تک اترتا ہے تو اس کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے فتح الباری میں فرمایا کہ بعض اس کو ظاہر اور حقیقت پر محمول کرتے ہیں اور وہ مشتبہ فرقہ ہے اللہ پاک ہے ان کے قول سے اور بعض کہتے ہیں کہ صفات کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں سب کی سب غلط ہیں یہ قول خوارج اور معتزلہ کا ہے لیکن یہ محض مکابرہ اور جہالت ہے اور عجب یہ ہے کہ جو قرآن میں اس قسم کی آیتیں آئی ہیں ان کی وہ تاویل کرتے ہیں اور اس قسم کی حدیثوں کو غلط کہتے ہیں یہ جہالت اور عناد ہے اور بعض اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور مجمل طور سے اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ صفات کا مسئلہ جس طرح پر کہ ظاہر قرآن وحدیث میں آیا ہے اسی طرح حق ہے اس کے ظاہر پر ہم ایمان لائیں لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت اللہ کو معلوم ہے ہم اس کو نہیں جانتے کہ نزول کی کیا کیفیت ہے یہ قول جمہور سلف کا ہے اور امام بیہقی وغیرہ نے کہا کہ ائمہ اربعہ اور سفیانین اور حمادین اور اوزاعی اور لیث وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے اور بعض لوگ کچھ اور تاویلیں بھی کرتے ہیں لیکن بیہقی نے کہا کہ سب اقوال میں صحیح اور سالم قول یہی ہے کہ اس کے ساتھ مجمل طور سے بلا کیف ایمان لائے اور اس کی مراد اور معنی سے سکوت کرے اور خاموش رہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ سب کا اتفاق ہے اس پر کہ اس کی کوئی تاویل معین واجب نہیں پس اس وقت تفویض (یعنی اس کے معنی کو اللہ کے حوالے کرنا) بہت سالم ہے اور ابن عربی نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ کا حکم اترتا ہے اور یا مراد اجابت اور رحمت ہے یعنی اللہ ان پر رحمت کرتا ہے اور ان کی دعا قبول کرتا ہے اور صفت غضب سے صفت رحمت کی طرف انتقال کرتا ہے اور مفصل بیان اس کا کتاب التوحید میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ اللہ کے واسطے جہت علو ثابت ہے یعنی اللہ بلندی کی

طرف میں ہے لیکن جمہور علماء اس معنی سے انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ جگہ کو مستلزم ہے اور اللہ جگہ سے پاک ہے اور اس روایت میں پچھلی تہائی رات کا ذکر ہے اور ایک روایت میں پہلی تہائی کا ذکر ہے اور ایک روایت میں نصف اور ثلث میں شک ہے اور ایک روایت میں صرف نصف کا ذکر آیا ہے اور ایک روایت میں مطلق رات کا ذکر آیا ہے سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے کہ یہ نزول باعتبار اختلاف احوال کے مختلف واقع ہوتا ہے اس لیے کہ رات کے اوقات باعتبار زمانے اور ملکوں کے مختلف ہیں کہ کسی ملک میں رات پہلے پڑتی ہے اور کسی ملک میں پیچھے پڑتی ہے اور یا ان سب وقتوں میں نزول ہوتا ہے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اسمیں بندگی کی ترغیب ہے اور یہ کہ اس پر بڑا ثواب ہے اور یہ کہ پچھلی رات کی نماز کو پہلی رات کی نماز پر فضیلت ہے اور یہ کہ وتر کو تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ اسی کے حق میں ہے جو پچھلی رات کو اٹھنے کی امید رکھتا ہے اور یہ کہ دعا اور توبہ کے واسطے پچھلی رات افضل ہے اور یہ کہ اس وقت میں دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ اس وقت بہت لوگ دعا کرتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی پھر دعا کا قبول ہونا کس طرح تسلیم کیا جائے سو جواب اس کا یہ ہے کہ دعا کے واسطے شرط ہے کہ کھانے اور پینے اور پہننے میں پرہیز کرے سو جس کی دعا قبول نہیں ہوتی ضروری ہے کہ اس نے اس کی شرط میں کوئی خلل ڈالا ہوگا یا دعا میں جلدی کی ہوگی اور یا گناہ اور قطع رحمی کے واسطے دعا کی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کے واسطے وجود مطلوب کو مؤخر کر دیا ہوگا پس اس سے دعا کا نہ قبول ہونا لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم

بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا اٰخِرَهٗ.

جو شخص پہلی رات کو سو جائے اور پچھلی رات کو زندہ کرے یعنی جاگ کر عبادت کرے تو اس کے واسطے بہت فضیلت ہے۔

فائدہ: چونکہ رات سونے کا وقت ہے اور سونا موت کے حکم میں ہے واسطے تعطیل عبادت کے تو گویا یہ زمانہ بھی مردہ ہے تو اب اس میں عبادت کرنی گویا اس کو زندہ کرنا ہے۔

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سو رہو یعنی اول رات میں سو جب پچھلی رات ہوئی تو کہا کہ اب کھڑا ہو اور نماز پڑھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا سلمان رضی اللہ عنہ نے۔

فائدہ: یہ حدیث پورے طور سے آئندہ آئے گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو آپس میں بھائی بنا دیا پھر ایک دن سلمان رضی اللہ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو گئے جب رات ہوئی تو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اول شب سے

عبادت کے واسطے کھڑے ہوں تب سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی کہ اول شب کو سویا کر اور پچھلی رات کو عبادت کیا کر کہ اپنے جسم اور اہل کا حق بھی تجھ پر واجب ہے سو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۰۷۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهُ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

۱۰۷۸۔ حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کس طور سے تھی؟ سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں سویا کرتے تھے اور پچھلی رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے پھر اپنے بچھونے کی طرف پلٹ جاتے تھے سو جب مؤذن فجر کی اذان کہتا تو اس وقت کھڑے ہوتے تھے سو اگر آپ کو نہانے کی حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول شب میں سونے اور پچھلی رات میں جاگنے کا بڑا ثواب ہے کہ آپ پہلی رات کو سوتے تھے اور پچھلی رات کو جاگتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کو نہانے کی حاجت ہو اور بے غسل کے سو جائے تو جائز ہے۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان وغیرہ میں رات کو نماز پڑھنے کا بیان۔

۱۰۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ

۱۰۷۹۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان کے مہینے میں کتنی رکعتیں تھی؟ سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں سو پہلے چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی خوبی اور درازی کا حال کچھ نہ پوچھ کہ نہایت تک تھی اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں بیان کرنے سے سمجھ نہیں آ سکتیں پھر چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی خوبی اور درازی کا حال کچھ نہ پوچھ پھر تین رکعتیں پڑھتے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا) سو میں نے

وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

عرض کیا کہ یا حضرت! کیا آپ سو جاتے ہو وتر پڑھنے سے پہلے یعنی خوف ہے کہ غلبے نیند سے فجر ہو جائے اور وتر فوت ہو جائیں سو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

فائدہ: یعنی میرا دل جاگتا رہتا ہے پس مجھ کو وتر کے فوت ہونے کا خوف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وتر سے پہلے سونا مکروہ ہے مگر جس کو اٹھنے کا یقین ہو اس کو وتر سے پہلے سونا جائز ہے گو بیداری دل کی حضرت ﷺ کا خاصہ ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ حضرت ﷺ کی نماز تمام سال میں برابر تھی پس یہ حدیث اصل ہے رات کی نماز کی رکعتوں کی گنتی اور شمار میں اور اس پر اعتبار ہے جمہور علماء کا کہ حضرت ﷺ نے سوائے ان گیارہ رکعتوں کے اور نماز کبھی نہیں پڑھی سوائے ان دو رکعتوں کے جن کا ذکر اوپر گزرا اور صحیحین میں ہے کہ حضرت ﷺ رمضان میں تمام رات جاگتے رہتے تھے اور مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ رمضان کے اخیر دس راتوں میں تمام سال سے زیادہ کوشش کرتے تھے سو مراد اس سے ارکان نماز اور قیام کا طول کرنا ہے نہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اور جو حدیث کے باب تحريض النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزر چکی ہے کہ آپ نے تین رات لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھائی پھر چوتھی رات کو فرضیت کے خوف سے باہر نہ آئے...... الخ سو یہ حدیث بھی نماز تہجد پر محمول ہے جس کو آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث رکعتوں کے بیان میں مجمل ہے اور یہ حدیث اس باب میں اس کی مفسر ہے او رحضرت ﷺ کا رمضان میں تراویح کو تہجد سے علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں یعنی یہی گیارہ رکعتیں آپ کی تہجد تھی اور یہی تراویح کی نماز تھی اس کے سوا آپ نے اور کوئی نماز نہیں پڑھی نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں وسیاتی مزید ذلك فی کتاب التراویح انشاء اللہ تعالٰی.

فائدہ: تہجد اور تراویح کی نماز ایک چیز ہے۔

١٠٨٠ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ أَوْ

١٠٨٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو رات کی نماز سے کوئی چیز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ جب آپ کی عمر بڑی ہوگئی تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی سو جب سورت سے کچھ چیز باقی رہتی یعنی تیس آیتیں یا چالیس آیتیں تو کھڑے ہوتے اور ان کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

أَرْبَعُوْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

فائدہ: اشہب اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ اگر نفلوں کو بیٹھ کر شروع کرے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرے اور اگر ان کو کھڑے ہو کر شروع کرے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے کہ بغیر اس کے نماز درست نہیں سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اور مسلم میں جو حدیث آئی ہے کہ اگر کھڑے ہو کر قرأت کرے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے اور اگر بیٹھ کر قرأت پڑھے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرے سو یہ اس حدیث کی معارض نہیں بلکہ دونوں طرح سے جائز ہے باعتبار نشاط اور عدم نشاط کے اور یا یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب کہ تمام قراءت بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر پڑھے اور پہلی حدیث محمول ہے اس حالت پر جب کہ بعض قراءت بیٹھ کر پڑھے اور بعض کو کھڑے ہو کر پڑھے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی۔ واللہ اعلم

بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.

رات اور دن میں ہر وقت باوضو رہنے کی فضیلت کا بیان

فائدہ: یہ مسئلہ باب کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتا مگر شاید کہ یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو ترمذی اور ابن خزیمہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں کبھی بے وضو نہیں ہوا مگر کہ میں نے وضو کیا اور کبھی وضو نہیں کیا مگر کہ میں نے اس وقت دو رکعتیں نماز پڑھی۔

وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.

اور ہر وقت ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١٠٨١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجٰى عِنْدِيْ أَنِّيْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ أَنْ أُصَلِّيَ.

١٠٨١ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! بتلا دے مجھ کو بڑے فائدے کا امیدواری والا عمل جو تو نے اسلام میں اپنے نزدیک کیا ہے یعنی تیرے نزدیک سب اعمال سے زیادہ تر نفع کی امید کس عمل پر ہے اس واسطے کہ میں نے تیرے دونوں جوتوں کی آہٹ بہشت میں اپنے آگے سنی بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسلام میں کوئی عمل نہیں کیا اپنے نزدیک اس سے زیادہ تر نفع کی امید والا کہ جب میں نے رات اور دن کی کسی ساعت میں پورا وضو کیا تو اس وضو سے نماز ضرور پڑھی جو اللہ نے میری قسمت میں نماز پڑھنا لکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحیۃ الوضو کی نماز کی بڑی فضیلت ہے ہر وضو کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھا کرے تا کہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو

اس واسطے پوچھا تا کہ بلال رضی اللہ عنہ اس کو ہمیشہ پڑھا کریں اور غیروں کو سن کر تحیۃ الوضوء کے پڑھنے کا شوق ہو اور مراد عملوں سے یہاں نفلی نمازیں ہیں اس لیے کہ فرض نفلوں سے قطعا افضل ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ پوشیدہ عمل پر بندے کو بڑا ثواب دیتا ہے اور یہ کہ صالحین سے زیادہ تر نفع والے عملوں کا پوچھنا جائز ہے کہ ان کی اقتدا کی جائے اور یہ کے استاد کو اپنے شاگرد کا عمل پوچھنا جائز ہے کہ اگر بہتر ہو تو اس کو ترغیب دلائے ورنہ اس کو منع کرے اور یہ کہ مستحب ہے کہ آدمی ہر وقت باوضو رہے کہ اس کا بدلہ بہشت ہے اس لیے کہ جب آدمی ہر وقت پاک رہے تو سونے کے وقت بھی پاک ہوگا اور جو پاکی سے سوئے اس کا روح آسمانوں پر چڑھ جاتا ہے اور عرش کے نیچے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اوقات مکروہ میں تحیۃ الوضوء کا پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ ترمذی وغیرہ کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت میں ایسا کیا کرتے تھے خواہ کوئی وقت ہوتا اور یہ جو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں نے تیرے جوتوں کی آہٹ بہشت میں سنی تو یہ قصہ خواب کا ہے کہ آپ نے یہ معاملہ خواب میں دیکھا تھا جیسے کہ آئندہ مناقب میں آئے گا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ بہشت میں داخل ہوا ہوں سو میں نے جوتے کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہے...... الخ اور چونکہ خواب نبیوں کے حق ہیں تو اس سے بلال رضی اللہ عنہ کے واسطے فضیلت ثابت ہوگئی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلال رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہشت میں داخل ہوا اس لیے کہ وہ خادم ہے اور گویا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے بلال رضی اللہ عنہ کو زندگی میں آپ سے قربت حاصل تھی ویسے ہی آخرت میں بھی اس کو آپ سے قربت حاصل ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب اس کو اس عمل کے سبب سے حاصل ہوا اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے بہشت میں نہیں جائے گا بلکہ اللہ کی رحمت سے جائے گا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عمل بھی اس کی رحمت میں داخل ہے اگر اللہ کی رحمت نہ ہو تو بندہ نیک عمل نہیں کر سکتا ہے اور یا یہ ہے کہ اصل دخول جنت میں اللہ کی رحمت سے ہے اور درجوں کی تقسیم عملوں کے سبب سے ہے یعنی درجے باعتبار عملوں کے ملیں گے اور اگر کوئی کہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ موت سے پہلے کوئی بہشت میں داخل نہیں ہوگا اور معراج کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ بہشت میں داخل ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ انبیاء اس نفی میں داخل نہیں ہیں بلکہ اس نفی کے عموم سے مخصوص ہیں اور یا وہ نفی مخصوص ہے ساتھ اس شخص کے جو دنیا سے نکل کر عالم ملکوت میں داخل ہو جائے یعنی یہ شخص اس نفی سے مخصوص ہے پس آپ کا معراج کی رات کو بہشت میں داخل ہونا اس کے معارض نہیں، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ.

عبادت میں سختی کرنی مکروہ ہے یعنی سخت عبادت کو اختیار کرنا اور عبادت میں کثرت کرنی مکروہ ہے کہ اس سے آدمی تھک جاتا ہے اور فرض عبادت بھی چھوٹ جاتی ہے

١٠٨٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

١٠٨٢ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے سو ناگہاں آپ نے دو کھنبوں (ستونوں) کے درمیان رسی لٹکی دیکھی سو پوچھا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے کہ جب تہجد کی نماز میں ست ہو جاتی ہیں تو اس کو تھام لیتی ہیں' سو فرمایا کہ ایسا نہیں چاہیے اس کو کھول ڈالو اور چاہیے کہ نماز پڑھا کرے ہر شخص جب تک کہ خوش دل اور چست رہے پھر جب کاہل یا ست ہو جائے تو چاہیے کہ بیٹھ جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں آدمی ایسی کثرت نہ کرے جو اس کو تھکا دے اور ملال میں ڈالے کہ وہ منع ہے بلکہ اس میں میانہ روی اختیار کرے افراط وتفریط سے بچے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر کام کو ہاتھ اور زبان سے دور کرنا لازم ہے اور یہ کہ عورتوں کو مسجد میں نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ نماز میں رسی کو تھامنا مکروہ ہے۔

١٠٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِّنْ بَنِيْ أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا.

١٠٨٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے سو پوچھا کہ یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہ فلانی عورت ہے جو رات کو نہیں سوتی سو اس کی نماز کا ذکر کیا گیا یعنی تمام رات عبادت کرتی ہے سو آپ نے فرمایا کہ باز رہو اس تعریف سے کہ تمام رات عبادت کرنی مدح کے لائق نہیں بلکہ اپنے اوپر ایسے عمل لازم پکڑو جن کو تم کر سکو اس واسطے کہ اللہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم تھک جاؤ۔

فائدہ: شاید یہ وہی عورت ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں گزرا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل عبادت اس وقت تک بہتر ہے کہ خوشی سے ادا ہو اور اس میں جی لگا رہے کہ اللہ ثواب اور رحمت کو نہیں کاٹتا جب تک تم کو ملال اور ماندگی عبادت میں نہ ہو یعنی جب تک عبادت کرتا رہے تب تک ثواب ملتا ہے اور جب تھک کر عبادت چھوٹ گئی تو ثواب بھی نہ ملے گا تو اللہ کے تھک جانے سے مراد ثواب کا نہ دینا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو تمام رات عبادت کرنا درست ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ.

جو شخص رات کو ہمیشہ عبادت کیا کرتا ہو اس کو رات کی عبادت بالکل ترک کر دینی مکروہ ہے کہ اس کے سبب آدمی خیر کثیر اور ثواب عظیم سے محروم رہتا ہے اور اللہ سے اعراض لازم آتا ہے۔

١٠٨٤ ـ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح و حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِيْنَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ مِثْلَهُ بِهٰذَا وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

١٠٨٤۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ اے عبداللہ! تو نہ ہو فلاں کی طرح کہ وہ رات کو اٹھا کرتا تھا پھر اس نے رات کا اٹھنا چھوڑ دیا یعنی تہجد کی نماز کو ترک کر دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نفلی عبادت خواہ نماز ہو خواہ روزہ خواہ وظیفہ شروع کرے تو اس کو ہمیشہ کرے کبھی کرنا کبھی چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ ایسی عبادت کا اثر دل میں خوب نہیں جمتا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی نماز واجب نہیں اس لیے کہ اگر واجب ہوتی تو آپ اس کی نہایت مذمت کرتے اور یہ کہ کسی آدمی کا عیب اس کے سامنے بیان کرنا جائز ہے جب کہ اس سے منع کرنا مقصود ہو اور یہ کہ آدمی جس عمل کی عادت رکھتا ہے مستحب ہے کہ اس کو ہمیشہ کرے اس میں قصور نہ کرے اور یہ کہ عبادت کو قطع کرنا مکروہ ہے گو وہ واجب نہ ہو۔

بَابٌ. یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب پہلے باب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے وہ ترجمہ سے خالی ہے اور تعلق اس کا پہلے باب سے ظاہر ہے اور گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ پہلی حدیث کا متن اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، کما سیاتی.

١٠٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ قُلْتُ إِنِّيْ أَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ.

١٠٨٥۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ کیا مجھ کو خبر نہیں ہوئی کہ تو تمام رات بھر نماز پڑھا کرتا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہے اور کبھی افطار نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا میں بے شک کرتا ہوں فرمایا کہ اگر تو ایسا ہی کرے گا تو تیری دونوں آنکھیں اندر گھس جائیں گی اور نظر کم ہو جائے گی اور تیری جان سست اور ضعیف ہو جائے گی اور تیرے نفس کا حصہ ہے اور تیری بیوی کا حصہ ہے سو کبھی روزہ رکھا کر اور کبھی نہ رکھا کر اور کچھ رات نماز پڑھا کر اور کچھ رات سویا کر۔

فائدہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی نہایت عابد مرد تھے انہوں نے نکاح کیا تھا شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے بیوی کی خبر نہ ہوتی تھی کہ ایک دن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے باپ کے گھر میں آئے تو انہوں نے بہو کو دیکھا کہ پرانے میلے کپڑے پہنے ہے اس کا سبب پوچھا اس عورت نے کہا کہ میرا خاوند مجھ سے خبردار نہیں ہوتا شب و روز عبادت میں مشغول رہتا ہے تو ان کے باپ نے عبداللہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تب آپ نے یہ حدیث فرمائی یعنی تو ایسی عبادت کرتا ہے کہ اپنی جان اور بیوی کا حق ضائع کرتا ہے جان کا حق یہ کہ اس کو کھانا پینا دے اور سونے سے اس کو آرام پہنچائے اور بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کی خبر لے اور اس سے خوش طبعی کرے اور صحبت کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں اعتدال اور توسط اللہ کو پسند ہے اتنی زیادتی بھی بہتر نہیں کہ اور حقوق فوت ہو جائیں اور اتنا قصور بھی اچھا نہیں کہ آدمی جانور کی طرح جماع اور خواب خوری میں مشغول رہے اور عبادت سے غافل ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک کام کی نیت ظاہر کرنی درست ہے اور یہ کہ امام اپنی رعیت کا حال دریافت کرتا رہے اور ان کو نیک کام بتلاتا رہے اور یہ کہ عبادت میں واجبات کو مستحبات پر مقدم کرے اور اس میں ترغیب ہے کہ آدمی عبادت ہمیشہ کرتا رہے مگر میانہ روی اختیار کرے تشدد نہ کرے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى. جو شخص رات کو سونے سے جاگ کر نماز پڑھے تو اس کے لیے بڑی فضیلت ہے۔

١٠٨٦ ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُنَادَةُ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ حَدَّثَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ أَوْ دَعَا اسْتُجِيْبَ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ.

١٠٨٦۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سونے سے جاگ کر لا اله الا الله سے اللهم اغفرلی تک پڑھے اور کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو گی اور اگر وضو کر کے تہجد کی نماز بھی پڑھے تو نماز بھی اس وقت نہایت مقبول ہو گی اور لا اله الا الله سے آخر تک کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا سب ملک ہے اور اسی کو سب تعریفیں ہیں اور وہ سب چیز کر سکتا ہے سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں پاک ہے سب عیبوں سے اور سب سے بڑا ہے بغیر اس کی مدد کے نہ گناہ سے بچاؤ ہے اور نہ بندگی کی طاقت اس کے بعد یوں کہے اے میرے اللہ مجھ کو بخش دے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد قبول ہونے سے اس حدیث میں وہ چیز ہے جو صحت پر زیادہ ہے یعنی جس کی نماز قبول ہوئی وہ عذاب سے محفوظ رہے گا پس معلوم ہوا کہ رات کی نماز کو عذاب سے بچانے کی تاثیر ہے پس اس کی فضیلت ثابت ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١٠٨٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِيْ سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِيْ قَصَصِهِ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا بِهِ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهُ عَنْ

١٠٨٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بھائی یعنی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری فحش اور جھوٹ نہیں کہتا ہے یعنی یہ شعر جو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہے ہیں سچ ہیں جھوٹ نہیں اور ان شعروں کا معنی یہ ہے کہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب پڑھتے ہیں جب کہ پھٹ جائے صبح کی روشنی یعنی فجر کے وقت آپ قرآن وغیرہ پڑھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں آپ نے ہم کو سیدھی راہ بتلائی گمراہی سے پیچھے سو ہمارے دل آپ کے ساتھ یقین رکھتے ہیں کہ جو آپ نے فرمایا بے شک ہونے والا ہے رات کاٹتے ہیں اس حال میں کہ اپنے پہلو کو بچھونے سے دور رکھتے

فِرَاشِهٖ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ تَابَعَهٗ عُقَيْلٌ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ہیں جب کہ بچھونے مشرکین سے بھاری ہوتے ہیں یعنی خواب میں ہوتے ہیں ہیثم نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اپنے وعظ میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

فائدہ: اخیر شعر سے معلوم ہوا کہ آپ رات کو جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١٠٨٨ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِيْ قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ فَكَأَنِّيْ لَا أُرِيْدُ مَكَانًا مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِيْ أَرَادَا أَنْ يَّذْهَبَا بِيْ إِلَى النَّارِ فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ خَلِّيَا عَنْهُ فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى رُؤْيَايَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَكَانُوْا لَا يَزَالُوْنَ يَقُصُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

١٠٨٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواب دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے سو گویا کہ میں بہشت میں جس جگہ جانے کا ارادہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا مجھ کو وہیں اڑا لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ گویا دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلے سو ایک فرشتہ ان کو آگے سے آ ملا سو اس نے مجھ سے کہا کہ تو مت ڈر اور ان کو کہا کہ اس کو چھوڑ دو سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے میری خواب میں سے ایک خواب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا مرد ہے اگر رات کو تہجد بھی پڑھتا ہو سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس خواب کے بعد رات کو ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے اور رات میں کم سویا کرتے تھے اور ہمیشہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابیں بیان کیا کرتے تھے کہ شب قدر رمضان کی پچھلی دس راتوں سے ساتویں رات میں ہے سو آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تمہاری خوابوں کے موافق پڑ گئی ہیں پچھلی دس راتوں میں سو جو شخص کہ شب قدر کا تلاش کرنے والا ہے سو پچھلی دس راتوں میں تلاش کرے۔

فائدہ: حضرت ﷺ کے اصحاب نے شب قدر کو خواب میں دیکھا کسی نے اکیسویں کسی نے تیئیسویں کسی نے پچیسویں تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی یعنی شب قدر رمضان کے پچھلے دہاکے کی طاق راتوں میں ضرور ہے جس کو شوق ہو تلاش کرے یعنی سب طاق راتوں میں بیدار رہے اور عبادت کرے کہ ان میں آخر کوئی نہ کوئی تو ضرور ہو گی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کو دوزخ سے بچانے کی بڑی تاثیر ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی دو سنتوں پر ہمیشگی کرنے کا بیان یعنی حضرت ﷺ ان کو ہمیشہ پڑھتے رہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔

١٠٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَّرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآئَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا.

١٠٨٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آٹھ رکعتیں نماز پڑھی اور پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں یعنی فجر کی دو سنتیں پڑھیں اور آپ ان کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھا کرے کبھی ترک نہ کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ فجر کی سنتیں واجب ہیں یہ قول حسن بصری کا ہے اور یہی منقول ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور بعض فقہاء نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ان کو بے عذر بیٹھے پڑھے تو جائز نہیں ہے۔

بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی دو سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنے کا بیان۔

فائدہ: فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فرض ہے اگر نہ لیٹے تو فرض باطل ہو جاتے ہیں خواہ عمداً ترک کرے یا بھول سے کرے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بدعت اور مکروہ ہے یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے لیکن قول یہ بھی مردود ہے اس لیے کہ بہت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ اس کو ہمیشہ کرتے رہے جیسا کہ باب کی حدیث میں مذکور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر کی

سنتوں کے بعد لیٹنا سنت نہیں فقط آرام کے واسطے تھا یہ قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہتے ہیں کہ یہ لیٹنا واسطے دفع کرنے سستی اور کاہلی کے تھا جو آپ کو تہجد کی نماز سے عارض ہوتی تھی پس اس صورت میں اضطجاع خاص تہجد پڑھنے والے ہی کو مستحب ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فرض اور سنت میں فاصلہ کرنے کے واسطے ہیں پس اس صورت میں ہر آدمی کو مستحب ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ سنت اور مستحب ہے یہ قول ابو موسیٰ اور رافع بن خدیج اور انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور یہی قول ہے قاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر اور خارجہ بن یزید اور عبید اللہ اور سلیمان بن یسار اور سعید بن مسیب اور ابن سیرین رحمہم اللہ علیہم وغیرہ فقہاء سبعہ اور تابعین کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیہ کا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ترک کرے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مختار یہی قول ہے کہ وہ سنت ہے واسطے ظاہر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے۔

١٠٩٠ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

۱۰۹۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھتے تھے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا سنت ہے اور ابو داؤد میں ہے کہ جب کوئی فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھے تو چاہیے کہ لیٹ جائے اپنے دائیں پہلو پر سو مروان نے کہا کہ ہم میں سے کسی کو مسجد میں کئی قدم چلنا کفایت نہیں کرتا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اضطجاع کے بدلے چلنا کفایت نہیں کرتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس چیز کے ساتھ فصل ہو جائے اس سے سنت ادا ہو جاتی ہے خواہ کلام ہو خواہ چلنے وغیرہ سے اور حنفیہ جو اس کو سنت نہیں کہتے ہیں تو وہ اس پر کئی دلیلیں بیان کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی یہ قول ابراہیم نخعی کا ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا شیطان کا لیٹنا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محمول ہے اس پر کہ اس کو یہ حدیث نہیں پہنچی ورنہ بعد صحت حدیث کے کسی کو کوئی عذر باقی نہیں رہتا اور نیز اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قول صحابی کا حجت نہیں اور قول تابعی کا بطریق اولیٰ حجت نہیں ہوگا اور دوسری دلیل یہ ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے سو وہ بھی اس پر محمول ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے وجوب کے منکر تھے نہ استحباب کے چنانچہ ان کی اخیر کلام یہ ہے کہ جب سلام پھیرے تو فصل ہو گیا۔ اور تیسری دلیل ان کی یہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بدعت ہے سو

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بھی اسی پر محمول ہے کہ ان کو اضطجاع کی حدیث نہیں پہنچی کذا قاله فی الفتح اور نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف بھی مروی ہے جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے اور نیز اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کیا جائے تو اس سے لازم آئے کہ اضطجاع کو بدعت کہا جائے حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں اور چوتھی دلیل اس کی یہ ہے جو ابن عسال سے روایت ہے کہ آپ نے فجر کی سنتوں سے پہلے اضطجاع کیا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے پہلے بھی کیا ہے اور پیچھے بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ اگر اضطجاع سنت ہوتا تو سنت سے پہلے کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور قاضی نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو ترجیح ہے سو جواب اس کے تین ہیں اول یہ ہے جو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ جب تطبیق ممکن ہو تو بعض حدیثوں کو رد کرنا جائز نہیں اور یہاں تطبیق دو طور سے ممکن ہے اول یہ ہے کہ آپ پہلے بھی اضطجاع کرتے تھے اور پیچھے بھی کرتے تھے یعنی دونوں طرح سے جائز ہے اور دوم یہ کہ آپ نے کبھی کبھی بیان جواز کے واسطے اس کو چھوڑ دیا ہوگا اس غرض سے کہ اس کا ترک کرنا بھی جائز ہے اس سے اس کا نہ مستحب ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ وہ واجب نہیں سو اس کے ہم بھی قائل ہیں اور دوم جو کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ آپ رات کی نماز اور فجر کی نماز کے درمیان سوئے سو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ آپ نے اس رات میں سنتوں کے بعد اضطجاع نہیں کیا سو یہ دلیل ہوگی اس بات کی کہ اضطجاع واجب نہیں پس اس کا نہ مستحب ہونا اس سے لازم نہیں آتا۔ اور سوم یہ کہ فجر کی سنتوں کے پہلے اضطجاع کرنے کی روایت کا راجح ہونا مسلم نہیں بلکہ پچھلے اضطجاع کی روایت راجح ہے اس لیے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے روایت کی ہے اور عروہ سے زہری اور معمر اور یونس اور عمرو بن حارث اور اوزاعی اور ابن ابی ذئب اور شعیب نے روایت کی ہے یعنی یہ سب لوگ عروہ کے شاگرد ہیں یہ حدیث انہوں نے عروہ سے پڑھی ہے اور پھر جو لوگ پچھلے اس کو زہری سے روایت کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کسی میں پچھلے اضطجاع کا ذکر ہے اور کسی میں نہیں اور جو لوگ باقی چھ محدثوں سے یہ روایت کرتے ہیں اس میں مطلق کچھ اختلاف نہیں وہ لفظ فقط یہی ہیں کہ **كان اذا طلع الفجر صلى ركعتين خفيفتين ثم اضطجع على شقه الايمن وهذه الرواية اتفق عليهما الشيخان كذا فى النيل** اور بیہقی نے لکھا ہے کہ **العدد اولى بالحفظ من الواحد** پس بہت لوگوں کی روایت کو ایک شخص کی روایت پر ترجیح دی جائے گی اس لیے کہ بہت متعدد لوگوں اور جماعت کثیرہ کی یادداشت ایک آدمی سے زیادہ ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اضطجاع کرنے کی روایت کو ترجیح ہے پس ثابت ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اضطجاع کرنا سنت ہے اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اور شیخ عبدالحق نے لمعات میں لکھا ہے کہ مختار مذہب یہی ہے جس کی طرف جمہور علماء گئے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا سنت ہے، انتهى **والله اعلم بالصواب.**

بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ.

فجر کی سنتوں کے بعد بات چیت کرنا اور نہ لیٹنا جائز ہے۔

فائدہ: غرض اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ اضطجاع واسطے فصل کے تھا کہ فرض اور سنت میں فرق ہو جائے یعنی فصل کے واسطے اضطجاع مقرر نہیں بلکہ آپ نے کبھی کبھی بات چیت سے بھی فصل کیا ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ غرض اس سے یہ ہے کہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں کی بلکہ کبھی کبھی اس کو ترک بھی کیا ہے پس اس صورت میں اس کے وجوب کی نفی ہو جائے گی اور سنیت ثابت ہو جائے گی۔

١٠٩١ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤَذَّنَ بِالصَّلَاةِ.

١٠٩١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھتے تو ان کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے ورنہ لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ فجر کی نماز کی اذان کہی جاتی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنی جائز ہے اور یہ کہ آپ نے اضطجاع پر ہمیشگی نہیں کی پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ کا کلام کرنا سنتوں سے پہلے تھا سو یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ آپ نے دونوں وقت میں کلام کی ہوگی یا کبھی پہلے کی ہوگی اور کبھی پیچھے کی ہوگی، واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَدِيثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی سنتوں کے بعد بات چیت کرنے کا بیان۔

فائدہ: فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان کلام کرنے میں علماء کو اختلاف ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ان کے درمیان کلام کرنی جائز ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابھی آتی ہے اور کوفہ والے کہتے ہیں کہ کلام کرنی مکروہ ہے لیکن کہتے ہیں کہ فضول کلام سے سنتوں کا دہرانا واجب نہیں اور بعض کہتے ہیں جو فضول کلام ہو وہ مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یہ قول احمد اور اسحاق کا ہے۔

١٠٩٢ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

١٠٩٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت ﷺ فجر کی سنتیں پڑھتے تھے سو بعد ان کے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے ورنہ لیٹ جاتے تھے۔

فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتَي الْفَجْرِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بات چیت کرنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَي الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا.

فجر کی سنتوں کی حفاظت کرنے کا بیان یعنی ان پر حفاظت کرنے اور ان کو ترک نہ کرے اور ان کے نفل نام رکھنے کا بیان یعنی باوجود اس محافظت کے نفل ہیں واجب نہیں

١٠٩٣ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَي الْفَجْرِ.

١٠٩٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی سنتوں سے زیادہ تر محافظت کسی پر نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود اتنی محافظت کے بھی یہ سنتیں نفل میں داخل ہیں اور ان کو نفل کہنا درست ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَي الْفَجْرِ.

فجر کی سنتوں میں قرآن پڑھنے کا بیان یعنی فرضوں کی طرح ان میں بھی قرآن پڑھنا واجب ہے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ فجر کی سنتوں میں مطلق کچھ نہ پڑھا جائے نہ الحمد اور نہ کوئی اور سورت سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ قول مردود ہے ان میں قرآن پڑھنا واجب ہے ساتھ دلیل حدیث باب کے اور ساتھ عموم حدیث (لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب) کے۔

١٠٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

١٠٩٤۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھتے۔

بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

۱۰۹۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ.

۱۰۹۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی دو سنتوں میں تخفیف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی کہ شاید آپ نے الحمد بھی پڑھا ہے یا نہیں یعنی آپ اور نفلوں میں بہت لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے اور جب آپ نے فجر کی سنتوں میں تخفیف کی تو گویا کہ بہ نسبت اور نمازوں کے اس میں کچھ بھی نہ پڑھا نہ یہ کہ حقیقتاً ان کو الحمد پڑھنے میں بھی شک رہتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں میں قرأت کرنی واجب ہے بغیر اس کے نماز درست نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ فجر کی سنتوں میں الحمد کے سوا اور کچھ نہ پڑھے فقط یہی پڑھے یہ قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ایک رکعت میں الحمد کے ساتھ قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور ایک میں اس کے ساتھ قل ھو اللہ احد ضم کرے اور یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں جمہور علماء اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فجر کی سنتوں میں ان دو سورتوں کو پڑھا اور کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے شک کا یہ معنی ہے کہ شاید آپ نے فقط الحمد ہی پڑھا ہے یا کہ اس کے ساتھ کوئی اور سورت بھی جوڑی اور یہ آپ کے جلدی پڑھنے کے سبب سے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ان میں لمبی قرأت پڑھنی چاہیے یہ قول اکثر حنفیوں کا ہے اور یہی منقول ہے نخعی سے اور بیہقی نے اس باب میں مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى.

نفلوں کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن رشید نے کہا کہ امام بخاری کا مقصود ان حدیثوں اور اثروں سے یہ ہے کہ

حدیث میں جو مثنیٰ مثنیٰ کا لفظ آیا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے خواہ دن کے نفل ہوں اور خواہ رات کے نفل ہوں۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَّأَبِي ذَرٍّ وَّأَنَسٍ وَّجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَآءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِيْ كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی قول ہے عثمان رضی اللہ عنہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ اور جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری کا کہ کہتے ہیں کہ ہر دو رکعتوں میں فصل کرے اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا کہ ہم نے اپنی زمین کے فقہاء کو نہیں پایا مگر کہ دن کے نفلوں میں ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے۔

١٠٩٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ

١٠٩٦۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سب کاموں میں استخارہ کرنا سکھایا کرتے تھے جیسا کہ ہم کو قرآن کی سورت سکھلاتے تھے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ دو رکعتیں نماز پڑھے سوائے فرض کے یعنی نفل کی نیت کرے پھر یہ دعا پڑھے اللھم آخر تک یعنی الٰہی! میں تجھ سے خیریت مانگتا ہوں تیرے علم کے وسیلے سے اور تجھ سے قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت کے وسیلے اور سوال کرتا ہوں تیرے بڑے فضل سے سو بیشک تو قادر ہے مجھ کو قدرت نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو سب چھپی چیزوں کا دانا ہے الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے واسطے بہتر ہے میرے دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں یا یوں فرمایا کہ میری دنیا اور عاقبت میں تو اس کو میرے واسطے مقدر کر دے اور اس کو میرے واسطے آسان کر دے اور برکت دے اس میں اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں برا ہے میرے دین اور دنیا میں اور انجام کار میں یا یوں فرمایا کہ میری دنیا اور عاقبت میں تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھ کو اس سے ہٹا دے اور مقدر کر دے

أَمْرِيْ وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهِ قَالَ وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهُ.

میرے واسطے بہتر کام جہاں کہیں کہ ہو پھر مجھ کو اس سے راضی کر دے اور پھر اپنی حاجت کا نام لے کہ فلاں کام کے لیے استخارہ کرتا ہوں۔

فائدہ: یہ استخارہ کرنے کا طریقہ ہے جب کسی کام کا ارادہ کرے تو سنت ہے کہ اس طور سے استخارہ کرے تین روز یا سات روز اسی طرح کرے انجام بخیر ہوگا یا خواب میں کچھ حال معلوم ہو جائے گا غرض کہ جس نے جس کام میں استخارہ کیا اس کا نقصان نہیں ہوا۔

۱۰۹۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

۱۰۹۷۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسجد میں جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے۔

فائدہ: اس نماز کا نام تحیۃ المسجد ہے سنت ہے کہ پہلے تحیۃ المسجد پڑھے پھر مسجد میں بیٹھے۔

۱۰۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

۱۰۹۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں نماز پڑھائی پھر نماز سے پھرے۔

فائدہ: یہ حدیث پوری باب الصلوۃ علی الحضر میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

۱۰۹۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس سے پیچھے اور دو رکعتیں جمعہ سے پیچھے اور دو رکعتیں مغرب کے پیچھے اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے پڑھیں۔

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ.

فائدہ: یہ حدیث بھی صفوں کے باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

١١٠٠ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَآءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

١١٠٠۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسجد میں آئے اور امام جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہو یا خطبے کے واسطے نکلا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں نماز پڑھ لے۔

فائدہ: یہ حدیث بھی جمعہ کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے۔

١١٠١ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ مَنْزِلِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَآئِمًا فَقُلْتُ يَا بِلَالُ أَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَأَيْنَ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ.

١١٠١۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا سو اس کو کہا کہ یہ دیکھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اس نے کہا کہ میں کعبہ کی طرف آیا سو دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کعبہ سے باہر نکل آئے ہیں اور میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے پر کھڑے پایا سو میں نے کہا کہ اے بلال! کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا کس جگہ پڑھی ہے اس نے کہا کہ ان دو کھمبوں (ستونوں) کے درمیان پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے دروازے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں۔

فائدہ: یہ حدیث بھی باب ﴿واتخذوا من مقام ابراهيم﴾ میں پہلے گزر چکی ہے۔

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوْصَانِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَي

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی کہ اس کو کبھی نہ چھوڑوں۔

الضُّحٰی وَقَالَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

اور عتبان نے کہا کہ حضرت ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ صبح کو میرے گھر تشریف لائے بعد اس کے کہ دن کی گرمی سخت ہو گئی تھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔

فائدہ: غرض ان سب حدیثوں اور اثروں سے یہ ہے کہ رات اور دن کے نفل دو دو رکعتیں ہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے خواہ دن کے نفل ہوں اور خواہ رات کے نفل ہوں اور یہی قول ہے شافعی رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کا قول بھی رات کے نفلوں میں یہی ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دن کے نفلوں میں اختیار ہے خواہ چار چار رکعتیں پڑھیں اور خواہ دو دو رکعتیں پڑھے اور رات کی نماز بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو دو رکعتیں ہیں لیکن یہ سب اختلاف افضلیت میں ہے اصل جواز میں اختلاف نہیں سو جمہور دو دو پڑھنے کو افضل کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ چار چار پڑھنے کو افضل کہتے ہیں دلیل جمہور کی یہ حدیثیں ہیں اور نیز دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور نیز وہ نفلوں کو تراویح پر قیاس کرتے ہیں۔

بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ.

فرضوں کے بعد نفل پڑھنے کا بیان یعنی مؤکدہ سنتوں کا بیان۔

فائدہ: فجر کی سنتیں سب سنتوں سے افضل ہیں اور ان کی سب سے زیادہ تاکید ہے اور بعد ان کے فرضوں کی پچھلی سنتیں سب سے افضل ہیں اور بعد ان کے ظہر کی پہلی سنتیں سب سے افضل ہیں اور یہی غرض ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس ترتیب سے اور کہتے ہیں کہ فرضوں کی پچھلی سنتوں سے شام کی سنتیں ظہر کی پچھلی سنتوں سے افضل ہیں اور ظہر کی پچھلی سنتیں عشاء کی سنتوں سے افضل ہیں۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ

۱۱۰۲ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پیچھے اور دو رکعتیں مغرب سے پیچھے اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے اور دو رکعتیں جمعہ سے پیچھے سو مغرب اور عشاء کی سنتیں تو میں نے آپ کے گھر میں پڑھیں۔

وَالْعِشَآءُ فَفِيْ بَيْتِهٖ.

فائدہ: سنتوں کو حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھنے کا یہ معنی ہے کہ ہم دونوں نے ان کو ایک جگہ پر پڑھا یہ معنی نہیں کہ آپ ہمارے امام بنے۔

وَحَدَّثَتْنِيْ أُخْتِيْ حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ أَهْلِهٖ تَابَعَهٗ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ صبح صادق سے پیچھے دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز اس وقت تھی کہ میں آپ کے پاس اس گھڑی حاضر نہیں ہوتا تھا یعنی یہ سنتیں حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھنے کا مجھ کو کبھی اتفاق نہیں ہوا۔

فائدہ: اس حدیث سے فرضوں کے بعد سنتوں کا پڑھنا ثابت ہوا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ رات کے نفل گھر میں پڑھنے مسجد سے افضل ہیں یہ قول مالک اور ثوری کا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں اور نیز اس میں دلیل ہے اس پر کہ فرضوں کے واسطے سنتیں مقرر ہیں کہ ان پر ہمیشگی کرنی مستحب ہے یہ قول جمہور علماء کا ہے اور عراق والوں کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں تا کہ فرضوں میں قصور نہ ہو لیکن اگر کوئی پڑھے تو منع نہ کیا جائے بشرطیکہ فرض کی حمایت مقصود نہ ہو۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ.

فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے کا بیان یعنی اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے کبھی کبھی ان کو ترک بھی کر دیا ہے۔

۱۱۰۳ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَآءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَآءِ أَظُنُّهٗ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهٗ.

۱۱۰۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آٹھ رکعتیں اکٹھی اور سات رکعتیں اکٹھی یعنی ظہر اور عصر کے آٹھ فرض ملا کر پڑھے اور مغرب اور عشاء کے سات فرض ملا کر پڑھے (عمرو کہتا ہے) میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو شعثاء (یہ جابر کی کنیت ہے) میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کی نماز میں تاخیر کی اور عصر کی نماز میں جلدی کی اور عشاء کو اول وقت پڑھا اور مغرب کو اخیر وقت پڑھا سو اس نے کہا کہ میں بھی یہی گمان

کرتا ہوں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرضوں کی پچھلی سنتوں کو کبھی کبھی ترک کرنا بھی جائز ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور جمع کرنا اس بات کو چاہتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی اور نماز واقع نہ ہو نہ سنتیں اور نہ نفل پس معلوم ہوا کہ آپ نے ظہر اور مغرب کی پچھلی سنتیں نہیں پڑھیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی مگر اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے ظہر کی پہلی سنتیں اور عشاء کی پچھلی سنتیں بھی پڑھیں یا نہ پڑھیں یہ حدیث ان سے ساکت ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰی فِی السَّفَرِ. سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان یعنی آپ نے پڑھی یا نہیں پڑھی۔

فائدہ: سورج چڑھنے اور دوپہر کے درمیان دو نمازیں ہیں ایک اشراق اور ایک ضحیٰ اشراق اس وقت کو کہتے ہیں جب کہ سورج ایک نیزے کے قدر بلند ہو جائے اور ضحیٰ کہتے ہیں اس وقت کو جو کہ چوتھائی دن کے برابر سورج بلند ہونے سے دوپہر تک ہے مگر درحقیقت ضحیٰ اور اشراق ایک ہی نماز کو کہتے ہیں اور ایک ہی وقت کو کہتے ہیں فقط نام میں اختلاف ہے اور یہ چاشت کی نماز بہت حدیثوں سے ثابت ہے یہاں تک کہ محمد بن جریر نے کہا کہ اس باب کی حدیثیں تواتر معنوی کے درجے کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ ان تمام میں سے بعض حدیثوں کا ذکر آئندہ آئے گا اور اس باب میں علماء کو اختلاف ہے اکثر علماء صحابہ اور تابعین وغیرہم سے کہتے ہیں کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی سبب ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے بغیر سبب کے چاشت کی نماز نہیں پڑھی بلکہ ایک بار مکہ فتح ہونے کے سبب سے پڑھی اور ایک بار شکر ادا کرنے کے لیے پڑھی جب کہ ابوجہل کا سر آپ کے سامنے لایا گیا اور عتبان کے گھر اس کے سوال کرنے کے سبب سے پڑھی سو اتفاقاً وہ چاشت کا وقت تھا نہ یہ کہ قصداً آپ نے یہ نماز اس وقت پڑھی اور بعض کہتے ہیں کہ ہرگز مستحب نہیں یہ قول عبدالرحمٰن بن عوف اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ چند روز چھوڑ دے اور چند روز پڑھے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دس دن چھوڑ دیتے تھے اور دس دن پڑھتے تھے اور ثوری نے منصور سے روایت کی ہے کہ فرضوں کی طرح ان پر محافظت کرنے کو لوگ برا جانتے تھے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں لیکن ان کو چھوڑ دیتا ہوں اس خوف سے کہ میں ان کو واجب سمجھ لوں اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ان کو گھر میں پڑھے اور ان پر مواظبت کرے اور بعض کہتے ہیں کہ بدعت ہے یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا ہے لیکن سب قولوں میں صحیح اور قوی پہلا قول ہے باقی سب اقوال ضعیف اور غلط ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نماز حضرت ﷺ کا خاصہ تھا اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ جس میں ذکر ہے کہ یہ نماز آپ پر واجب تھی لیکن یہ روایت صحیح اور ثابت نہیں ہے اور نیز اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے کہ چاشت کی نماز

کتنی رکعتیں ہیں اور کس قدر افضل ہیں سو بعض کہتے ہیں کہ اقل اس کی دو رکعتیں ہیں اور اکثر بارہ رکعتیں ہیں یعنی دو سے کم نہ پڑھے اور بارہ سے زیادہ نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سے زیادہ نہ کرے لیکن چھ اور دس پر اکتفا نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط دو ہی رکعتیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط چار ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اکثر کی کوئی حد نہیں جتنی چاہے پڑھے مگر روایتیں اس باب میں دو سے بارہ تک آئی ہیں اس سے زیادہ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ افضل آٹھ رکعتیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چار رکعتیں ہیں یہ قول اکثر علماء کا ہے اور یہی جید اور مختار مذہب ہے اس لیے کہ حدیثیں اس کی بہت صحیح ہیں اور اکثر ہیں اور افضل یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے کبھی ترک نہ کرے کہ اس کے بدلے بہشت کا وعدہ ہے۔

١١٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَأَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِخَالُهُ.

۱۱۰۴۔ حضرت مورق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا تو چاشت کی نماز پڑھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھا کرتے تھے؟ اس نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ آپ نے پڑھی ہو۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے چاشت کی نماز کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ نفی اس کی عدم رویت پر محمول ہے یعنی اس نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اس سے یہ مراد نہیں کہ فی الواقع ہی آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی اور یا یہ نفی خاص صفت پر محمول ہے یعنی ان کو مسجد کے ساتھ لازم کر رکھنا اور جماعت کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے بلکہ اپنے گھر میں پڑھے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی آدمیوں کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا سو ان پر انکار کیا اور کہا کہ اگر پڑھنی چاہو تو اپنے گھروں میں پڑھو اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آئندہ کی بھی یہی تاویل ہے اور اسی طرح اور جن جن حدیثوں اور اقوال صحابہ میں نفی اور انکار وارد ہے وہ بھی سب کی سب اسی معنی پر محمول ہیں اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔

١١٠٥ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ

۱۱۰۵۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو کسی نے خبر نہیں دی کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو مگر ام ہانی نے سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر میں تشریف لائے سو آپ نے غسل کیا اور نماز پڑھی آٹھ رکعتیں سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُوْدَ.

اس سے زیادہ تر ہلکی نماز پڑھی ہو مگر آپ نے رکوع وسجود کو پورا کیا۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے اور اس باب میں اور بھی کئی حدیثیں آ چکی ہیں ان تمام میں سے ایک حدیث یہ ہے جو کہ ابن عدی نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور ایک حدیث یہ ہے جو کہ عتبان سے تیسرے باب میں آئندہ آئے گی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایک یہ حدیث جو کہ طبرانی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز چھ رکعتیں پڑھی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے سفر میں چاشت کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھیں صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ اور حاکم نے اور ایک حدیث یہ ہے جو کہ ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاشت کی نماز بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے واسطے بہشت میں محل بناتا ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کو ضعیف کہا گیا ہو اور ایک یہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تیسرے باب میں آئے گی کہ آپ نے مجھ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ طبرانی نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص چاشت کے وقت دو رکعتیں پڑھے تو وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا اور جو چار پڑھے تو وہ توبہ کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے اور جو چھ رکعتیں پڑھے تو وہ اس کو اس دن کفایت کرتی ہیں اور جو آٹھ رکعتیں پڑھے تو وہ عابدین میں لکھا جاتا ہے اور جو بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے واسطے بہشت میں گھر بناتا ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے اور اس کے واسطے شاہد ہے ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن جب کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے ساتھ ملائی جائیں تو قوت پا جائے گی اور حجت پکڑنے کے لائق ہو جائے گی پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ چاشت کی نماز پڑھنی مستحب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بھی پڑھا ہے اور اس کے پڑھنے کا حکم بھی فرمایا اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اور ابو اسامہ رضی اللہ عنہ اور عقبی رضی اللہ عنہ اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ

اور ابومرہ طائفی رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب سے بھی اس کا فعل اور حکم ثابت ہو چکا ہے پس یہ اثبات کی روایتیں مقدم ہوں گی نفی پر لان المثبت مقدم علی النافی کما تقرر فی الاصول اور اگر کوئی کہے کہ مناسبت ان دونوں حدیثوں کی باب سے ثابت نہیں تو کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اشارہ کیا ہے طرف اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو ابن خزیمہ اور حاکم کی تصحیح سے اوپر گزر چکی ہے تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس شک سے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا رد ہونا لازم نہیں آتا بلکہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے پس چاشت کی نماز کا سفر میں پڑھنا ثابت ہوا اور ابن المنیر نے کہا کہ چونکہ اس باب کی حدیثیں آپس میں معارض تھیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نفی معلوم ہوتی تھی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آئندہ سے اثبات معلوم ہوتا تھا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے نفی کی حدیث کو سفر پر محمول کیا اور اثبات کی حدیث کو حضر پر محمول کیا اور ام ہانی کی حدیث سے اشارہ کیا کہ اگر سفر میں سہولت ہو تو پڑھ لے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس ترجمہ میں اشارہ ہو طرف ترجیح اثبات کی نفی پر یعنی چونکہ ایک حدیث سے نفی معلوم ہوتی تھی اور ایک سے اثبات تو اثبات تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں اثبات کو اختیار کیا اور اس کو نفی پر ترجیح دی تو گویا کہ یہ ترجمہ بجائے ترجیح کے ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ یہ نماز تمام بدن کا صدقہ ہے جیسے کہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّي الضُّحٰى وَرَاٰهُ وَاسِعًا.

اس شخص کا بیان جو چاشت کی نماز نہ پڑھے اور اس کو جائز جانے یعنی یہ نماز جائز ہے مؤکد نہیں کہ اس کے ترک کرنے میں گناہ ہو۔

١١٠٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى وَاِنِّیْ لَاُسَبِّحُهَا.

١١٠٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کے نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اور البتہ میں ان کو پڑھتی ہوں۔

فائدہ: اس باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت مختلف روایتیں آئی ہیں سو مسلم میں ایک روایت اُن سے اس طور پر آئی ہے کہ شقیق نے کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے اس نے کہا نہیں مگر سفر سے آتے تو پڑھتے اور ایک روایت اس طور پر آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور چار سے زیادہ بھی پڑھتے جتنا چاہتے سو پہلی حدیث میں تو دیکھنے کی مطلق نفی ہے اور دوسری میں نفی مقید ہے ساتھ غیر سفر کے اور تیسری میں مطلق اثبات ہے سو علماء کو ان کی تطبیق میں اختلاف ہے ابن عبدالبر اور ایک

جماعت کہتی ہے کہ صحیحین کی حدیث کو ترجیح ہے اور فقط مسلم کی حدیث مرجوح ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا نہ دیکھنا عدم فی الواقع کو مستلزم نہیں سو جن صحابہ سے اثبات کی روایتیں آئی ہیں ان کی روایتوں کو نفی پر مقدم کیا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے درمیان تطبیق دینی چاہیے اور وہ اس طور سے کہ مراد نفی سے نفی مداومت کی ہے یعنی آپ نے ان پر ہمیشگی نہیں کی بلکہ کبھی پڑھا اور کبھی نہیں پڑھا اور البتہ میں اس پر ہمیشگی کرتی ہوں کہ آپ نے اس پر مداومت کرنے کی ترغیب دی ہے اور دوسری اور تیسری حدیث میں اس طور سے تطبیق ہے کہ دوسری سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اور تیسری سے یہ مراد ہے کہ آپ گھر میں پڑھا کرتے تھے اور پہلی حدیث میں منفی صفت مخصوصہ ہے یعنی مداومت وغیرہ کذا فی الفتح۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضر یعنی غیر سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان روایت کی حضر میں نماز پڑھنے کی عتبان رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فائدہ: یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کی جو امام احمد رحمہ اللہ نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی سو لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نیز اس حدیث سے چاشت کی نماز کا حضر میں پڑھنا ثابت ہوا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۱۰۷۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحٰى وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ.

۱۱۰۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے جانی دوست نے مجھ کو تین کاموں کی وصیت کی کہ میں ان کو کبھی نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں ایک ہر مہینے سے تین روزے رکھنا دوسرا چاشت کی نماز پڑھنا اور تیسرا وتر پڑھنا سونے سے پہلے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اور یہ کہ اولیٰ اس کا دو رکعتیں ہیں اور آپ کا اس فعل پر ہمیشگی نہ کرنا اس کے مستحب ہونے کے منافی نہیں اس لیے کہ وہ آپ کے قول کی دلالت سے ثابت ہے اور حکم کی یہ شرط نہیں کہ قول اور فعل دونوں وہاں پائے جائیں اور ظاہر مراد اس حدیث میں حضر ہے اس لیے کہ کہ سونا حضر ہی میں ہوتا ہے سفر میں اکثر آدمی بیدار رہتا ہے پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث حضر اور سفر دونوں کو شامل ہو اس لیے کہ لا ادعھن کا لفظ دونوں کو عام ہے

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ وتر سونے سے پہلے پڑھے لیکن یہ اسی شخص کے حق میں ہے جو پچھلی رات کو اٹھنے کی امید نہ رکھتا ہو اور جو شخص کہ پچھلی رات کو اٹھنے کی امید رکھتا ہو تو اس کے حق میں افضل ہے کہ وتر کو پچھلی رات میں پڑھے۔

١١٠٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَآءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى غَيْرَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

١١٠٨۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے ایک مرد (اور وہ بھاری جسم والا تھا) نے حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت! میں آپ کے ساتھ مسجد میں آ کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں یعنی بوجہ کم ہونے نظر کے سو اس نے حضرت ﷺ کے واسطے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر میں بلایا اور آپ کے واسطے ایک چٹائی پانی سے دھوئی سو آپ نے اس پر دو رکعتیں نماز پڑھی اور فلاں شخص یعنی عبدالحمید نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ اس دن کے سوا میں نے آپ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہے اس لیے کہ یہ نماز آپ کی عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور عبدالحمید کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز ان میں مشہور تھی اور ہر کوئی اس کو جانتا تھا اسی واسطے اس نے اس کا سوال کیا ورنہ اس کو کہاں سے خبر ہوتی اور انس رضی اللہ عنہ کے نہ دیکھنے کی تاویل وہی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہ دیکھنے کے بیان میں گزر چکی ہے۔

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ.

ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت پڑھنے کا بیان۔

١١٠٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

١١٠٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں دس رکعتیں سنت حضرت ﷺ سے یاد رکھتا ہوں دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پیچھے اور دو رکعتیں شام سے پیچھے اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے اپنے گھر میں اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے اور وہ ایک گھڑی تھی کہ اس میں کوئی آپ کے پاس نہیں جاتا تھا حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے

فِیْ بَیْتِهٖ وَرَكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِیْ بَیْتِهٖ وَرَكْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَّا یُدْخَلُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهَا حَدَّثَتْنِیْ حَفْصَةُ أَنَّهٗ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَیْنِ.

حدیث بیان کی کہ جب صبح صادق ہوتی اور مؤذن اذان کہتا تو آپ ﷺ دو رکعتیں سنت پڑھتے یعنی صبح کے فرضوں سے پہلے۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۱۱۰ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَیْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهٗ ابْنُ أَبِیْ عَدِیٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ.

۱۱۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک تھے حضرت ﷺ نہ چھوڑتے چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں فجر سے پہلے۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث مطابق باب کے نہیں کہ اس میں دو رکعتوں کا ذکر ہے اور اس سے چار رکعتیں ثابت ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ مراد بخاری کی اس حدیث سے یہ ہو کہ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی واجب نہیں کہ اس پر زیادہ کرنا منع ہو بلکہ ان پر زیادہ کرنا بھی جائز ہے اور اگر کوئی کہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے چار سنتیں ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے دو سنتیں ہیں تو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ دونوں حدیثیں دو حالتوں پر محمول ہیں یعنی کبھی آپ چار پڑھتے تھے اور کبھی دو پڑھتے تھے اور بعض نے کہا کہ مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور گھر میں چار رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے ہوں اور پھر مسجد میں آ کر بھی دو رکعتیں پڑھتے ہوں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فقط مسجد کی دو رکعتوں کو دیکھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاروں کو دیکھا اور ہر ایک نے موافق اپنے اپنے دیکھنے کے روایت کیا لیکن اس تقدیر پر فقط دو رکعتوں کا پڑھنا آپ سے ثابت نہ ہوگا اور محب طبری نے کہا کہ آپ اکثر اوقات میں ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات میں فقط دو ہی پڑھتے تھے تو معلوم ہوا کہ چار پڑھنی افضل ہیں اور دو پڑھنی جائز ہیں، وباللہ التوفیق۔ اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو بخاری میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز بارہ رکعتیں سنت پڑھے اس کے لیے بہشت میں گھر بنا دیا جائے گا ترمذی نے کہا کہ اس پر عمل ہے اکثر صحابہ اور تابعین ومن بعدھم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور احمد اور اسحاق کا اور یہی

قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا لیکن ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ یہ چار رکعتیں دو سلام سے پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ایک سلام سے پڑھے لیکن دو سلام سے پڑھنا افضل ہے ساتھ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتیں دو سلام سے پڑھیں اور سلام سے مراد تشہد لینا ظاہر کے بالکل مخالف ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ.

شام کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا بیان۔

١١١١ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

١١١١۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھو مغرب سے پہلے نماز پڑھو مغرب سے پہلے آپ نے تیسری بار میں فرمایا کہ جو شخص چاہے سو پڑھے یہ اس خوف سے فرمایا کہ لوگ اس کو سنت مؤکدہ نہ جانیں یعنی اس کو لازم طریقہ نہ سمجھ لیں۔

١١١٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ الْمُقْرِئُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ.

١١١٢۔ حضرت مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا کہ کیا میں تجھ کو ابو تمیم کی ایک عجب بات نہ سناؤں کہ وہ دو رکعتیں پڑھتا ہے مغرب سے پہلے سو عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے سو میں نے کہا کہ اب تجھ کو کیا چیز اس سے روکتی ہے؟ اس نے کہا کہ کاموں کا شغل یعنی کاروبار میں مشغول ہونے کے سبب سے اب ادا نہیں ہو سکتے ہیں۔

فائدہ: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے اور دو رکعتیں نماز پڑھتے یہاں تک کہ کوئی مسافر آدمی باہر سے مسجد میں آتا تو گمان کرتا کہ مغرب کی نماز ہو چکی ہے پڑھنے والوں کی کثرت کے سبب سے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں نماز پڑھنی مستحب ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مختار مذہب ان کا مستحب ہونا ہے ساتھ دلیل ان حدیثوں کے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا اور متاخرین سے احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہی مذہب ہے اصحاب حدیث کا

اور شافعیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی یہی ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ اول وقت میں ان کا پڑھنا اولیٰ ہے مگر یہ استحباب اسی وقت تک ہے جب تک کہ نماز کی تکبیر نہ ہو بعد اس کے مستحب نہیں اور نیز فرمایا کہ اس باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین سے بہت کھری حدیثیں آ چکی ہیں لیکن حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے مکروہ ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ یہ خیال سنت کے بالکل مخالف ہے پس اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور نیز وہ نہایت تھوڑے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں ان سے نماز کے اول وقت میں مطلق تاخیر نہیں ہوتی اور امام شوکانی نے کہا کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ یہ خیال محض شیطان کا دھوکا ہے اور ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ یہ امر منسوخ ہے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نسخ کی طرف پھرنا اس وقت جائز ہے جب کہ تطبیق ممکن نہ ہو اور تاریخ معلوم ہو جائے اور یہاں دونوں امروں سے کوئی بھی موجود نہیں پس نسخ کا دعویٰ کرنا قطعاً باطل ہے اور نیز ممکن ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے **فما ہو جوابکم فہو جوابنا** اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے مغرب کی پہلے دو رکعتوں کا پڑھنا پوچھا سو اس نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا ابن ہمام نے کہا کہ وہ حدیث صحیحین کی حدیث کے معارض ہے پس ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو کثرت عمل صحابہ کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی سو جواب اس کا یہ ہے (کہ سب امت کا اتفاق ہو چکا ہے اس پر کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور سب کتابوں پر مقدم ہے پس بخاری کی حدیث کو ترجیح ہو گی اور نیز کثرت عمل صحابہ وغیرہ کی بھی اس جانب میں موجود ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اس کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے پس اس طور سے بخاری کی حدیث کو ترجیح ہو گی) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی رویت سے نفی فی الواقع کی لازم نہیں آتی اور نیز قول کو فعل پر ترجیح ہے اور نیز مثبت کو نافی پر ترجیح ہے اور نیز مرفوع حقیقی کو مرفوع حکمی پر ترجیح ہے اور نیز ابن ہمام نے بھی بعد بحث کے جواز کا اقرار کر لیا ہے پس ہر طور سے بخاری کی حدیث کو ترجیح ہو گی اب رہا ابن ہمام کا یہ قول کہ صحیحین کو اور حدیث کی کتابوں پر ترجیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ تمام سلف اور خلف امت کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ بخاری اور مسلم کو قرآن کے سوا سب کتابوں پر ترجیح ہے اور یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ اختلاف کسی خلف کا رافع اجماع سابق نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اجماع بھی ثابت نہیں ہو سکے گا اس بنا پر یہ قول ابن ہمام کا مردود اور باطل ہے اور نیز ابن ہمام بھی اس قول کا پابند نہیں اس لیے کہ جب کوئی حدیث صحیحین کی اپنے مذہب کے موافق پاتا ہے تو اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور صحیحین کے غیر کی حدیث کی معارضہ کی اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا جیسے کہ فتح القدیر وغیرہ میں

اس کی تالیفات کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے اور زیادہ تحقیق اور تفصیل ترجیح صحیحین کے رسالہ منح الباری اور دراسات اللبیب اور شفاء العی وغیرہ میں بہت بسط سے موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور لطف دیکھے۔

بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً. نفلوں کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے مطلق نفل ہیں یعنی جو کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں اور احتمال ہے کہ اس سے عام نفل مراد ہوں۔

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ذکر کیا ہے اس فعل کو انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ سے۔

فائدہ: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جو صفوں وغیرہ کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے کہ آپ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھی سو میں اور ایک یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جو کہ باب التحریض علی قیام اللیل وغیرہ میں گزر چکی ہے کہ آپ نے لوگوں کو مسجد میں تین دن نماز پڑھائی۔

١١١٣ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ فَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ

١١١٣۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ (اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے) سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم (بنی سالم) کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور جب مینہ برستا تو میرے اور ان کے درمیان پانی کا نالا مانع ہو جاتا تھا یعنی پانی سے ہوکر بہتا تھا سو اس سے گزر کر مسجد کی جانا مجھ پر دشوار ہو جاتا تھا سو میں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی کہ میں اندھا ہو گیا ہوں یا میری نظر کم ہو گئی ہے سو میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز ٹھہرالوں سو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں عنقریب یہ کام کروں گا سو صبح کو حضرت ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس سے پیچھے کہ سورج کی گرمی سخت ہوگئی تھی سو نہ بیٹھے یہاں تک کہ فرمایا کہ تو میرے نماز پڑھنے کو اپنے گھ

قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَآءَ تِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُّ أَنَّكَ تَأْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرٍ يُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ لَّا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

میں کس جگہ پسند کرتا ہے سو میں نے آپ کے لیے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کو میں اچھا سمجھتا تھا کہ آپ اس میں نماز پڑھیں سو آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا اور میں نے آپ کو ایک کھانے کے واسطے روک رکھا جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا سو محلے کے لوگوں نے سنا کہ حضرت ﷺ میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں سو ان میں سے کئی مرد آئے یہاں تک کہ گھر میں بہت لوگ جمع ہو گئے سو ان میں سے ایک مرد نے کہا کہ مالک نے کیا کیا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھتا ہوں یعنی وہ کیوں نہیں آیا؟ سو دوسرے ایک مرد نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ اور رسول سے محبت نہیں رکھتا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کہو کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) اس سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے سو اس مرد نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے لیکن ہم تو قسم ہے اللہ کی نہیں دیکھتے ہیں دوستی اس کی اور نہ بات اس کی مگر منافقوں کے ساتھ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے صرف اس سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔ محمود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ایک جماعت کو سنائی جن میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے مصاحب بھی موجود تھے اس جنگ میں جس میں ان کا انتقال ہوا اور یزید بن معاویہ ان پر حاکم تھا روم کی زمین میں سو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا مجھ پر انکار کیا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں گمان کرتا کہ حضرت ﷺ نے ایسا کبھی فرمایا

يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ أَبُوْ أَيُّوْبَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّوْمِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُوْ أَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِيْ حَتّٰى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِيْ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهِ فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَيْتُ بَنِيْ سَالِمٍ فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمٰى يُصَلِّيْ لِقَوْمِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

ہو جیسا کہ تو نے کہا سو اس کا یہ انکار کرنا مجھ پر دشوار گزرا سو میں نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر اللہ مجھ کو سلامت رکھے یہاں تک کہ میں اس جنگ سے پلٹ جاؤں اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کی مسجد میں زندہ پاؤں تو اس سے ضرور یہ حدیث پوچھوں گا سو میں جنگ سے پلٹ کر آیا اور میں نے حج یا عمرے کا احرام باندھا پھر میں حج سے فارغ ہو کر روانہ ہوا یہاں تک کہ مدینے میں آیا سو میں بنی سالم کے محلے میں گیا سو ناگہاں میں نے دیکھا کہ عتبان رضی اللہ عنہ بوڑھے اور اندھے ہیں اپنی قوم کی امامت کرتے ہیں سو جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے اس پر سلام کہا اور اس کو خبر دی کہ میں کون ہوں یعنی میں نے ان کو اپنا نام اور پتہ بتلایا پھر میں نے ان سے یہ حدیث پوچھی انہوں نے مجھ سے یہ حدیث ویسے ہی بیان کی جیسے کہ پہلی بار مجھ سے بیان کی تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلوں کی جماعت کرنی جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نفلوں کی جماعت کرائی اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ چند آدمیوں سے نفلوں کی جماعت کرنی جائز ہے اور اگر لوگوں میں مشہور ہو جائے اور لوگ اس کے واسطے جمع ہوں تو جائز نہیں کہ لوگ اس کو فرض نہ جانیں اور ابن حبیب نے کہا کہ قیام رمضان کا اس سے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ یہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے فعل سے مشہور ہو چکا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اپنی بیماری کو بیان کرنا جائز ہے اور یہ کہ گھر میں نماز کے واسطے جو مکان بنایا ہو وہ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوتا اور یہ کہ نماز کے واسطے کوئی خاص مکان معین کرنے کی نہی فقط مسجد کے ساتھ خاص ہے اور یہ کہ جو بڑے آدمی کی مجلس میں حاضر نہ ہو اس کا عیب کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں اور یہ کہ آدمی کی سچی تعریف کرنی جائز ہے یہ کہ کلمہ پڑھنا احکام اسلام کے

جاری ہونے کے واسطے کافی ہے اور یہ کہ طلب علم کے واسطے سفر کرنا جائز ہے اور یہ کہ استاد سے سنی ہوئی حدیث دوبارہ پوچھنی جائز ہے جب کہ اس کے بھول جانے کا خوف ہو۔ واللہ اعلم اور یہ جو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں گمان کرتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو تو بعض اس کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ ظاہرا اس حدیث سے (کہ جو کلمہ پڑھے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا) یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان گنہگار بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حالانکہ یہ بات بہت آیتوں اور حدیثوں کے مخالف ہے ان میں سے ایک شفاعت کی حدیث ہے لیکن اس کی تطبیق ممکن ہے کہ تحریم کو خلود اور ہمیشگی پر حمل کیا جائے اور یہ جنگ جس کا محمود رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے سنہ ۵۰ھ ہجری میں واقع ہوئی ہے معاویہ کے عہد میں فوج اسلام نے شہر قسطنطینہ کو گھیرا ہوا تھا اور ان پر نائب اور حاکم معاویہ کی طرف سے اس کا بیٹا یزید تھا اور اس وقت تک روم کا سب ملک فتح ہو چکا تھا فقط قسطنطینہ باقی رہتا تھا سو اس کو بھی مسلمانوں نے جا گھیرا۔

بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ.

گھر میں نفل پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

١١١٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ.

۱۱۱۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نماز سے کچھ نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور ان کو قبروں کی طرح نہ بناؤ یعنی جیسے کہ قبر عبادت سے خالی ہوتی ہے کہ اس میں مردہ عبادت نہیں کرسکتا ویسے ہی گھروں کو عبادت سے خالی مت رکھو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں نفل پڑھنے جائز ہیں اس لیے کہ مراد نماز سے اس حدیث میں نفلی نماز ہے فرضی نہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ حدیث مفصل طور سے باب کراہیۃ الصلوۃ فی المقابر میں گزر چکی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ.

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: مراد نماز سے نماز نفل ہے کہ یہ ابواب نفلوں کے بیان میں ہیں اور احتمال ہے کہ عام نماز مراد ہو سو نفل بھی اس میں داخل ہوں گے اور یہی ہے قول جمہور کا اور طحاوی نے کہا کہ فضیلت فرضوں سے خاص ہے۔

١١١٥ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۱۱۱۵۔ حضرت قزعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے چار چیزیں سنیں اور اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جنگیں کی تھیں۔

أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

فائدہ: ان چار کلموں کا بیان باب مسجد بیت المقدس میں آگے آئے گا ان میں سے ایک کلمہ یہ ہے جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابھی آتا ہے۔

ح وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر کرنا سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کی طرف درست نہیں ایک تو ادب والی مسجد یعنی کعبہ دوسری مدینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تیسری ملک شام میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد داؤد علیہ السلام کی بنائی ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں کو اور سب مسجدوں پر فضیلت ہے اس لیے کہ یہ پیغمبروں کی مسجدیں ہیں اور اس واسطے کہ پہلی مسجد سب لوگوں کا قبلہ ہے اور ان کے حج کی جگہ ہے اور دوسری مسجد پہلے نبیوں کا قبلہ ہے اور تیسری مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور مراد ان کی طرف سفر کرنے سے ان میں نماز کے واسطے جانا ہے پس معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور مکانوں کی طرف یعنی اولیاء اور بزرگوں کی قبروں وغیرہ متبرک جگہوں کی طرف تبرک حاصل کرنے کے واسطے سفر کر کے جانے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں وغیرہ متبرکہ مکانات کی طرف تبرک حاصل کرنے کے واسطے اور ان میں نماز کے واسطے سفر کرنا بالکل جائز نہیں اور اسی طرح بزرگوں کی زیارت کے واسطے سفر کرنا بھی جائز نہیں یہ قول ابو محمد جوینی کا ہے اور قاضی عیاض اور ایک جماعت علماء کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں کی طرف زیارت کے واسطے جانا اور متبرکہ مکانات کی طرف سفر کرنا جائز ہے یہ قول امام الحرمین وغیرہ شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اس حدیث کا جواب کئی طور سے دیتے ہیں اول یہ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ پوری فضیلت تو صرف انہی تین مسجدوں کی طرف سفر کرنے میں ہے اور ان کے سوا اور طرف سفر کرنا افضل نہیں بلکہ جائز ہے دوسرا یہ ہے کہ یہ نہی مخصوص ہے ساتھ اس شخص کے جو ان مسجدوں کے سوا اور مسجدوں میں نماز پڑھنے کی نذر مانے یعنی اس پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ یہ حکم فقط مسجدوں کے ساتھ خاص ہے یعنی عبادت کے واسطے سب مسجدیں برابر ہیں سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی شہر کی مسجد میں

سفر کر کے جانا درست نہیں ہے پس مکانات متبرکہ کی طرف جانا یا کسی بزرگ اور بھائی کی زیارت کو جانا یا تجارت یا طلب علم یا صلہ رحمی وغیرہ کے واسطے سفر کرنا اس حدیث کی ممانعت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ ان سب کاموں کے واسطے سفر کرنا جائز ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی طرف زیارت کے واسطے سفر کر کے جانا درست ہے پھر فرمایا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس کی حرمت منقول ہے لیکن اس کے اصحاب سے محققین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ادب کے واسطے فقط زیارت کے لفظ کو مکروہ رکھا ہے (یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے قبر نبوی کی زیارت کی) اس نے اصل زیارت کو مکروہ نہیں رکھا اس لیے کہ قبر نبوی کی زیارت سب عملوں سے افضل ہے اور سب عبادتوں سے بزرگ ہے اور یہ کہ اس کے جائز ہونے پر سب کا اجماع ہو چکا ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے سو یا تو مستثنیٰ منہ عام نکالا جائے گا یعنی مطلق مکان سو اس صورت میں اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی مکان کی طرف سفر کرنا جائز نہیں اور یا مستثنیٰ منہ خاص نکالا جائے گا یعنی مسجد کو اس صورت میں معنی اس کا یہ ہوگا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی کی طرف سفر کرنا جائز نہیں لیکن یہ معنی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ لازم آتا ہے کہ تجارت اور طلب علم اور صلہ رحمی وغیرہ کے واسطے بھی سفر کرنا جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے پس معین ہوا کہ صحیح معنی اس کا دوسرا ہے یعنی فقط مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ان کے سوا اور مکانوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے پس باطل ہو گیا ساتھ اس کے قول اس شخص کا جو قبر نبوی وغیرہ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے واسطے سفر کرنے کو منع کرتا ہے، واللہ اعلم، انتہی ملخصا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان تین مسجدوں سے کسی مسجد کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور بویطی کا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے ابو اسحاق مروزی نے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطلق واجب نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس کا وفا کرنا لازم نہیں اس لیے کہ ایک مسجد دوسری سے افضل نہیں پس جس مسجد میں نماز پڑھے نذر ادا ہو جائے گی اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں مگر لیث کو کہ وہ وفا کرنے کو لازم رکھتا ہے۔

١١١٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا

١١١٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری مسجد میں ایک بار نماز پڑھنا اور مسجدوں سے ہزار بار افضل ہے سوائے مسجد خانہ کعبہ کے یعنی اس میں ایک بار نماز پڑھنی مسجد نبوی سے سو بار افضل ہے جیسے کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی ایک نماز اور مسجدوں سے لاکھ بار افضل ہے اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ ابوبکر نقاش نے کہا کہ میں نے کعبہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب شمار کیا تو پچپن برس اور چھ مہینے اور بیس دن کی نماز کے برابر ہوا باوجود قطع نظر کے جماعت کے ثواب سے کہ وہ ستائیس حصے اس سے زیادہ ہے پھر فرمایا کہ جو شخص خانے کعبہ کی مسجد میں جماعت سے ایک نماز پڑھے تو اس کا ثواب دوگنا ہے اس شخص سے جو نوح علیہ السلام کی عمر پا کہ تمام عمر اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھتا رہے اور یہی مراد ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس استثناء سے اور ایک روایت میں اس کے برعکس آیا ہے لیکن وہ روایت صحیح نہیں ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کو مدینے پر فضیلت ہے اس لیے کہ مکانوں کی فضیلت باعتبار فضیلت عبادت کے ہے سو جس میں عبادت افضل ہے وہ مکان بھی افضل ہے اور یہ قول جمہور کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابن وہب اور مطرف اور ابن حبیب وغیرہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے لیکن جمہور کا قول صحیح ہے اور اس کی تائید کرتی ہیں بہت حدیثیں جو فتح الباری میں منقول ہیں لیکن یہ تفصیل باعتبار عابد کے ہے اور اہل مدینہ کو مکہ پر فضیلت ہے اور نیز فضیلت باعتبار کثرت ثواب کے ہے نہ باعتبار کثرت اجزاء کے پس جس شخص پر دونوں نمازیں لازم ہوں اور مکہ یا مدینہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھے تو فقط ایک ہی نماز ادا ہوگی دونوں سے کافی نہیں ہوگی اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔

بَابُ مَسْجِدِ قُبَآءٍ. مسجد قباء کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: یہ مسجد مدینے سے دو تین میل پر ہے عوالی کی طرف جب کوئی آدمی مدینے سے مکے کو آئے تو بائیں ہاتھ رہتی ہے حضرت ﷺ نے سب سے پہلے یہی مسجد بنائی تھی بعض کہتے ہیں کہ یہی مسجد تقویٰ پر بنائی گئی ہے وسیاتی ذکر الخلاف فیہ ان شاء اللہ تعالٰی.

١١١٧ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ هُوَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّيْ مِنَ الضُّحٰى إِلَّا فِيْ يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ

١١١٧۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر دو دن ایک اس دن جب کہ مکے میں جاتے اس لیے کہ وہ مکے میں چاشت کے وقت داخل ہوا کرتے تھے سو کعبے کے گرد گھومتے پھر دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھتے اور ایک اُس دن جب کہ مسجد قباء میں جاتے اس لیے کہ وہ ہر ہفتے کو وہاں جاتے تھے سو جب مسجد میں داخل ہوتے سو اس وقت باہر نکلنے کو مکروہ جانتے یہاں تک کہ اس میں نماز پڑھتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت ﷺ

أَنْ يَّخْرُجَ مِنْهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهِ قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُهُ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يَصْنَعُوْنَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ أَيِّ سَاعَةٍ شَآءَ مِنْ لَّيْلٍ أَوْ نَهَارٍ غَيْرَ أَنْ لَّا تَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

بھی اس کی زیارت کیا کرتے تھے سوار اور پیادہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں تو صرف وہی کرتا ہوں جیسے کہ اپنے ساتھیوں کو کرتے دیکھا اور میں کسی کو منع نہیں کرتا کہ نماز پڑھے اس میں جس وقت چاہے رات سے یا دن سے سوائے اس کے کہ نہ قصد کریں نماز سورج نکلتے اور ڈوبتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن اس کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن اس میں دوگنا ثواب ثابت نہیں۔

بَابُ مَنْ أَتٰى مَسْجِدَ قُبَآءٍ كُلَّ سَبْتٍ.

ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں جانے کا بیان۔

فائدہ: پہلا باب مطلق تھا کہ اس میں جس دن جائے جائز ہے اور اس میں قید ہے کہ فقط ہفتے کے دن جائے اور مسجد قباء کی فضیلت میں ایک حدیث ہے جو کہ اخبار مدینہ میں اسناد صحیح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنا میرے نزدیک بہت پیارا ہے بیت المقدس میں دو بار جانے سے اور اگر لوگ جانتے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا کیا ثواب ہے تو البتہ اس کی طرف اونٹوں پر سوار ہو کر آتے۔

١١١٨ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

١١١٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے سوار یا پیادہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ کام کیا کرتے تھے۔

بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَآءٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا.

مسجد قباء میں جانا سوار اور پیادہ۔

فائدہ: اس باب میں علیحدہ حکم ہے اس واسطے اس کا علیحدہ باب باندھا۔

١١١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ

١١١٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں جایا کرتے تھے سوار اور پیادہ سو اس

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ.

میں دو رکعتیں نماز پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی طرف سوار اور پیادہ ہو کر جانا دونوں طرح سے جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دنوں کو بعض نیک عملوں کے ساتھ خاص کرنا اور ان پر ہمیشگی کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنا حرام نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ ہر ہفتہ کے دن سوار ہو کر مسجد قباء میں جایا کرتے تھے لیکن اس میں شبہ ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کا مسجد قباء میں جانا فقط انصار کی ملاقات اور خبر گیری کے واسطے تھا بغرض اس کے کہ وہ آپ کے ساتھ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا کرتے تھے اور نیز جانا آپ کا ان لوگوں کے حال دریافت کرنے کو تھا جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے تھے یہی وجہ ہے ہفتہ کی تخصیص کرنے میں اور نیز دو یا تین میل جانا سفر میں داخل نہیں پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ.

حضرت ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان والے مکان کی فضیلت کا بیان۔

۱۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ.

۱۱۲۰۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے۔

فائدہ: بعض روایتوں میں گھر ہے اور بعض میں حجرہ اور بعض میں قبر سب کا مطلب ایک ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں حضرت ﷺ اکثر رہتے تھے اور وہیں دفن ہوئے اور حضرت ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان چند گز کا فرق ہے اس قدر مکان بہشت میں اٹھ جائے گا اور یا وہاں کی عبادت اور دعا نہایت مقبول ہے اس کی برکت سے بہشت ملے گی۔ واللہ اعلم

۱۱۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ

۱۱۲۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک کیاری

الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ.

ہے کیاریوں سے بہشت کے اور میرا یہ منبر میرے حوض پر ہوگا یعنی قیامت کو یہاں سے اٹھایا جائے گا یا وہ منبر دوسرا ہوگا جس پر آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو حوضِ کوثر کی طرف بلائیں گے۔

بَابُ مَسْجِدِ بَیْتِ الْمَقْدِسِ.

مسجد اقصیٰ کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: مسجد اقصیٰ بیت المقدس کی مسجد کو کہتے ہیں اور اس مسجد کے اور بھی کئی نام ہیں یہاں تک کہ بعضوں نے کہا کہ اس کے بیس نام ہیں۔

١١٢٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلٰی زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِیْ وَآنَقْنَنِیْ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ یَوْمَیْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِیْ یَوْمَیْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰی وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَیْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ.

١١٢٢۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چار چیزوں کا حکم فرمایا ایک یہ کہ نہ سفر کرے کوئی عورت دو دن مگر یہ کہ اس کا خاوند یا محرم (جس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے) اس کے ساتھ ہو دوسرا دو دنوں میں روزہ رکھنا درست نہیں ایک تو عید فطر کے دن دوسرا عید قربانی کے دن تیسرا دو نمازوں کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں فجر کی نماز سے پیچھے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور عصر کی نماز سے پیچھے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے چوتھا کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر کرنا تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف درست نہیں ایک تو خانہ کعبے کی مسجد دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَبْوَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کاموں کا بیان

بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ وَوَضَعَ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلٰى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ إِلَّا أَنْ يَّحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

نماز کے اندر ہاتھ سے مدد لینی جائز ہے بشرطیکہ وہ کام نماز کے متعلق ہو یعنی لغو اور بے فائدہ نہ ہو کہ وہ مکروہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آدمی کو اپنی نماز میں اپنے جسم سے ہر طرح مدد لینی جائز ہے اور ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی زمین پر رکھی اور پھر اس کو اٹھا کر سر پر رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلی اپنے بائیں ہاتھ کے پہنچے پر رکھی مگر یہ کہ جسم کھجلاتے یا کپڑا سنوارتے تو اس وقت اپنے ہاتھ سے مدد لیتے۔

فائدہ: ظاہر یہ آثار باب کے مخالف ہیں اس لیے کہ یہ باب مقید ہے اور یہ آثار مطلق ہیں ہر قسم کے کام کو شامل ہیں خواہ نماز کے متعلق ہو اور خواہ نہ ہو تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ آثار مقید ہیں ساتھ اس امر کے جو نماز کے متعلق ہو لیکن ممکن ہے کہ کہا جائے کہ بدن کو کھجلانا اور کپڑے کو سنوارنا وغیرہ بھی نماز کے متعلق ہے اس لیے کہ نماز میں خشوع مطلوب ہے اور جو چیز کہ نمازی کو ایذا دے اس کا دور کرنا اس کے حضور اور خشوع کو مدد دیتا ہے پس مطابقت ان اثروں کی باب سے ظاہر ہے اور اس طرح نماز میں تھک جانے کے وقت رسی اور عصا وغیرہ کو تھامنا بھی جائز ہے اور بعض سلف نے اس کی رخصت دی ہے لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کھول ڈالو۔

۱۱۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ

۱۱۲۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات کاٹی سو میں گدے کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور حضرت ﷺ اور آپ کی بیوی اس کی لمبائی میں لیٹ گئے سو حضرت ﷺ سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات یا کچھ کم وبیش گزر گئی پھر آپ نیند سے جاگے اور اٹھ کر

خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

بیٹھ گئے اور آپ نے ہاتھ منہ پر مل کر نیند دور کی پھر سورہ آلِ عمران کی دس آیتیں اخیر کی پڑھیں پھر آپ ایک مشک لٹکی ہوئی کی طرف کھڑے ہوئے سو آپ نے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سو میں کھڑا ہوا اور آپ کی طرح میں نے بھی وضو کیا پھر میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا یعنی اپنی بائیں طرف سے پھیر کر دائیں طرف کیا سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آیا یعنی نماز فجر کی اطلاع دینے کو سو آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھی پھر مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جائز ہے اور جو کام کہ نماز کے متعلق ہو اس کو نماز کے اندر کرنا جائز ہے اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی اس لیے کہ آپ نے پہلی بار ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان بائیں سے دائیں طرف پھیرنے کے واسطے پکڑا اور یہ کام نماز کے متعلق ہے اور اس کی اصلاح میں داخل ہے اور پھر دوسری بار آپ نے اس کے کان کو انست دلانے کے لیے پکڑا کہ اس کو وحشت اور خوف پیدا نہ ہو اس لیے کہ یہ نماز آپ کی رات کے وقت اندھیرے میں تھی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ. نماز کے اندر کلام کرنی منع ہے۔

۱۱۲۴ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

۱۱۲۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیا کرتے تھے یعنی وعلیکم السلام کہتے تھے سو جب ہم (مدت کے بعد) نجاشی بادشاہ حبش کے پاس سے پلٹ کر آئے تو آپ نماز میں تھے سو ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہ دیا اور بعد نماز کے فرمایا کہ بیشک نماز میں تو ایک بڑا شغل ہے یعنی نماز میں آدمی قرآن اور ذکر اور دعا وغیرہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے پس اس کے سوا اس میں اور کوئی بات نہیں کرنی چاہیے اور یا اس واسطے کہ آدمی نماز میں اللہ سے عرض معروض کرتا ہے اور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے پس اس کے سامنے ادب سے کھڑا رہے اور اس کے سوا اور کسی طرف توجہ نہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بات کرنا' سلام کا جواب دینا نماز میں درست نہیں پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۱۱۲۵ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عِيْسٰى هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ.

۱۱۲۵۔ حضرت ابوعمرو شیبانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ بیشک ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پہلے نماز میں کلام کیا کرتے تھے ہر آدمی حاجت کے واسطے اپنے ساتھی سے کلام کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت اتری کہ خبردار ہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے سو ہم کو حکم ہوا خاموش رہنے کا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بات کرنا مدینے میں منسوخ ہوا اس لیے کہ یہ آیت بالاتفاق مدنی ہے لیکن حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو سابق گزری اس کے مخالف ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں

کلام کرنا مکے میں منسوخ ہوا اس واسطے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حبش کے سفر سے پلٹ کر آنا مکے میں تھا نہ مدینے میں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ملک حبش سے پلٹ کر آنا دوبار واقع ہوا ہے جیسے کہ فتح الباری میں فرمایا کہ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف دینی شروع کی تو بعض مسلمان ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور ان کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر چند روز کے بعد ان کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ لوگ حبش سے پلٹ کر پھر مکہ میں آئے تو معاملہ اس کے برعکس پایا یعنی دیکھا کہ کفار مکہ سے کوئی مسلمان نہیں ہوا تو مسلمان پھر دوبارہ حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور اس دفعہ پہلے سے دگنے آدمی تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بار بھی ان کے ساتھ تھے پھر چند روز کے بعد ان کو خبر پہنچی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں ہجرت کر کے چلے آئے ہیں تو سنتے ہی سب مسلمان حبش سے پلٹ کر مدینے میں چلے آئے اور مراد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پلٹ کر آنے سے دوسری بار کا پلٹ کر آنا ہے جب کہ مدینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ کر آئے تھے جیسا کہ فتح الباری میں موجود ہے پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کا منسوخ ہونا مدینے میں واقع ہوا نہ مکے میں پس تعارض دفع ہو گیا اور حدیثوں میں تطبیق ہو گئی پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنی جائز نہیں جو اس میں کلام کرے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور فتح الباری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص حرمت کو جان کر عمداً بغیر حاجت اور مصلحت کے نماز میں کلام کرے تو اس کی نماز بالاتفاق باطل اور فاسد ہو جاتی ہے اور اگر مصلحت نماز کے واسطے نماز میں کلام کرے تو اس میں بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اوزاعی اور بعض اصحاب مالک کہتے ہیں کہ مصلحت نماز کے واسطے نماز میں کلام کرنی جائز ہے اور جو شخص کہ نماز میں بھول کر کلام کرے یا نو مسلمانی کی وجہ سے اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو تو اس میں بھی اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ اگر تھوڑی کلام ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور اگر کلام کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ کلام قلیل ہو خواہ کثیر ہو اور خواہ حاجت ہو اور خواہ حاجت نہ ہو وسیاتی مزید ذلک انشاء اللہ تعالٰی اور اگر نمازی سے جبراً کلام کرائی جائے تو اس سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے اور جو ذکر اور دعا کے خطاب سے خالی ہو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ.

نماز میں مردوں کو حاجت کے وقت سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی جب کہ نماز میں کوئی امر حادث ہو اور ایسی ضرورت پیش آئے جس میں امام کو خبردار کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت مقتدیوں کو سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنا جائز ہے۔

١١٢٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَؤُمُّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلَّى فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا أَكْثَرُوا الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآئَهٗ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى.

١١٢٦۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ بنی عمرو کی قوم کے درمیان صلح کرانے کو گئے اور نماز کا وقت آیا سو بلال رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت ﷺ وہاں رک گئے ہیں اور نماز تیار ہے سو کیا تو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اگر تم چاہو تو پڑھاتا ہوں سو ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی پھر حضرت ﷺ تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے گزرے یہاں تک کہ پہلی صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے تالی بجانی شروع کی یعنی تا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے آنے سے خبر دار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو ناگہاں دیکھا کہ حضرت ﷺ صف میں کھڑے ہیں تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا کہ وہیں ٹھہرے رہو اور امامت کیے جاؤ سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو امامت کرنے کو فرمایا پھر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اور صف میں برابر ہوئے اور حضرت ﷺ نے آگے بڑھ کر امامت کی اور نماز پڑھی۔

فائدہ: یہ حدیث پورے طور سے باب من دخل لیؤم الناس میں پہلے گزر چکی ہے اس میں سبحان اللہ کا بھی ذکر موجود ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کوئی ایسی ضرورت پیش آ جائے جس میں امام کو خبر دار کرنا پڑے یا اندھے کو کنوئیں سے ڈرانا پڑے یا کسی اور کو تنبیہ کرنا مقصود ہو تو ایسے وقت نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شک کے واسطے الحمد للہ کہنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے اور اس کی طرف جلدی

کرنا افضل ہے دائمی امام کا انتظار کرنے سے اور یہ کہ بغیر رضامندی مقتدیوں کے جماعت کرانی لائق نہیں اور یہ کہ نماز میں کسی طرف دیکھنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سبحان اللہ کے بدلے الحمد للہ کہنا بھی کافی ہے۔

بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى غَيْرِهٖ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ.

جو شخص کہ نماز میں کسی قوم کا نام لے یا کسی غیر کو روبرو یا بے روبرو سلام کہے اور وہ نہ جانتا ہو کہ اس میں نماز درست ہوتی ہے یا نہیں تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں ٹوٹتی؟۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن رشید نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے یہ ہے کہ ان عملوں سے کوئی چیز نماز کو باطل نہیں کرتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نماز کو دوہرانے کا حکم نہیں کیا بلکہ صرف ان کو وہی تعلیم کیا جس پر وہ آئندہ عمل کریں لیکن اس استدلال پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جاہل قبل وجود حکم کا حال جاہل بعد ثبوت حکم کے حال کے برابر نہیں اور نیز یہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب سے یہ عمل نادانستہ ہوا تھا بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ شرع ان کے نزدیک مقرر تھے اور یہ عمل ان کا شرع کے حکم سے تھا پھر بعد اس کے یہ حکم منسوخ ہو گیا، واللہ اعلم۔

۱۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّيْ وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ.

۱۱۲۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں بیٹھ کر التحیات پڑھا کرتے تھے اور اس میں ہر ایک کا نام لے لے کر سلام کہا کرتے تھے یعنی اللہ کو سلام، جبرائیل کو سلام، میکائیل کو سلام اور فلانے فلانے کو سلام اور ہم میں سے بعض بعض کو سلام کیا کرتے تھے یعنی ایک دوسرے کے روبرو اور سامنے ہو کر سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا سو فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے بدلے یہ التحیات پڑھا کرو اور التحیات للہ الخ یعنی سب زبان کی عبادتیں جیسے تعریف اور ذکر اور بدن کی عبادتیں جیسے نماز اور حج وغیرہ اور مال کی عبادتیں جیسے زکوۃ اور خیرات صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں سلام ہو تجھ کو اے پیغمبر! اور اللہ کی رحمت اور برکت اور سلام ہو ہم کو اور اللہ کے سب نیک بندوں کو میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندہ ہے اللہ کا اور اس کا رسول ہے سو جب تم نے کہا کہ اللہ کے سب نیک

بندوں پر سلام ہو تو جتنے اللہ نے نیک بندے آسمان اور زمین میں ہیں خواہ فرشتے خواہ پیغمبر خواہ اولیاء خواہ جن خواہ آدمی سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا یعنی اب ہر ایک کا نام لینا کچھ ضروری نہیں ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلے میں شک رہا ہے اسی واسطے اس نے باب میں جائز یا ناجائز ہونے نماز کا کچھ حکم بیان نہیں کیا لیکن اب اگر کسی کا نام لے یا کسی کو روبرو ہو کر سلام کرے تو درست نہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور مفصل بیان اس حدیث کا آخر صفۃ الصلوۃ میں گزر چکا ہے شائق اس کی طرف رجوع کرے۔

بَابُ التَّصْفِيقُ لِلنِّسَآءِ. نماز میں عورتوں کو ضرورت کے وقت تالی بجانا جائز ہے

فائدہ: اور صورت اس کی یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پیٹھ پر مارے اور اندر کی طرف سے دونوں ہتھیلیوں کو نہ بجائے جیسا کہ کھیل میں بجاتے ہیں اور اگر کھیل کی طرح سے بجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کذا فی القسطلانی۔

۱۱۲۸ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ وَالتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ.

۱۱۲۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تالی مارنا عورتوں کو چاہیے اور سبحان اللہ کہنا مردوں کو چاہیے۔

۱۱۲۹ ـ حَدَّثَنَا يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْحُ لِلنِّسَآءِ.

۱۱۲۹۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا لیکن اس میں مردوں کا ذکر مقدم ہے اور عورتوں کا ذکر مؤخر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز میں چوک جائے یا کوئی اور ضرورت پیش آئے تو عورت کو تالی مار کر خبردار کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کہ عورت کے واسطے تالی بجانا جائز رکھتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عورت کو تالی مارنا جائز نہیں بلکہ حاجت کے وقت وہ بھی مردوں کی طرح سبحان اللہ کہے اور اس حدیث کو وہ مذمت پر محمول کرتے ہیں یعنی عورتوں کی اکثر عادت ہے کہ تالیاں بجاتی ہیں سو نماز میں ایسا نہیں

چاہیے لیکن صحیح مذہب جمہور علماء کا ہے اس لیے کہ دوسری روایت میں صریح آ چکا ہے کہ چاہیے کہ عورتیں تالی بجائیں جیسا کہ کتاب الاحکام میں ابو حازم سے روایت آ چکی ہے پس یہ حدیث اس باب میں نص ہے تاویل کی اس میں مطلق گنجائش نہیں اور عورتوں کو سبحان اللہ کہنا اس واسطے منع ہوا ہے کہ ان کو پست آواز کرنے کا حکم ہے اس لیے کہ عورتوں کی آواز سے اکثر مرد بدخیال ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فِيْ صَلَاتِهٖ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اگر کوئی شخص نماز میں کسی کام حادث کے واسطے اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یا آگے بڑھے تو جائز ہے روایت کیا ہے اس فعل کو سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فائدہ: یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو باب ما یجوز من التسبیح ...... الخ میں سابق گزر چکی ہے اس لیے کہ صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مصلے سے پیچھے ہٹے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے (جس میں پہلے آ کر کھڑے ہوئے تھے) آگے بڑھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٣٠ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَفَجِئَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ أَنْ يَّخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ أَتِمُّوْا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

١١٣٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ مسلمان سوموار کے دن فجر کی نماز میں تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے سو یکا یک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوئے آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا سو آپ نے لوگوں کی طرف نظر کی اور وہ صفیں باندھے کھڑے تھے سو آپ نے دیکھ کر تبسم فرمایا سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اور گمان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور جب کہ مسلمانوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو قصد کیا کہ خوشی سے اپنی نماز میں دیوانے اور مفتون ہو جائیں اور نماز کو توڑ ڈالیں سو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز تمام کرو پھر آپ حجرے میں گئے اور پردہ لٹکایا اور اسی روز آپ کا انتقال ہوا اللہ کا ان پر ہزار درود اور سلام ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ پے در پے نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کسی کام نو حادث کے واسطے آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا جائز ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز کے اندر پہلے پیچھے ہٹے پھر آگے بڑھے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مفصل طور سے یہ حدیث باب الامامۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ.

اگر ماں اپنے بیٹے کو نماز کی حالت میں بلائے تو بیٹے پر اس کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ماں کو جواب دینا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واجب نہیں اور برتقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ جواب سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتی لیکن صحیح یہی قول ہے کہ جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر فرض نماز ہو اور وقت تنگ ہو تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے لیکن مستحب ہے کہ نماز میں تخفیف کرے اور جلدی پڑھ کر ماں کو جواب دے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ ماں کو جواب دے لیکن وہ حدیث سبحان اللہ پر محمول ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِيْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ وُجُوْهِ الْمَيَامِيْسِ وَكَانَتْ تَأْوِيْ إِلٰى صَوْمَعَتِهٖ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نماز کے اندر پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھتا تھا تو اس نے کہا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے میرے رب میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں یعنی اس نے ماں کو جواب نہ دیا وہ پلٹ گئی اور دوسرے دن پھر آئی اور اس کو پکارا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے رب میرے! ماں مجھ کو پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں یعنی اس نے ماں کو جواب نہ دیا پھر وہ پلٹ گئے اور تیسرے دن پھر آئی اور اس کو پکارا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے میرے رب! ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں سو وہ اپنی نماز میں متوجہ رہا اور ماں کو جواب نہ دیا تو اس کی ماں نے اس کے حق میں یوں بد دعا کی کہ الٰہی!

هٰذِهِ الَّتِيْ تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِيْ قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ قَالَ رَاعِيَ الْغَنَمِ.

جریج کو مت مار جب تک کہ وہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اور ایک عورت بکریاں چرانے والی اس کے عبادت خانے کے پاس ٹھہرا کرتی تھی سو اس نے لڑکا جنا سو لوگوں نے اس کو پوچھا کہ یہ لڑکا کس کے نطفے کا ہے؟ اس نے کہا جریج کے نطفے سے کہ وہ اپنے عبادت خانے سے نیچے اترا اور مجھ سے زنا کیا اور اس سے مجھ کو یہ حمل ہوا سو جریج نے کہا کہ وہ عورت کہاں ہے جو یہ بکتی ہے کہ اس کا لڑکا میرے نطفے سے ہے؟ سو اس نے کہا کہ اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ فلانا چرواہا ہے

فائدہ: ماں کی اجابت کا حق بہ نسبت حق نماز کے کو مرجوح ہے لیکن تاہم بھی جواب نہ دینے سے اس کی ماں کی دعا اس کے حق میں قبول ہوئی اور اس کی تاثیر سے اس کو زنا کی تہمت لگی اور ذلت ہوئی پس اس کی ماں کی دعا قبول ہونے سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق بڑا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی واسطے اس نے جواب دینے میں تردد کیا اور ماں کو جواب نہ دیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے برابر کرنا جائز ہے۔

١١٣١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَيْقِيْبٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً..

١١٣١۔ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں سجدہ کرنے کے وقت سجدہ گاہ سے مٹی برابر کرنے لگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اگر تو ضرور ہی کرنے والا ہو تو فقط ایک بار کر یعنی اول تو یہ کام نماز میں بہتر نہیں اور اگر تجھ کو نہایت ہی ضرورت پڑے تو ایک بار کا کرنا مضائقہ نہیں ہے تا کہ عمل کثیر جو مبطل نماز ہے لازم نہ آئے یا خشوع میں خلل نہ ڈالے اور یا اس کے اور رحمت کے درمیان مانع نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کنکریوں سجدہ گاہ سے ہٹانا اور زمین کو برابر اور صاف کرنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور اس حدیث میں اگرچہ کنکریوں کا ذکر نہیں لیکن اس کے بعض طریقوں میں ان کا ذکر بھی آ گیا ہے جیسا کہ ابو داؤد اور مسلم کی حدیث میں موجود ہے اور بعض طریقوں میں ہر چیز کا ذکر بھی آیا ہے یعنی

ایک بار ہر چیز کو صاف کرنا درست ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ نماز میں کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس میں کچھ خوف نہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا۔

بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُوْدِ.

نماز میں زمین پر سجدہ کرنے کے واسطے کپڑا بچھانے کا بیان یعنی اگر گرمی کی شدت سے زمین پر سجدہ نہ ہو سکے تو سجدہ کرنے کے واسطے زمین پر کپڑا بچھانا جائز ہے۔

١١٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُّمَكِّنَ وَجْهَهٗ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهٗ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

١١٣٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سخت گرمی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو جب (شدت گرمی کے سبب سے) کسی کو زمین پر ماتھا رکھنا کی طاقت نہ ہوتی تو اپنا کپڑا زمین پر بچھاتا اور اس پر سجدہ کرتا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں قلیل یعنی تھوڑا کام کرنا جائز ہے۔

فائدہ: پہلے بابوں میں عمل قلیل کے جزئیات کا بیان ہے اور اس میں مجمل طور سے اس کا نماز میں جائز ہونا ثابت کیا ہے اور عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ عمل کثیر وہ ہے جس میں آدمی دونوں ہاتھ سے محتاج ہو جیسے کہ عمامے کا باندھنا اور کرتے کا پہننا اور تیر کا کمان سے چلانا وغیرہ ہے کہ اکثر عادت ان کاموں کی دونوں ہاتھ سے ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمل کثیر وہ ہے جس کو نمازی بہت جانے اور اکثر علماء کے نزدیک مختار ہے کہ اگر کوئی دیکھنے والا اس کو دور سے دیکھے تو گمان کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔

١١٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيْ فِيْ قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَرَفَعْتُهَا

١١٣٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے پاؤں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ گاہ میں دراز کیا کرتی تھی اور آپ نماز پڑھتے تھے سو جب آپ سجدے میں جاتے تو مجھ کو ٹھوکر لگاتے سو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں کو دراز کر لیتی۔

فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹھوکر مارنا وغیرہ تھوڑا عمل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٣٤ ۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوْثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ﴾ فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا.

۱۱۳۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی سو فرمایا کہ ایک شیطان رات کو میرے آگے گھس پڑا سو اس نے مجھ پر حملہ کیا کہ میری نماز کو توڑ دے سو اللہ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا سو میں نے اس کو پکڑا اور اس کا گلا گھونٹا سو میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستون سے کسی ستون میں باندھ دوں تا کہ تم سب لوگ صبح کے وقت اس کو دیکھو پھر مجھ کو یاد آئی اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا وہ دعا یہ تھی کہ اے میرے رب! میری مغفرت کر اور دے مجھ کو ایسی بادشاہی کہ میرے بعد پھر کسی کو ویسی نہ ملے سو اللہ نے اس کو دھکیل دیا دھتکار کے۔

فائدہ: جن اور دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں تھے اور انہوں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد کسی کو نہ ملے اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو چھوڑ دیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پکڑنا اور دھکیل دینا تھوڑا عمل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگرچہ ولی کامل ہو شیطان کے غلبے سے نڈر نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس مردود کی اتنی جرأت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بے ادبی کو تیار ہوا تھا اللہ بچائے تو اس سے بچے آدمی بے چارے کی کیا طاقت ہے؟۔

بَابُ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ. اگر نماز میں نمازی کی سواری کھل جائے تو کیا کرے؟۔

فائدہ: ابن بطال نے کہا کہ اگر نماز کی حالت میں نمازی کی سواری کھل جائے تو اس کو نماز کا توڑ دینا اور اس کے پیچھے جانا بالاتفاق جائز ہے اور قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر نماز کی حالت میں مسافر کی سواری کھل جائے اور تلف ہونے کا خوف ہو اور یا کسی لڑکے یا اندھے کے کنوئیں میں یا آگ میں گرنے کا خوف ہو اور یا اپنے مال و متاع کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے واسطے جائز ہے کہ نماز کو توڑ دے اور سواری کے پیچھے جائے یا اپنے مال کو بچائے اور ابن تین نے کہا کہ اگر مال قیمتی ہو تو نماز کو توڑنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر نماز کی حالت میں نمازی کا کپڑا پکڑا جائے تو اس کو جائز ہے کہ چور کے پیچھے جائے اور نماز کو چھوڑ دے۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کنوئیں میں گرتا دیکھے تو واجب ہے کہ نماز کو توڑ ڈالے اور اس کو کنوئیں سے بچائے اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز کی حالت میں کسی کا مال ظلم سے چھینا جائے تو خوف کی نماز کی طرح نماز پڑھے اور اسی طرح آگ یا سیلاب وغیرہ سے بھاگنے کے وقت بھی خوف کی نماز پڑھے اور جب کپڑے کے واسطے نماز کو توڑنا جائز ہے تو سواری کے واسطے بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

١١٣٥ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا رَجُلٌ يُّصَلِّيْ وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهٗ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانِيَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيْرَهٗ وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَابَّتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

١١٣٥۔ حضرت ازرق بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم اہواز (ایک شہر کا نام ہے فارس اور بصرے کے درمیان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہوا) میں خارجیوں سے لڑتے تھے سو جس حالت میں کہ میں ایک نہر کے کنارے پر کھڑا تھا سو اچانک دیکھا کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور اپنی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں ہے سو سواری اس کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور وہ مرد اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا شعبہ (راوی) نے کہا کہ وہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے سو ایک شخص خارجیوں میں سے کہنے لگا کہ الٰہی! اس بوڑھے کو اپنے فعل کی سزا دے کہ اس نے سواری کے واسطے نماز چھوڑ دی ہے سو جب وہ بوڑھا نماز پڑھ چکا تو کہا کہ بیشک میں نے تمہاری بات سنی اور بیشک میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چھ یا سات یا آٹھ جنگیں لڑیں ہیں اور آپ کی آسانی دیکھی کہ آپ احکام شرع میں نہایت آسانی کرتے تھے یعنی میں نے یہ کام شرع کے مخالف نہیں کیا بلکہ اس کو آپ سے دیکھا ہے اور اگر میں اپنی سواری کے ساتھ ساتھ پلٹ جاؤں تو مجھ کو بہت پسند ہے اس سے کہ اس کو چھوڑ دوں اور وہ اپنی چراگاہ میں چلی جائے اور مجھ پر مشکل پڑ

جائے اور میں گھر نہ پہنچ سکوں۔

فائدہ: ظاہر اس قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نماز کو توڑا نہیں تھا جیسا کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سواری قبلے کی طرف گزری انہوں نے چل کر سواری کو پکڑا اور ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اس لیے کہ اگر انہوں نے نماز کو توڑ دیا ہوتا تو قبلے کی طرف پیٹھ کرنے کی کچھ پرواہ نہ کرتے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا چلنا بہت نہیں تھا اور یہ موافق ہے باب کی دوسری حدیث کو اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور پیچھے ہٹے اور نماز کو نہ توڑا پس ثابت ہوا کہ یہ تھوڑا کام ہے اور تھوڑا چلنا ہے اور اس میں قبلے کی طرف پیٹھ بھی نہیں پھیری پس نماز کو کچھ نقصان نہیں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر نماز میں سواری کے چلے جانے کا خوف ہو تو کیا کیا جائے؟ اس نے جواب دیا کہ نماز چھوڑ کر سواری کو پکڑ لے پھر کہا گیا کہ باقی نماز کو پورا کرے یا ساری نماز کو پھر پڑھے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر قبلے کی طرف پیٹھ پھیری ہو تو ساری نماز کو دوہرائے ورنہ باقی کو تمام کرے اور فقہاء کا اجماع ہے اس پر کہ نماز میں بہت چلنا اس کو باطل کر دیتا ہے سو ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تھوڑے چلنے پر محمول ہو گی لیکن بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ایڑیوں پر پیچھے ہٹنے کی صورت میں مطلق نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ چلنا بہت قدم ہو یا تھوڑا ہو اس میں کچھ فرق نہیں اور قیاس اگرچہ فساد کو چاہتا ہے لیکن یہاں قیاس اس حدیث کے مقابلے میں متروک ہے اور ایسا ہی لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں پھر باوجود اس اختلاف کے دعویٰ اجماع کا کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کی حالت میں سواری کھل جائے تو اس کو چل کر پکڑنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ اپنی چراگاہ کی طرف چلی جائے تو یہ قید باعتبار اکثر کے ہے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں اور طرف چلی جائے اور بالکل گم ہو جائے پس اس میں مال کا ضائع کرنا ہے اور یہ جو اس نے کہا کہ میں نے آسانی دیکھی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کو توڑ کر سواری کے پیچھے چلا جائے تو جائز ہے اور اس میں دلیل ہے واسطے فقہاء کے کہ مال متاع وغیرہ جس چیز کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس کے واسطے نماز چھوڑ دینا جائز ہے۔

١١٣٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةٍ أُخْرٰى ثُمَّ رَكَعَ

١١٣٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورج میں گہن پڑا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے سو آپ نے لمبی سورت پڑھی پھر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر دوسری سورت شروع کی پھر رکوع کیا یہاں تک کہ اس کو ادا کیا اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے سو جب تم

حَتّٰى قَضَاهَا وَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهٗ حَتّٰى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيْدُ أَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِيْ سَيَّبَ السَّوَآئِبَ.

گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو یہاں تک کہ وہ کھل جائے اور روشن ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر چیز کو دیکھا جس کا مجھ کو وعدہ دیا گیا تھا اور میں نے چاہا کہ بہشت سے انگور کا گچھا پکڑوں جب کہ تم نے مجھ کو دیکھا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور بیشک میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کا بعض ٹکڑا بعض کو کچلے ڈالتا ہے جب کہ تم نے مجھ کو دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا اور میں نے اس میں عمرو بن لحی کو دیکھا کہ (اپنی انتڑیاں گھسیٹتے پھرتا ہے) اور یہ شخص وہ ہے جس نے اول سانڈھ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

فائدہ: عمرو بن عامر حضرت ﷺ سے تین سو برس آگے تھا بتوں کے نام پر سانڈھ چھوڑنے کی رسم اس نے نکالی تھی اس واسطے ایسے سخت عذاب میں گرفتار ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی پس جس شخص کی سواری نماز میں کھل جائے اس کو بھی اس کے قابو کرنے کے واسطے آگے پیچھے ہٹنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں بعض قسم کا تھوکنا اور پھونکنا جائز ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان دونوں کے درمیان وجہ مساوات کی یہ ہے کہ اکثر اوقات ان سے دو حرف پیدا ہوتے ہیں اور وہ ادنیٰ درجہ اس کا ہے جس سے کلام بنتی ہے اور بخاری نے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ بعض قسم کی تھوک اور اف اف جائز ہے اور بعض قسم کی جائز نہیں سو احتمال ہے کہ اس کے نزدیک جائز وہ قسم ہو جس سے کلام مفہوم نہ ہو سکے اور ناجائز وہ قسم ہے جس سے کلام مفہوم ہو سکے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُجُوْدِهٖ فِيْ كُسُوْفٍ.

اور ذکر کیا جاتا ہے عبداللہ بن عمرو سے کہ حضرت ﷺ نے گہن کی نماز کے سجدے میں پھونک ماری۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ نماز کے اندر پھونکنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز میں نفخ کرنا مکروہ ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہ روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور یہی قول ہے ابو یوسف اور اشہب اور احمد اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ جیسے کلام سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ویسے ہی نفخ سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مدونہ (بڑی کتب) میں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی آواز سنی جائے تو بمنزلہ کلام کے ہے اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ورنہ نہیں یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری اور محمد کا ہے لیکن پہلے قول کو ترجیح ہے اس لیے کہ نفخ کے حروف بصاق کے حروف سے زیادہ نہیں ہیں اور سب کا اتفاق ہے اس پر کہ نماز میں تھوکنا جائز ہے سو یہ دلیل ہے اس پر کہ نماز میں نفخ بھی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس سے دو حرف ظاہر ہوں تو نماز باطل ہو جاتی ہے ورنہ نہیں اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو ابن ابی شیبہ نے اسناد جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ نفخ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے گہن کی نماز میں نفخ کیا پس یہ روایت اس کے معارض ہے پس حدیث فساد کی اس پر محمول ہے جب کہ کلام ظاہر ہو اور سنی جائے لیکن اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس تعلیق کے بعض طریقوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نے آخر مسجد میں اُف اُف کیا تو گویا کہ نفخ کو اس کے ساتھ تفسیر کیا ہے پس یہ صریح دلیل ہے اس پر کہ نفخ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بیہقی نے اشارہ کیا ہے کہ نماز میں نفخ کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا لیکن یہ مردود ہے ساتھ اس کے کہ بغیر دلیل کے خاصہ ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ ہنسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ ایک حرف ظاہر ہو خواہ دو حرف ظاہر ہوں اور ہنسنے اور رونے میں فرق یہ ہے کہ ہنسنے سے نماز کی حرمت اور عزت جاتی رہتی ہے بخلاف رونے کے کہ اس سے نماز کی حرمت نہیں جاتی ہے اسی واسطے حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر رونا اللہ کے خوف سے ہو تو اس سے نماز مطلق باطل نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

۱۱۳۷ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلٰى يَسَارِهِ.

۱۱۳۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں تھوک لگا دیکھا سو آپ مسجد والوں پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تمہارے سامنے ہے سو جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں ہو تو نہ تھوکے یا فرمایا کہ کھنکار کے نہ تھوکے یعنی اپنے منہ کے سامنے کہ اللہ کا قبلہ ہے اس کے روبرو۔ پھر آپ اترے اور اس کو کھرچ ڈالا یعنی ٹھیکری کے ساتھ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی تھوکے تو چاہیے کہ اپنی بائیں طرف تھوکے۔

۱۱۳۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا

۱۱۳۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے سو نہ تھوکے اپنے سامنے اور نہ اپنے دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوکنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے کوئی کلام مفہوم نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِّنَ الرِّجَالِ فِيْ صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ.

اگر کوئی مرد نماز میں تالی بجائے اور اس کے حکم کو نہ جانتا ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ: باب التصفیق للنساء میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تالی بجانا عورتوں کو چاہیے اور مرد سبحان اللہ کہیں لیکن اگر کوئی مرد اس حکم کو نہ جانتا ہو اور نماز میں نادانستہ تالی بجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت نماز میں نادانستہ سبحان اللہ کہے تو اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی ہے۔

فِيْهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور دلیل اس کی اس باب میں وہ حدیث ہے جو سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی ہے۔

فائدہ: جیسا کہ باب ما یجوز من التسبیح ...... الخ میں پہلے گزر چکی ہے اس لیے کہ جن مردوں نے نماز میں تالیاں بجائی تھیں حضرت ﷺ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہیں فرمایا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن جاہل کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دیدہ دانستہ مرد تالی بجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بَابُ إِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَأْسَ.

اگر کسی نمازی کو کہا جائے کہ تو دوسرے نمازی سے سبقت کر اور یا کہا جائے کہ انتظار کر اور وہ انتظار کرے تو کچھ ڈر نہیں اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

۱۱۳۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْ

۱۱۳۹۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اس حال میں کہ وہ اپنے تہ بند گردنوں پر باندھے ہوتے تھے چھوٹے ہونے کے سبب سے سو عورتوں کو کہا گیا کہ اپنے سروں کو سجدے سے

أُزُرِهِمْ مِّنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

مت اٹھایا کرو یہاں تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں ایک دوسرے سے تقدیم وتاخیر کرنا اور ایک دوسرے کے فعل کا انتظار کرنا جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ آپ نے عورتوں کو مردوں کا انتظار کرنے کا حکم دیا اور یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ مرد تقدیم کریں اور عورتیں اُن سے تاخیر کریں یعنی مرد پہلے سر اٹھائیں اور عورتیں پیچھے سر اٹھائیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کا فعل امام سے پیچھے واقع ہونا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ ہر فعل میں امام کے ساتھ برابر رہے تقدیم وتاخیر نہ کرے اور یہ کہ بعض افعال میں بعض مقتدیوں کا بعض سے پیش دستی کرنا یعنی اپنے فعل کو دوسرے ساتھی سے پہلے ادا کرنا جائز ہے اور یہ کہ غیر کے حق کے واسطے نماز میں انتظار کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر امام رکوع میں باہر سے آنے والے کا انتظار کرے کہ رکوع کو پالے تو جائز ہے اور اسی طرح التحیات میں بھی باہر سے آنے والے کا انتظار کرنا جائز ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں سلام کا جواب نہ دے کہ وہ کلام ہے۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک شخص نماز کے اندر ہو اور دوسرا کوئی آدمی باہر سے آ کر اس کو سلام کہے تو یہ سلام کہنا اس کا جائز ہے یا مکروہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور یہی ہے قول جمہور علماء کا اور امام مالک رحمہ اللہ سے بھی مدونہ کی روایت یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے یہ قول جابر رضی اللہ عنہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں عطاء اور شعبی اور ایک قول مالک کا بھی یہی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نمازی کو سلام کہنا لائق نہیں اور یہی ہے قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور نیز جو لوگ کہ سلام کہنے کو جائز رکھتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جب نماز سے فارغ ہو تو اس وقت سلام کا جواب دے اور بعض کہتے ہیں کہ نماز کے اندر بھی اشارے سے اس کا جواب دے۔

۱۱۴۰ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ

۱۱۴۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتا تھا اور آپ مجھ کو جواب دیا کرتے تھے یعنی وعلیکم السلام کہتے تھے سو جب ہم حبش کے سفر سے پلٹ کر آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا اور فرمایا کہ بیشک نماز میں تو ایک بڑا شغل ہے یعنی نماز میں نماز کے سوا اور کوئی بات نہیں

فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا.

کرنی چاہیے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سلام کا جواب دینا درست نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

١١٤١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللّٰهُ أَعْلَمُ بِهِ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

١١٤١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو اپنے ایک کام میں بھیجا سو میں اس میں گیا اور اس کو ادا کر کے پلٹ آیا اور آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا سو میرے جی میں ایسا رنج ہوا کہ اس کو اللہ ہی جانتا ہے یعنی اس سے مجھ کو کمال رنج ہوا سو میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید آپ مجھ پر غصے ہوئے ہیں اس سبب سے کہ میں نے آپ پر دیر کی پھر میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے پھر مجھ کو جواب نہ دیا سو میرے دل میں پہلی بار سے بھی زیادہ رنج ہوا پھر میں نے آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب دیا اور فرمایا کہ مجھ کو تیرے جواب سے تو صرف اسی نے منع کیا ہے کہ میں نماز پڑھتا تھا اور آپ سواری پر قبلے کے سوا اور طرف منہ کیے ہوئے جا رہے تھے۔

فائدہ: صحیح مسلم کی روایت میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اشارے سے جواب دیا سو جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول (کہ آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا) اس پر محمول ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے اس کا جواب نہ دیا بلکہ ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سلام کا جواب دینا یعنی زبان سے وعلیکم السلام کہنا درست نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ.

نماز میں کسی امر حادث کے واسطے ہاتھ اٹھانے کا بیان یعنی نماز میں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اس کے واسطے ہاتھ اٹھانے جائز ہیں۔

١١٤٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهٗ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ

١١٤٢۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو کے درمیان (جو قباء میں رہتے تھے) کچھ عداوت ہے سو آپ اپنے کئی اصحاب کے ساتھ ان میں صلح کرانے کو گئے سو وہاں آپ کو کسی سبب سے دیر ہو گئی اور نماز کا وقت آیا سو بلال رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو بکر! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رک گئے اور نماز کا وقت آ گیا سو کیا تو لوگوں کو نماز پڑھا سکتا ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر تم چاہو تو پڑھا سکتا ہوں سو بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی تکبیر کہی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کے امام بنے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کی اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے گئے یہاں تک کہ پہلی صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے سو لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کیں تاکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خبردار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو ناگہاں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا حکم کرتے تھے کہ وہیں ٹھہرے رہو اور لوگوں کی امامت کیے جاؤ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا پھر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم کو نماز میں ضرورت ظاہر ہوئی تو تم نے تالی بجانی شروع کی

شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَآءِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تالی مارنی تو صرف عورتوں کو چاہیے جس کو نماز میں کوئی ضرورت ظاہر ہو تو چاہیے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے پھر آپ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر! کس چیز نے تجھ کو روکا لوگوں کے نماز پڑھانے سے جب کہ میں نے تجھ کو اشارہ کیا تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے امام بنے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعا وغیرہ کے واسطے ہاتھ اٹھانے جائز ہیں اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اگر چہ بے موقع ہو اس لیے کہ وہ ہیئت اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس پر برقرار رکھا اور منع نہ فرمایا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کا بیان۔

فائدہ: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے جمہور کے نزدیک مکروہ ہیں اور اہل ظاہر کے نزدیک حرام ہیں اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہود کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے کہ وہ نماز اس طرح پڑھتے ہیں اور یہ طریقہ متکبروں کا ہے اور یا یہ دوزخ والوں کے آرام کی شکل ہے اور یا یہ شیطان کے ساتھ تشبیہ ہے کہ وہ زمین پر اسی شکل سے آیا تھا، واللہ اعلم۔

۱۱۴۳ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۱۴۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے۔

۱۱۴۴ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

۱۱۴۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ آدمی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔

بَابُ يُفَكِّرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّيْ لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں کسی چیز کا فکر کرنا اور سوچنا جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ البتہ میں نماز میں لشکر تیار کرتا ہوں اور فکر کرتا ہوں کہ اس کو کسی طرف بھیجوں۔

فائدہ: ایک روایت میں اس سے یہ بھی آیا ہے کہ میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتا ہوں اور حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہ پڑھی سو جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے قرأت نہیں پڑھی فرمایا کہ میں ایک قافلے کے خیال میں تھا جس کو میں نے مدینے سے تیار کیا یہاں تک کہ میں شام میں داخل ہوا پھر نماز کو دوہرایا اور قرأت بھی پھر پڑھی لیکن یہ دوہرانا نماز کا واسطے ترک قرأت کے تھا نہ اس واسطے کہ وہ فکر میں مستغرق تھے۔

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی چیز کا سوچنا اور فکر کرنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ فکر اور خیال میں کیسا ہی غرق ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

١١٤٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا دَخَلَ عَلٰى بَعْضِ نِسَآئِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاٰى مَا فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُّمْسِيَ أَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

١١٤٥۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی سو جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہوئے اور اپنی ایک بیوی کے پاس گئے پھر باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگوں کو آپ کے جلدی جانے سے تعجب ہوا ہے سو فرمایا کہ مجھ کو نماز میں یاد پڑ گیا کہ ایک ٹکڑا چاندی کا جو ہمارے گھر میں تھا صدقہ سے سو میں نے مکروہ جانا کہ وہ رات کو ہمارے پاس رہے سو میں نے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی چیز کا فکر کرنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٤٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُوْ

١١٤٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَسَمِعَهُ أَبُوْ سَلَمَةَ مِنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز کرتا ہوا تا کہ اذان کو نہ سنے اور جب مؤذن تکبیر سے چپ ہو جاتا ہے تو پھر سامنے آتا ہے اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب مؤذن تکبیر سے چپ ہو جائے تو پھر سامنے آتا ہے سو ہمیشہ نمازی کے ساتھ لگا رہتا ہے اس کو کہتا ہے کہ یاد کر وہ چیز جس کو وہ یاد نہیں کر سکتا تھا یعنی بھولی ہوئی چیز اس کو یاد دلا دیتا ہے یہاں تک کہ نہیں جانتا آدمی کہ کتنی نماز پڑھی اور کتنی باقی رہی یعنی اس کو نماز میں شک پڑ جاتا ہے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی اس طرح کا فکر کرے کہ نماز میں شک پڑ جائے تو دو سجدے سہو کے بیٹھ کر کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں فکر کرنا اور سوچنا نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا بشرطیکہ اس کا کوئی رکن ترک نہ کرے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ آدمی فکر کرتے کرتے ایسا ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی دو رکعت یا تین رکعت پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٤٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

١١٤٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں یعنی بوجہ طعن کے کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے سو میں ایک مرد کو ملا سو میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رات کو عشاء کی نماز میں کون کون سی سورت پڑھتے تھے اس نے کہا میں نہیں جانتا سو میں نے کہا کہ کیا تو عشاء میں حاضر نہیں تھا؟ اس نے کہا ہاں حاضر تھا میں نے کہا لیکن میں تو جانتا ہوں کہ آپ نے فلانی فلانی سورت پڑھی تھی۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ اس مرد کو سورتیں اس واسطے یاد نہ رہیں کہ وہ نماز کے سوا کسی اور کام کے خیال میں رہا اور اس کا دل کسی اور طرف لگا ہوا تھا پس معلوم ہوا کہ نماز میں نماز کے سوا کسی اور کام میں فکر کرنا جائز ہے اور عدم حضور اور قرأت کی طرف نہ توجہ کرنے سے نماز کو نقصان نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَي الْفَرِيْضَةِ.

ان حدیثوں کا بیان جو سہو کے باب میں آئی ہیں جب کہ نمازی چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو اور درمیان میں التحیات کے لیے نہ بیٹھے۔

فائدہ: سہو کا معنی ہے غفلت اور بے خبری اور دل کا دوسری طرف لگ جانا' جاننا چاہیے کہ سجدہ سہو کے باب میں علماء کو اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سنت ہیں اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر نماز سے کوئی چیز کم ہو تو سجدہ سہو کا واجب ہے اور اگر نماز میں کوئی چیز زیادہ ہو جائے تو سجدہ سہو کا واجب نہیں اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ اگر سوائے ارکان کے اور واجبات کو ترک کرے تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر سنن قولیہ کو ترک کرے تو واجب نہیں اور اسی طرح اگر کسی ایسے فعل یا قول کو ترک کرے جس کا عمدًا کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے تو اس میں بھی سجدہ سہو کا واجب ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سجدے سہو کے سب واجب ہیں اور دلیل ان کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ابواب القبلہ میں مذکور ہو چکی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چاہیے کہ دو سجدے سہو کے کرے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی سجدہ کرنا ثابت ہے اور نماز میں آپ کے افعال واسطے بیان کے ہیں اور بیان واجب کا واجب ہے۔ (فتح)

١١٤٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ.

۱۱۴۸۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بعض نمازوں سے دو رکعتیں پڑھائیں یعنی فرضوں سے پھر کھڑے ہوئے سو جب نماز ادا کر چکے یعنی پچھلا التحیات پڑھ چکے اور ہم آپ کے سلام کے منتظر ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی سلام سے پہلے اور دو سجدے سہو کے بیٹھ کر کیے پھر سلام پھیرا۔

١١٤٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ

۱۱۴۹۔ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان التحیات کے لیے نہ بیٹھے سو جب نماز ادا کر چکے تو سہو کے دو سجدے کیے پھر بعد اس کے سلام پھیرا۔

الظُّهرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ
سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور درمیان کا التحیات پڑھنا بھول جائے تو اس کے بدلے دو سجدے سہو کے سلام سے پہلے اور یہی وجہ ہے مطابق اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سہو کے واسطے دو سجدے کرے ایک پر اکتفا نہ کرے اور اگر فقط ایک ہی سجدہ کرے تو اس میں تفصیل ہے اگر بھول سے کرے تو نماز درست ہے اور اگر عمدًا کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب تکبیروں کی طرح اس میں بھی تکبیر پکار کر کہی جائے اور یہ کہ دونوں سجدوں کے درمیان جلسے سے فاصلہ کیا جائے اور یہ کہ اگر نماز میں کئی بار سہو ہو جائے تو سب کے بدلے فقط دو سجدے کافی ہیں ہر سہو کے واسطے علیحدہ دو سجدے کرنے ضروری نہیں اس لیے کہ اس واقعہ میں آپ سے دو چیزیں فوت ہوئیں ایک قعدہ اور ایک التحیات پڑھنا اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر نمازی دونوں سے ایک چیز کو بھول جائے تو اس کے واسطے بھی سجدہ سہو کا کیا جاتا ہے لیکن آپ سے منقول نہیں کہ آپ نے اس واقعہ میں دو سے زیادہ سجدے کیے ہوں پس معلوم ہوا کہ کئی سہو کے واسطے دو سجدے کرنے کافی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط سہو کے ساتھ خاص ہے عمدًا میں سہو نہیں سو اگر عمدًا کسی ایسی چیز کو ترک کرے جو سجدے سہو سے پوری ہو سکتی ہو تو وہ سجدہ نہ کرے اس لیے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں اتنا لفظ زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فراموش شدہ التحیات کے بدلے دو سجدے کیے اور یہی ہے قول جمہور کا اور ترجیح دی ہے اس کو امام غزالی اور بعض شافعیہ نے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی امام کے ساتھ سہو کا سجدہ کرے اگرچہ مقتدی کو سہو نہ ہوا ہو اور ابن حزم نے اس میں اجماع نقل کیا ہے لیکن بعض نے اس سے اس صورت کو مستثنٰی کیا ہے کہ اگر ظاہر ہو جائے کہ امام بے وضو ہے تو مقتدی اس کے ساتھ سجدہ نہ کرے اور ابن سیرین نے مسبوق کو بھی اس سے مستثنٰی کیا ہے اور یہ کہ پہلا التحیات واجب نہیں وقد تقدم بحثه فی اواخر صفة الصلوٰة اور یہ کہ اگر سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے تو اس کے بعد التحیات نہیں اور یہ کہ جو شخص پہلے التحیات سے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑا ہو کر سہو کو یاد کرے تو پھر التحیات کی طرف نہ پلٹے بلکہ کھڑا رہے اس لیے کہ حضرت ﷺ سہو سے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے سے سبحان اللہ کہا مگر پھر بھی آپ کھڑے رہے التحیات کی طرف نہ پھرے اور ابوداؤد وغیرہ کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد کرے تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد یاد کرے تو نہ بیٹھے اور یہی ہے مذہب جمہور کا اور یہی مختار ہے نزدیک حنفیہ کے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد عمدًا جان کر التحیات کی طرف رجوع کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور جمہور کے نزدیک باطل نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سہو

کی جگہ اخیر نماز کا ہے سو اگر التحیات پڑھنے سے پہلے سجدہ سہو کا کرے تو جمہور کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث میں رد ہے حنفیہ پر کہ وہ کہتے ہیں کہ سب سجدے سہو کے سلام کے بعد ہیں، کما سیأتی اور اس حدیث سے بعض نے دلیل پکڑی ہے کہ سلام نماز میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر التحیات کے بعد سلام سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو نماز پوری ہو جاتی ہے یہ قول بعض صحابہ اور تابعین کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ سو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ سلام نماز سے حلال ہونے کے واسطے مقرر ہے تو جب نمازی یہاں پہنچا تو گویا کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا جیسا کہ دوسری حدیث میں اتنا لفظ زیادہ آچکا ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوئے سوائے اس کے کہ سلام پھیریں تو سہو کے دو سجدے کیے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس معلوم ہوا کہ سلام بھی نماز میں داخل ہے اور یہ جو اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے سہو کے دو سجدے سلام سے پہلے کیے تو اس کی بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ کو اس میں بھی سہو ہو گیا تھا اور یا مراد دونوں سجدوں سے نماز کے دو سجدے ہیں اور یا سلام سے مراد دوسری سلام ہے کہ سجدہ سہو کے بعد پھیرے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ ہم آپ کے سلام کے منتظر ہوئے پس یہ دلیل ہے اس پر کہ یہ تاویل باطل ہے اور مردود ہے، واللہ اعلم۔ (فتح)

بَابُ إِذَا صَلّٰى خَمْسًا. اگر کوئی بھول کر چار فرضوں کے بدلے پانچ رکعتیں پڑھ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے یا بعد میں کرے سو بعض کہتے ہیں کہ اگر نماز میں کوئی چیز کم ہو جائے تو سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے اور اگر کوئی چیز اس میں زیادہ ہو جائے تو سجدہ سہو کا بعد سلام کے کرے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور مزنی اور ابو ثور کا اور بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہی قول اولیٰ ہے کہ اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے لیکن امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فرق صحیح نہیں اس لیے کہ ذی الیدین کے قصے میں سجدہ سہو کا سلام سے پیچھے واقع ہوا ہے حالانکہ وہ بھی نقصان کی وجہ سے تھا اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر حدیث کو اپنے مورد میں استعمال کیا جائے یعنی جس جگہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے واقع ہوا ہے وہاں پہلے کیا جائے اور جہاں پیچھے واقع ہوا ہے وہاں پیچھے کیا جائے اور جس میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی وہاں سلام سے پہلے کیا جائے اور فرمایا کہ اگر سلام سے پیچھے سجدہ کرنے کی حدیث نہ ہوتی تو میں سب کو سلام سے پہلے کہتا اس لیے کہ وہ نماز میں داخل ہے پس سلام سے پہلے چاہیے اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ جس صورت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی وہاں کمی بیشی میں فرق کیا جائے اور یہ قول سب قولوں میں زیادہ تر معتدل ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول اس باب میں زیادہ تر قوی ہے اور داؤد ظاہری نے کہا کہ پانچ جگہوں کے سوا جن میں آپ نے سجدہ کیا اور کسی جگہ سجدہ کرنا

درست نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سلام سے پہلے کیے جائیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی نماز میں شک کرے سو نہ جانے کہ کتنی پڑھی ہے تو شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرے پھر دو سجدے کرے سلام کرنے سے پہلے الخ اور حنفیہ کے نزدیک سب سجدے سہو کے بعد سلام کے ہیں اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابواب القبلہ میں پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے کہ سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے مگر یہ سب اختلاف افضلیت اور اولیت میں ہے اصل جواز میں کسی کے اختلاف نہیں یعنی خواہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے یا پیچھے کرے ہر طور سے جائز ہے اور امام ماوردی نے کہا کہ جواز پر سب کا اجماع ہے اور اسی طرح کہا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے لیکن افضلیت میں اختلاف ہے بعض کسی کو افضل کہتے ہیں اور بعض کسی کو افضل کہتے ہیں اور بعضوں نے ان دونوں حدیثوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ یہ دو حالتوں پر محمول ہے یعنی کبھی سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے اور کبھی پیچھے کرے اور بیہقی نے کہا کہ اختیار ہے خواہ پہلے کرے خواہ پیچھے کرے اور بعض حنفیہ سے بعض صورتوں میں نماز کا باطل ہونا بھی منقول ہے لیکن یہ اختلاف ان کا اجماع مذکور کے مخالف نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ اقوال ان کے اس اجماع کے بعد واقع ہوئے ہوں پس اس سے اجماع میں قدح لازم نہیں آتا اور ابن خزیمہ نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث عراق والوں کے واسطے دلیل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ وہ اس کے خود مخالف ہیں کہتے ہیں کہ اگر نمازی چوتھی رکعت میں التحیات کا قدر پڑھ کر اٹھ کھڑا ہو اور سلام پھیرنا بھول جائے تو پانچویں رکعت کے ساتھ چھٹی کو ملائے پھر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کا کرے اور اگر چوتھی رکعت میں نہ بیٹھے تو اس کی نماز درست نہیں حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چھٹی رکعت کا ملانا منقول نہیں اور نہ اعادہ نماز کا منقول ہے پس یہ استدلال ان کا باطل ہوا انتھی ملخصا (فتح) پھر فرمایا کہ جب عالم کو حدیث معلوم ہو جائے تو اس کے مخالفت کرنی حرام ہے۔

۱۱۵۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

۱۱۵۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں یعنی بھول کر چار کے بدلے پانچ پڑھ گئے سو آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی؟ سو فرمایا کہ تمہارے پوچھنے کا کیا سبب ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں سو آپ نے دو سجدے کیے سلام کے بعد۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ اس صورت میں سجدہ سہو کا سلام سے پیچھے واقع ہوا اس لیے کہ اس کا سلام سے پہلے واقع ہونا ممکن نہیں کہ آپ کو اپنے سہو کی اطلاع نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

اگر کوئی شخص سہو سے چار فرضوں کے بدلے پانچ پڑھ جائے اور چوتھی رکعت پر التحیات نہ بیٹھے تو اس کی نماز درست ہے اور سجدہ سہو کا لازم ہے اور یہی ہے قول جمہور کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ آپ نے چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ لیا تھا لیکن یہ محض خیال ہے اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ سیاق حدیث کا اس کے مخالف ہے اور نیز حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں چھٹی رکعت کا ملانا واجب ہے حالانکہ آپ نے چھٹی رکعت کو اس کے ساتھ ضم نہیں کیا اور مفصل بیان اس مسئلے کا کلام المتین میں ہے شائق اس کی طرف رجوع کرے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سہو سے کوئی چیز نماز میں زیادہ ہو جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر بہت زیادہ ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ کہ جو شخص سہو کو سلام سے پہلے معلوم نہ کرے بلکہ پیچھے معلوم کرے تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ سجدہ سہو کا کرے اور اگر بہت فاصلہ ہو جائے تو شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کا محل فوت ہو جاتا ہے اور یہ کہ نماز کی مصلحت کے واسطے عمداً کلام کرنی جائز ہے اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی وسیاتی البحث فیہ فی الباب الذی بعدہ اور یہ کہ جو شخص سہواً قبلے سے پھر جائے اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں اور یہ کہ سلام کے بعد امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِيْ ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ.

اگر کوئی شخص بھول کر تین یا چار فرضوں سے فقط دو ہی رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے اور یا چار میں تین ہی رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو دو سجدے سہو کے کرے نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبے۔

فائدہ: تین رکعتوں پر سلام پھیرنے کا باب کی حدیث میں ذکر نہیں لیکن شاید اشارہ ہے طرف اس حدیث کی جو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسلم میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر آپ گھر میں چلے گئے پھر گھر سے آ کر دو سجدے سہو کے کیے پھر سلام پھیرا۔

١١٥١ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَقَصَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى

١١٥١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو ہی رکعت کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذوالیدین (ایک صحابی کا لقب تھا اور اس کے ہاتھ لمبے تھے) نے کہا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ اصحاب نے کہا کہ ہاں پھر آپ

رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو سجدے سہو کے کیے اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عروہ کو دیکھا کہ اس نے مغرب کی نماز سے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور کلام کی پھر باقی نماز پڑھی اور دو سجدے کیے اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی کو سہو ہو جائے اور تین یا چار فرضوں میں فقط دو ہی رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو واجب ہے کہ اس کے بدلے دو سجدے سہو کے کرے نماز کے سجدوں کے برابر ہوں یا اس سے بھی لمبے ہوں جیسا کہ آئندہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں بھول کر تھوڑی کلام کرنی جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا جیسا کہ اوپر گزرا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق کلام سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ عمداً کرے اور خواہ سہواً کرے اور خواہ کلام تھوڑی ہو خواہ بہت ہو اور وہ اس حدیث ذوالیدین کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لیے کہ ذوالیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوئے اور ناسخ اس کی حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو باب ما نھی من الکلام فی الصلوۃ میں گزر چکی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ نسخ بالکل لغو ہے اس لیے کہ ذوالیدین کا جنگ بدر کے دن شہید ہونا مسلم نہیں کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو جب بھی مدعی کو کچھ مفید نہیں اس لیے کہ اس صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث کا جنگ بدر سے متاخر ہونا ثابت کیا جائے اور یہ ممکن نہیں اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حبش کے سفر سے جنگ بدر کے دن پلٹ کر آئے اور نماز میں کلام کرنا اس سے بھی پہلے منسوخ ہو چکا تھا پس اس صورت میں بھی یہ ضروری ہوگا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذوالیدین کی حدیث سے متاخر ہونا ثابت کیا جائے دونہ خرط القتاد بلکہ ممکن ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور طحاوی نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں حاضر نہیں تھے اس لیے کہ یہ واقعہ ذوالیدین کا ہے اور زہری نے کہا کہ ذی الیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے پانچ برس بعد اسلام لائے ہیں پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول (یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی) صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حدیث کے سب امام متفق ہیں اس پر کہ زہری کو اس قصے میں وہم ہو گیا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ اس نے یہ قصہ ذو الشمالین کا قرار دیا ہے اور وہ جنگ بدر کے دن شہید ہوا سو اس نے یہ خیال کیا کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک شخص کا نام ہے حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے اس لیے کہ معظم اہل حدیث وغیرہ مصنفین سب متفق ہیں اس پر کہ یہ دونوں نام دو

شخصوں کے ہیں ذوالشمالین ایک شخص کا نام ہے اور ذوالیدین دوسرے شخص کا نام ہے جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلاف حدیث میں اس پر نص کی ہے اور اسی طرح کہا ہے امام بیہقی اور حاکم وغیرہ نے اور امام نووی رحمہ اللہ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہی قول ہے سب حفاظ اور تمام علماء کا سوائے زہری کے اور سب متفق ہیں کہ اس میں زہری نے غلطی کی ہے اور نیز ذوالیدین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدت تک زندہ رہا اس لیے کہ اس نے یہ حدیث آپ کے بعد بیان کی ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور نیز ذوالشمالین خزاعی ہے اور نام اس کا عمرو بن عبد عمرو ہے اور ذوالیدین سلمی ہے اور نام اس کا خرباق ہے جیسے کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں صاف آ چکا ہے اور نیز بعض اماموں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دو بار واقع ہوا ہو ایک بار ذوالیدین کا اور ایک بار ذوالشمالین کا اور جائز ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں حاضر ہوا اور دوسری کو مرسل بیان کیا ہو اور یہ دراصل ایک تطبیق کی صورت ہے اور بعض نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ دونوں نام ہر ایک کے ہوں پس زہری کا یہ قول کہ ذوالیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوا باطل ہے اور نیز مسلم اور احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس طور سے بیان کی ہے **بینما انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ** یعنی جس حالت میں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا سو یہ لفظ صریح ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور خود بھی وہاں حاضر تھے پس یہ کہنا کہ وہ اس واقعہ میں حاضر نہیں تھے قطعا غلط اور باطل ہے اور نیز عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ میں حاضر تھے جیسے کہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ ان کا اسلام بھی متاخر ہے پھر اس میں یہ تاویل کیونکر چل سکے گی؟ اور نیز ابوداؤد اور ابن خزیمہ وغیرہ نے معاویہ بن خدیج سے سہو کے باب میں ایک اور قصہ روایت کیا ہے اس میں بھی یہی بیان ہے کہ آپ نے نماز میں کلام کی پھر باقی نماز پڑھی اور اس کا اسلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو مہینے پہلے واقع ہوا ہے اور نیز عروہ کا فعل بھی اس کے عدم نسخ پر دلالت کرتا ہے اور نیز ابن بطال نے کہا کہ احتمال ہے کہ نماز میں سہوا کلام کرنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مخصوص ہو پس اس بیان با برہان سے ثابت ہو گیا کہ ذوالیدین کی حدیث منسوخ نہیں اور ثابت ہو گیا کہ نماز میں سہوا کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم اور بعض کہتے ہیں کہ طحاوی نے روایت کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا سو فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف عمل کیا اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر انکار نہ کیا پس دلیل نسخ کی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو اس کی صحت میں کلام ہے دوم دعویٰ نسخ اوپر باطل ہو چکا ہے پس مدعی نسخ اس کا جواب دے پھر دعویٰ نسخ کا زبان پر لائے اور نیز جائز امر کے واسطے انکار کرنا ضروری نہیں بلکہ مستحب امر کے واسطے بھی انکار ضروری نہیں پھر دعویٰ نسخ کیونکر صحیح ہوگا اور نیز یہ بھی ثابت ہونا ممکن نہیں کہ تمام صحابہ اس وقت وہاں موجود تھے اس لیے کہ عہد فاروقی میں اکثر صحابہ ملک شام وغیرہ اطراف میں جہاد کے واسطے پھیلے ہوئے تھے اور نیز پھر عروہ نے یہ کام کیوں کیا اور کسی نے اس پر انکار کیوں نہ کیا؟ اور نیز جمہور ائمہ مجتہدین سہوا کلام کو نماز میں جائز رکھتے

ہیں کما مر پھر اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو مجتہدین کو اس کی ضرور اطلاع ہوتی اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آئے تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو خبردار کرے اور جب ذوالیدین نے کلام کیا اور سبحان اللہ نہ کہا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ نماز میں کلام کرنا جنگ بدر سے پہلے منسوخ ہوا ہے اور ذوالیدین کا قصہ جنگ بدر سے بعد واقع ہوا ہے اس لیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وغیرہ اس میں حاضر تھے اور ان کا اسلام لانا جنگ بدر سے بہت پیچھے ہے کما مر بیانہ مفصلا پس جب ذوالیدین کی حدیث کا مقدم ہونا ثابت نہیں تو پھر دعوی نسخ بنا فاسد علی الفاسد ہے اور سبحان اللہ کی حدیث کو اگر ذوالیدین کی حدیث سے مقدم کہا جائے تو اس سے ہمارا کچھ حرج نہیں کہ سہواً کلام کرنی اس سے مخصوص ہوگی اور اگر اس سے مؤخر کہا جائے تو اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں۔ ومن ادعی خلاف ذلك فعليه البيان بالبرهان.

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَي السَّهْوِ وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

سجدہ سہو کے بعد التحیات نہ پڑھنے کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے مسجد میں سہو کے بعد سلام پھیرا اور دوبارہ التحیات نہ پڑھا اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات مکرر نہ پڑھے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے تو جمہور کے نزدیک التحیات کو نہ دوہرائے اور لیث سے بیان کیا گیا ہے کہ التحیات کو دوہرا کر پڑھے اور عطاء کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ دوہرائے اور خواہ نہ دوہرائے اور مالکیہ کو اس میں اختلاف ہے اور اگر سجدہ سہو کا بعد سلام کے کرے تو امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق کے نزدیک التحیات کو دوہرائے اور یہ قول ہے بعض مالکیہ اور شافعیہ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر سلام کے بعد سجدہ کرے تو التحیات دوبارہ پڑھے اور اگر اس سے پہلے سجدہ کرے تو التحیات نہ دوہرائے اور بعض کہتے ہیں کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات بھی دوہرائے او سلام بھی کہے اور یہی ہے مذہب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور شعبی اور لیث اور حکم اور حماد اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا۔

۱۱۵۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِيْ تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۱۵۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذوالیدین نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ سو لوگوں نے کہا ہاں سچ کہتا ہے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ سہو کا کیا نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبا پھر سجدے سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ.

سر اٹھایا۔
اور سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں التحیات کا پڑھنا بھی آیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں التحیات کا ذکر نہیں۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں التحیات کا پڑھنا بھی آ چکا ہے جیسے کہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور بھول گئے سو آپ نے دو سجدے سہو کے کیے پھر دوبارہ التحیات پڑھا اور سلام پھیرا لیکن ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حاکم نے کہا کہ صحیح ہے شرط شیخین پر اور ابن حبان نے کہا کہ ابن سیرین نے خالد سے اس حدیث کے سوائے اور کوئی روایت نہیں کی اور بیہقی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور کہا کہ اشعث نے اس میں سب حفاظ کی مخالفت کی ہے کہ فقط اس نے ابن سیرین سے التحیات نقل کیا ہے باقی سب حافظوں کی روایت میں التحیات کا ذکر نہیں سو یہ اشعث کی زیادتی شاذ ہو گی اسی واسطے ابن منذر نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ سجدہ سہو میں التحیات ثابت ہو مگر نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی میں مغیرہ رضی اللہ عنہ سے التحیات کی روایت بھی آ چکی ہے اور یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے پس ان سے استدلال کرنا بعید نہیں، انتہی ملخصا اور مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ. سہو کے دو سجدوں میں تکبیر کہنے کا بیان۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کیا سجدے سہو میں تکبیر تحریمہ کہنی شرط ہے یا فقط سجدے کی تکبیر کافی ہو جاتی ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ شرط نہیں فقط سجدے کی تکبیر کافی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اکثر حدیثوں سے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سجدے سہو کے واسطے تکبیر تحریمہ شرط ہے یعنی اس میں داخل ہونے کے واسطے علیحدہ تکبیر کہے اور سجدے جانے کے واسطے علیحدہ تکبیر کہے اور ایک روایت سے تکبیر تحریمہ بھی ثابت ہوتی ہے لیکن وہ روایت شاذ ہے۔

١١٥٣۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

١١٥٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر کے بعد دو نمازوں میں سے ایک نماز یعنی ظہر یا عصر

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَكْثَرُ ظَنِّيْ اَنَّهَا الْعَصْرُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ فِيْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهَا وَفِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَا اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوْا أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يَّدْعُوْهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلٰى قَدْ نَسِيْتَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهٗ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ.

کی دو رکعتیں پڑھی پھر سلام پھیرا پھر ایک لکڑی کی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد کے قبلے کی طرف رکھی تھی سو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور اس کے ساتھ تکیہ لگایا اور جماعت میں صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے سو آپ کے ساتھ کلام کرنے سے ڈرے اور جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکلے اور کہنے لگے کہ کیا نماز کم ہو گئی؟ اور ایک مرد تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ذو الیدین کہتے تھے سو اس نے کہا کہ یا حضرت! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ سو آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے اس نے کہا کہ البتہ آپ بھول گئے ہیں سو آپ نے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پھر سجدہ سہو کیا نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبا پھر سجدے سے سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر زمین پر رکھا اور تکبیر کہی اور سجدہ نہ کیا اپنے سجدے کی طرح یا اس سے لمبا پھر آپ نے سر کو سجدے سے اٹھایا اور تکبیر کہی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو میں تکبیر تحریمہ کہنی ضروری نہیں بلکہ فقط سجدے کی تکبیریں کافی ہیں اس لیے کہ آپ نے سجدے کی تکبیروں کے سوا اور کوئی تکبیر نہیں کہی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ بھول چوک پیغمبروں سے بھی ہو جاتی ہے لیکن وہ اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ ان کو اس پر جلدی اطلاع ہو جاتی ہے یہی ہے مذہب بعض علماء کا اور بعض کہتے ہیں کہ بھول چوک پیغمبروں سے مطلق نہیں ہوتی بلکہ قاضی عیاض نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اقوال تبلیغیہ میں ان سے بھول چوک جائز نہیں اور افعال میں اختلاف ہے جمہور اس کو جائز رکھتے ہیں اور بعض جائز نہیں رکھتے اور ایک یہ کہ اگر بھول سے کوئی کام نماز کے مخالف نماز میں ہو جائے تو باقی نماز کو پہلی نماز پر بنا کرنا جائز ہے یعنی جس جگہ چھوڑے وہیں سے شروع کر دے اور از سر نو نماز پڑھنی یا تکبیر تحریمہ کہنے کی کوئی حاجت نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ بہت فاصلہ نہ ہو جائے اور فاصلے کی حد عرف پر موقوف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی حد ایک رکعت کا قدر ہے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑا ہو تو بنا جائز ہے ورنہ نہیں یہ قول ہے سحنون کا

اور ایک یہ کہ سلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ نماز کی مصلحت کے واسطے نماز میں کلام کرنی جائز ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا لیکن امام مالک رحمہ اللہ امام اور مقتدی دونوں کے واسطے کلام کو جائز رکھتے ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فقط امام کے واسطے کلام کرنی جائز ہے مقتدی کو جائز نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سہوًا کلام کرنی جائز ہے اور عمدًا جائز نہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا دوسرے کو یہ فعل جائز نہیں واللہ اعلم۔ اور ایک یہ کہ کئی سہو کے واسطے فقط ایک بار دو سجدے کرنے کافی ہیں اور اوزاعی اور نخعی اور شعبی کہتے ہیں کہ ہر سہو کے واسطے علیحدہ دو سجدے کرے لیکن بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہر زیادتی اور نقصان سے دو سجدے کافی ہیں اور یہ کہ یقین کو سوائے یقین کے نہ چھوڑے اور یہ کہ امام کو مقتدیوں کے قول کی طرف رجوع کرنا جائز ہے گو خود اس کو اپنی بھول یاد نہ ہو اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور بعض مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مقتدی ایسے پکے ہوں جن کی خبر سے یقین حاصل ہو سکے تو امام ان کے قول کی طرف رجوع کرے اور اپنے اس گمان کو کہ میں نماز پوری کر چکا ہوں چھوڑ دے اور اگر مقتدی پکے نہ ہوں تو ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے اور ایک یہ کہ اگر امام اس اعتقاد سے سلام پھیرے کہ میں نماز تمام کر چکا ہوں اور پھر بعد سلام کے اس کو شک پڑ جائے کہ نماز پوری ہوئی یا نہیں تو اپنے پہلے یقین کو نہ چھوڑے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کے شک ڈالنے سے اپنے پہلے یقین کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ آپ کو اور لوگوں سے یقین حاصل ہوا یہ قول حنفیہ کا ہے اور اس سے یہ بھی مسئلہ استنباط ہو سکتا ہے کہ اگر حاکم اپنے حکم کو بھول جائے اور دو گواہ اس کے ثبوت کی شہادت دیں تو حاکم ان کے قول پر اعتماد کرے اور یہ کہ لقب سے تعریف کرنی جائز ہے، واللہ اعلم۔

١١٥٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسْدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهٗ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۱۱۵۴۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور التحیات آپ کے ذمے تھا یعنی پہلی التحیات کے واسطے بیٹھنا بھول گئے سو جب آپ نماز تمام کر چکے تو دو سجدے سہو کے کیے سلام کرنے سے پہلے ہر سجدے میں بیٹھے بیٹھے تکبیر کہتے تھے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے بدلے اس التحیات کے جس کو آپ بھول گئے تھے۔

فِی التَّکْبِیْرِ.

فائدہ: اس حدیث سے بھی ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سجدوں کی تکبیروں کے سوا تکبیر تحریمہ نہیں کہی فقط انہی تکبیروں پر اکتفا کیا پس معلوم ہوا کہ نماز پر بنا کرنے والے کو تکبیر تحریمہ کی کوئی حاجت نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

جب نہ جانے کہ کتنی نماز پڑھی تین رکعت یا چار رکعت تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

١١٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَّدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

١١٥٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے واسطے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا یہاں تک کہ اذان کو نہ سنے یعنی اتنی دور تک بھاگتا چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز وہاں نہ پہنچ سکے سو جب اذان تمام ہو جاتی ہے تو سامنے آتا ہے اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب تکبیر ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آتے ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے یعنی اس کے دل میں وسوسے ڈال کر مقصود اصلی سے اس کو غافل کر دیتا ہے کہتا ہے کہ یاد کر فلاں چیز اور یاد کر فلاں چیز وہ چیز جو نہ تھا کہ یاد کرے یہاں تک کہ آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی سو جب کوئی نہ جانے کہ کتنی نماز پڑھی تین رکعت یا چار رکعت تو چاہیے کہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

فائدہ: علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ شک کے وقت یقین پر بنا رکھے یا غالب ظن پر بنا رکھے یا فقط سجدے سہو پر اکتفا کرے حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر شک کرے کہ تین رکعت پڑھی یا چار پڑھی تو غالب ظن پر بنا کرے اگر غالب ظن تین رکعت کا ہو تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کا کرے اور اگر غالب ظن چار رکعت کا ہو تو سلام پھیر کر دو سجدے سہو کے کرے اور اگر کثرت شک کی وجہ سے غلبہ ظن نہ ہو سکے تو یقینی عدد پر (کہ تین رکعت ہے) بنا کرے اور اگر پہلی بار شک پڑے تو نماز کو دوہرائے اور دوسرے سب امام کہتے ہیں کہ اقل عدد پر یعنی تین رکعت پر بنا

کرے کہ وہ یقینی بات ہے اور کہتے ہیں کہ تحری اور یقین پر بنا کرنے کا حکم جو ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ اقل درجے پر بنا کرے یعنی کمتر کا اعتبار کرے اکثر کو چھوڑے جیسے کہ اس صورت میں تین رکعت کا اعتبار کرے اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کا کرے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنی بار شک پڑے اتنی بار نماز دوہرائے اور جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب جاننا چاہیے کہ ظاہر غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یقین پر بنا نہ کرے بلکہ فقط دو سجدے سہو کے کر کے نماز سے باہر آئے خواہ تین رکعتیں پڑھی ہوں اور خواہ چار رکعتیں پڑھی ہوں اور کوئی رکعت پڑھنے کی حاجت نہیں لیکن معارض ہے اس کے وہ حدیث جو مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو شک پڑے وہ شک کو چھوڑے اور یقین پر بنا کرے اس لیے کہ یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ شک والا یقین پر بنا کرے سو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو سب نماز کو پڑھ چکا ہو فقط سلام پھیرنی باقی ہو کہ اس کو اس شک کے دفع کرنے کے واسطے صرف سجدہ سہو کا کافی ہے یقین پر بنا کرنے کی کوئی حاجت نہیں جیسا کہ بعد سلام کے شک پڑے تو سجدہ سہو کا کافی ہو جاتا ہے اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس شخص کے حق میں ہے جو اپنی نماز کے اندر ہو کہ وہ شک کو چھوڑے اور یقین کو لے یعنی تین رکعت کو جو کمتر ہے اعتبار کرے اور چار رکعت کو جو اکثر ہے چھوڑے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق حاصل ہو جاتی ہے اور یہ تطبیق بہتر ہے ترجیح سے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جس جگہ غلبہ ظن نہ ہو سکے لیکن یہ تاویل ظاہر اور عموم حدیث کے بالکل مخالف ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ.

فرض اور نفل میں سہو ہونے کا بیان یعنی کیا دونوں کا حکم ایک ہے یا جدا جدا؟۔

فائدہ: جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے یعنی خواہ فرض نماز ہو یا نفل ہو دونوں میں سجدہ سہو کا کرے اور ابن سیرین اور قتادہ کہتے ہیں کہ دونوں کا حکم جدا جدا ہے یعنی فرض نماز میں سجدہ سہو کا ہے اور نفل میں نہیں اور عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهٖ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

فائدہ: علماء کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک وتر واجب نہیں سنت ہے اور جب انہوں نے وتر میں سجدہ سہو کیا تو معلوم ہوا کہ نفل نماز میں بھی سجدہ سہو کا کرنا واجب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ

١١٥٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کو کھڑا

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَآءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْهِ حَتّٰی لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰی فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے سو اس پر شبہ ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو نہیں یاد رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو جس کو ایسا دھوکا پڑے تو چاہیے کہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض اور نفل دونوں کا ایک حکم ہے اور دونوں میں سجدہ سہو کا کرنا چاہیے اس لیے کہ اس حدیث میں مطلق نماز کا ذکر آیا ہے اور مطلق نماز فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ.

اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہو اور دوسرا کوئی آدمی باہر سے آکر اس کو سلام کہے تو نمازی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اس کی کلام کو سنے یعنی نمازی کو غیر کے سلام کا جواب دینا اور اس کی کلام کو سننا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

١١٥٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوْهُ إِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا فَقَالَ

١١٥٧۔ حضرت کریب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مسور اور عبدالرحمٰن تینوں نے مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہو اور پوچھو کہ عصر کے بعد دو رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ اور کہو کہ ہم کو خبر ہوئی ہے کہ تم اس کو پڑھتی ہو اور ہم کو حدیث پہنچی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کو اس واسطے مارا کرتا تھا اور اس سے منع کیا کرتا تھا۔ کریب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سو میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور جو پیغام انہوں نے مجھ کو دے کر بھیجا تھا اس کو میں نے پہنچایا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کا حکم ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھ سو میں وہاں سے نکل کر ان کے

كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِيْ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِيْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا ثُمَّ رَأَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ فَقُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِيْ أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهٗ أَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ.

پاس آیا اور ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بتلایا سو پھر انہوں نے مجھ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا یہ پیغام دے کر جس کے ساتھ انہوں نے مجھ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ان سے منع کرتے تھے پھر میں نے آپ کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار کی کچھ عورتیں تھیں سو میں نے ایک لونڈی کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو اور کہو کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ سے عرض کرتی ہے (کہ یا حضرت! میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ ان کو پڑھتے ہیں) سو اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں اور نماز میں کلام نہ کریں تو ان سے پیچھے ہٹ جاؤ سو جیسا میں نے کہا تھا لونڈی نے ویسا ہی کیا سو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا سو لونڈی آپ سے پیچھے ہٹ گئی سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اے ابو امیہ کی بیٹی تو نے مجھ سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کا حال پوچھا سو ان کا حال یہ ہے کہ بیشک عبدالقیس کے قبیلے سے کچھ لوگ مسلمان ہونے کو میرے پاس آئے تھے سو انہوں نے مجھ کو ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے باز رکھا یعنی ان کے شغل میں سنتیں قضا ہو گئیں سو یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص باہر سے نمازی کو سلام کہے تو نمازی کو نماز کے اندر اس کی کلام سننا اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنی منع ہے لیکن صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں سنت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے کبھی ترک نہ کرتے تھے سو اس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے علماء کو اس کے مسئلے میں اختلاف ہے بعض علماء

اس حدیث کی دلیل سے کہتے ہیں کہ مکروہ وقتوں میں قضا شدہ نمازوں کو پڑھنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہے دوسرے کو جائز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی ایسا موقع پیش آئے تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے **وقد تقدم البحث فی ذلك مبسوطا فی اواخر المواقیت** اور ایک یہ کہ نمازی کو غیر کی کلام سننا اور سمجھنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ کلام کرنے والا نمازی کے پہلو میں کھڑا ہو آگے پیچھے کھڑا نہ ہو کہ نمازی کو اس کی طرف اشارہ کرنا مشکل ہے اور ایک یہ کہ حکم کی دلیل اور علت میں بحث کرنی جائز ہے اور ایک یہ کہ معارض حدیثوں کی تطبیق میں کوشش کرنی چاہیے اور ایک یہ کہ اگر صحابی اپنی مروی کے برخلاف عمل کرے تو وہ نسخ کے واسطے کافی نہیں اور یہ کہ اگر حکم ثابت ہو جائے تو یقینی حکم کے سوا اور کوئی چیز اس کو دور نہیں کر سکتی ہے اور ایک یہ کہ کبھی جلیل القدر صحابی کو حدیث نہیں پہنچتی اور دوسرے کو پہنچ جاتی ہے اور یہ کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل کرنا جائز نہیں اور ایک یہ کہ خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو اس لیے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کی خبر کو قبول کیا اور یہ کہ اگر کوئی عالم مولوی کے مسئلے میں اپنی لاعلمی بیان کرے اور دوسرے عالم سے پوچھنے کا حکم کرے تو اس میں اس پر کچھ نقص لازم نہیں آتا اور ایک یہ کہ مہمان کی تعظیم کرنی چاہیے اس لیے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی خاطر سے فوراً اٹھ کر مسئلہ پوچھنے کو نہ گئیں بلکہ لونڈی کو بھیجا اور ایک یہ کہ عورتوں کو کسی عورت کی زیارت کے واسطے جانا جائز ہے اگرچہ اس کا خاوند بھی اس کے پاس ہو اور یہ کہ گھر میں نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ نمازی سے قریب ہونا مکروہ ہے اور یہ کہ طلب علم میں نائب پکڑنا جائز نہیں اور یہ کہ ضروری نہیں کہ وکیل بزرگی میں موکل کے برابر ہو اور یہ کہ وکیل کو تصرف کا علم کہلانا جائز ہے اور یہ کہ پیغمبروں سے بھول چوک ہونا جائز ہے۔

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنے کا بیان اس حدیث کو حضرت ﷺ سے کریب نے روایت کیا ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے عام ہے اس لیے کہ پہلے باب میں اشارہ کرنا غیر کی کلام کے ساتھ مقید ہے جب کوئی شخص باہر سے آ کر اس کے ساتھ کلام کرے تو اس کو اشارے سے جواب دے اور اس باب سے مطلق معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے واسطے مطلق اشارہ کرنا جائز ہے خواہ کوئی باہر سے آ کر اس کے ساتھ کلام کرے اور خواہ نہ کرے اور خواہ کوئی کسی کی استدعا ہو اور خواہ نہ ہو۔

١١٥٨ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

١١٥٨۔ ترجمہ اس حدیث کا باب رفع الایدی فی الصلوۃ لامر ینزل به میں پہلے گزر چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔

عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلَغَهُ أَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ
شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ أُنَاسٍ مَّعَهُ فَحُبِسَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ
الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ
حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ
نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَّتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَآءَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي
الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ
النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ
النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُوْ
بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ
وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي
الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى
النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ
نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي
التَّصْفِيْقِ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ مَنْ نَابَهُ

شَيْءٌ فِي صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ أَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِلَّا الْتَفَتَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تالی مارنی جائز ہے کہ لوگوں نے تالی ماری اور آپ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا اور جب نماز میں تالی مارنی درست ہوئی تو ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی درست ہوگا اس لیے کہ وہ بھی تالی مارنے کے برابر ہے اور نیز دوسرے کی کلام کو سننا بجائے اشارے کے ہے پس اشارہ بھی جائز ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۱۱۵۹ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَآءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ.

۱۱۵۹۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی نماز پڑھتی تھی اور لوگ بھی نماز میں تھے سو میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ بے وقت نماز پڑھتے ہیں؟ سو اس نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج میں گہن پڑا ہے سو میں نے کہا کہ کیا گہن عذاب کی نشانی ہے؟ سو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! عذاب کی نشانی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اشارہ کرنا درست ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے اشارہ کیا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۱۱۶۰ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ

۱۱۶۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے

شَاكٍ جَالِسًا وَصَلَّى وَرَآئَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا درست ہے کہ حضرت ﷺ نے لوگوں کو اشارہ کیا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث میں رد ہے اس شخص پر جو مطلق اشارے کو جائز رکھتا ہے اور سلام کے اشارے کو جائز نہیں رکھتا۔ وقد تقدم بیانه مستوفی فی ابواب الامامة.

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْجَنَائِزِ — یہ کتاب ہے مردوں کے حالات کے بیان میں

فائدہ: جنائز جمع ہے جنازے کی اور جنازہ ساتھ فتح جیم اور کسرہ کے اس تختے کو کہتے ہیں جس پر مردہ ہو یا اس مردے کو کہتے ہیں جو تختے پر ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَنَآئِزِ وَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

بیان ان حدیثوں کا جو مردوں کے حال میں آئی ہیں کہ موحد کون ہے اور مشرک کون ہے؟ اور بیان اس کا جس کا خاتمہ لا الہ الا اللہ پر ہو یعنی جس کا خاتمہ بخیر ہو اور ایمان سے مرے بہشت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مدار مسلمانی کے خاتمے پر ہے جیسا کہ حدیث بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ نہیں مدار کاموں کا مگر خاتمے پر اور یہی ہے ایک توجیہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی کہ جو کلمہ پڑھے بہشت میں داخل ہوگا یعنی جس کا خاتمہ کلمے پر ہو وہ ضرور بہشت میں جائے گا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے شرط کا جواب ذکر نہیں کیا یا تو اس غرض سے کہ اس نے وہب بن منبہ کی تاویل کی رعایت کی ہے اور یا اس واسطے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں باقی ہے اور نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے تلقین کے باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی سو شاید یہ اس واسطے ہے کہ اس کی شرط پر کوئی حدیث اس میں ثابت نہیں ہوئی لیکن صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سکھلاؤ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ یعنی مرنے کے وقت اس کے روبرو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تا کہ مرنے والا بھی اس کو سن کے کہے اور مراد لا الہ الا اللہ سے سارا کلمہ ہے ابن منیر نے کہا کہ یہ حدیث عام ہے جو شخص مرنے والا کلمہ پڑھ کے فوراً مر جائے اس کو بھی شامل ہے اور جو شخص کلمہ پڑھ کر موت تک زندہ رہے اور اس کے سوا کوئی کلام زبان سے نہ کرے تو اس کو بھی شامل ہے پس معلوم ہوا کہ جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو بار بار اس کو تلقین کرنے کی کوئی حاجت نہیں جب تک کہ اس کے سوا کوئی اور کلام زبان سے نہ کرے اور جب کلمے کے بعد کوئی اور کلام کر بیٹھے تو پھر اس کو تلقین کرنا چاہیے۔

وَقِيْلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ

اور کسی نے وہب بن منبہ سے کہا کہ کیا لا الہ الا اللہ بہشت کی چابی نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں لیکن کوئی چابی نہیں

مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَّهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

مگر اس کے دانت ہوتے ہیں سو اگر تو دانتوں والی چابی لایا تو تیرے واسطے بہشت کا دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

فائدہ: یعنی اعمال صالحہ دانتوں کی جگہ ہیں سو جس نے کلمہ پڑھ کر اچھے عمل کیے وہ بہشت میں فوراً داخل ہوگا ورنہ بہت دیر سے داخل ہوگا اور بہت تکلیف کے بعد دروازہ کھلے گا اور یہ باعتبار غالب کے ہے کہ اکثر کبیرہ گناہوں والوں کا یہی حال ہوگا کہ کچھ مدت عذاب بھگت کر بہشت میں داخل ہوں گے ورنہ حق بات یہی ہے کہ کبیرہ گناہوں والے مشیت میں ہیں سو اللہ جس کو چاہے گا فوراً بہشت میں داخل کر دے گا یعنی بغیر سزا کے گو کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور جس کو چاہے گا گناہ کی سزا دے کر دیر سے داخل کرے گا اور یا ابن منبہ کا قول زجر پر محمول ہے اور شاید اس کو معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث نہیں پہنچی اور مراد لا الہ الا اللہ سے سارا کلمہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر مشرک فقط لا الہ الا اللہ کہے اور محمد رسول اللہ کو اس کے ساتھ نہ جوڑے تو اس کے اسلام کے واسطے کفایت کرتا ہے اور جو لوگ کہ رسالت اور نبوت کے منکر ہیں ان کو سارا کلمہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص کلمہ پڑھ کے فوراً مر جائے اور کوئی نیک اور بد کلام کرنی نہ پائے تو اس کی چابی بھی درست ہے اس لیے کہ اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کے موافق عمل کرتا۔

١١٦١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَأَخْبَرَنِيْ أَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ أَنَّهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.

١١٦١۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا میرے رب کی طرف سے یعنی جبرائیل علیہ السلام سو اس نے مجھ کو خبر دی یا کہا بشارت دی (یہ راوی کا شک ہے) کہ جو کوئی میری امت سے مرے گا اس حالت پر کہ شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کہا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تو بھی بہشت میں داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے یعنی ایمان انجام کو بہشت میں لے جائے گا اگرچہ گناہوں کے سبب سے سزا پائے یا بغیر سزا کے مغفرت ہو جائے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ معنی نفی شرک کا یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے لیکن عرف میں مراد اس سے ایمان شرعی ہے اس لیے کہ نفی شرک مستلزم ہے اثبات توحید کو اور وہ عین ایمان ہے پس معنی اس کے یہ ہوں گے کہ

جو خالص ایمان لائے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور انجام کو جنت میں جائے گا اگرچہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ بالایمان سے بندوں کے حق ساقط ہو جاتے ہیں لیکن یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے اس لیے کہ خاتمہ بالایمان سے بندوں کے حق ساقط نہیں ہوتے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ جس کو بہشت میں داخل کرنا چاہے اس کی طرف سے بندوں کے حق کا خود ضامن نہ ہو اور مراد امت سے عام امت ہے یعنی امت دعوت کی اور مراد چوری سے مطلق حق اللہ کا ہے اور مراد زنا سے مطلق حق بندوں کا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ نہیں زنا کرتا کوئی زنا کرنے والا حالانکہ وہ مومن ہو سو یہ حدیث بظاہر اس کے معارض ہے لیکن مراد اس سے ایمان کامل ہے اور مراد ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا پس دونوں میں تطبیق ظاہر ہے اور غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ فقط زبان سے کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ دل سے اعتقاد کرنا بھی ضروری ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ کبیرے گناہوں والے ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے اور ایک یہ کہ کبیرے گناہوں سے ایمان مسلوب نہیں ہوتا اور یہ کہ مشرکین بہشت میں داخل نہیں ہوں گے۔

١١٦٢ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

١١٦٢۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اس حالت میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک جانتا ہو تو وہ دوزخ میں گیا یعنی جو اللہ کے سوا کسی اور کو اس عالم کا مالک جانے اور اس کو نفع یا ضرر کا مختار سمجھے وہ مشرک بیشک دوزخی ہے عبداللہ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ جو مرے گا اس حال میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا ہو تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: درحقیقت اس حدیث کے دونوں جملے مرفوع ہیں لیکن شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دوسرے جملے کا مرفوع ہونا یاد نہیں رہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے وہ بیشک جنت میں جائے گا گو کچھ مدت سزا بھگت کر جائے اور جب پہلے اسلام کی بنیاد پر نہ شرک کرنے کا یہ نتیجہ ہے تو جو شخص کہ مرنے کے وقت کلمہ توحید کا پڑھے اور پہلے ایمان کی تجدید کرے تو وہ بطریق اولیٰ بہشت میں داخل ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْاِيْمَانِ.

بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ.

جنازے کے ساتھ جانے کا بیان یعنی واجب ہے یا مستحب ہے۔

فائدہ: جنازے کے ساتھ جانے کی کیفیت میں علماء کو اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اوزاعی اور صاحبین کا یہ

مذہب ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ حدیث میں اتباع کا لفظ آیا ہے اور اتباع کا حقیقی معنی پیچھے چلانا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آگے پیچھے چلنا برابر ہے یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ اور نووی رحمہ اللہ اور ابن حزم کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جنازے کے آگے چلنا افضل ہے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا ان کے نزدیک اتباع کا معنی ساتھ جانا ہے اور آگے جانے کی حدیث مرسل ہے اور پیچھے چلنے کی حدیث ضعیف ہے لیکن ترجیح پیچھے چلنے کو ہے کہ حقیقی معنی مجازی معنی سے مقدم ہے اور جائز پر حمل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور عورتوں کے حق میں سب کا اتفاق ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں اس سے آگے نہ بڑھیں اور نخعی کا یہ قول ہے کہ اگر جنازے کے ساتھ عورتیں ہوں تو مرد اس کے آگے چلیں ورنہ پیچھے چلیں اور ایک حدیث میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ.

١١٦٣۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا سات چیزوں کا اور منع کیا سات چیزوں سے حکم کیا ہم کو جنازے کے ساتھ چلنے کا اور بیمار کے پوچھنے کا اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا اور قسم کے پورا کرنے کا اور سلام کا جواب دینے کا اور چھینکنے والے کو دعا دینے کا اور منع کیا ہم کو چاندی کے برتنوں سے اور سونے کی انگوٹھی سے اور ریشم اور دیباج اور قسی اور استبرق سے۔

فائدہ: یہ چاروں قسمیں ریشم کی ہیں مردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں اور عورتوں کو جائز ہے اور ایک روایت ہے میں بجائے قسم کے مقسم کا لفظ آیا ہے یعنی اگر کوئی مجھ کو قسم دے کر کہے کہ مثلا یہ کام کر اور تو اس کی طاقت رکھتا ہے تو اس کام کو بجا لاتا کہ اس کی قسم سچی ہو جائے لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ اس کے ترک کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

١١٦٤۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے حق دوسرے مسلمان پر پانچ ہیں سلام کا جواب دینا اور بیمار کو پوچھنا اور جنازے کے پیچھے چلنا اور دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو دعا دینا یعنی یرحمک اللہ کہنا

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ سَلَامَةُ بْنُ رَوْحٍ عَنْ عُقَيْلٍ.

اور ایک روایت میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ جب تجھ سے کسی کام میں نصیحت چاہے تو نیک نصیحت دے۔

فائدہ: مراد حق سے یہاں فرض ہے اور ظاہر مراد فرض سے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں پس معلوم ہوا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے اس لیے کہ سب لوگوں کا جنازے میں حاضر ہونا ممکن نہیں اور کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے اتباع جنازے کی فقط مشروعیت ثابت کرنا ہے پس باب فضل اتباع الجنائز آئندہ کے اور اس کے درمیان کوئی تکرار نہیں۔

بَابُ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِيْ أَكْفَانِهِ.

جب مردے کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو اس وقت اس کے پاس جانا جائز ہے اور پہلے اس سے منع ہے تاکہ اس کا کوئی عیب نہ نظر آئے۔

فائدہ: یہاں تک کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کسی کو لائق نہیں کہ مردے کو دیکھے مگر غسل دینے والا اور جو اس کے متصل ہو۔

١١٦٥ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَّسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ

١١٦٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سخ (ایک جگہ کا نام ہے مدینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک میل پر) میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے سو مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں سے کلام نہ کیا یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا قصد کیا اور آپ یمنی چادر سے لپیٹے ہوئے تھے یعنی بعد قبض روح کے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے منہ مبارک کو کھولا اور آپ پر جھکے اور آپ کو چوما اور پھر روئے اور کہا کہ یا حضرت! میرا باپ آپ پر قربان ہو اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا اور جو موت کہ اللہ نے

وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلَى ﴿الشَّاكِرِيْنَ﴾ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَهَا حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا.

آپ کے واسطے لکھی تھی سو آپ نے اس کے ساتھ انتقال فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجھ کو خبر دی کہ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آئے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں سے کلام کرتے تھے (اور قسم کھاتے تھے کہ حضرت ﷺ مرے نہیں یعنی بلکہ ان کو بیہوشی ہوگئی ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بیہوشی ہوگئی تھی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ اگر محمد ﷺ پیغمبر ہوتا تو کبھی نہ مرتا) سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بیٹھ جاؤ سو عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ سو عمر رضی اللہ عنہ نے پھر بھی انکار کیا سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا سو لوگ سننے کو اس کے پاس جمع ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ گئے سو فرمایا کہ حمد اور صلوٰۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ تم میں سے جو کوئی محمد ﷺ کو پوجتا تھا سو محمد ﷺ تو بے شک مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو اللہ تو زندہ ہے نہیں مرتا اللہ نے فرمایا اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں پر وہ نہ بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا بھلائی ماننے والوں کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی گویا کہ لوگ نہ جانتے تھے کہ اللہ نے یہ آیت اتاری ہے یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھا سو کوئی آدمی نہیں سنا جاتا تھا مگر کہ اس کو پڑھتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن لپیٹنے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے پاس گئے اور آپ چادر میں لپیٹے ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ مردے کے پاس جانا منع ہے مگر جب کفن میں لپیٹا ہوا ہو یا اس کے حکم میں ہو تو اس کے پاس جانا جائز ہے اور چادر میں لپیٹنا بھی کفن میں لپیٹنے کے قائم مقام ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور نیز ابن رشید نے کہا کہ مردے کو چادر سے لپیٹنے کے

بعد کھولنا اور کفن میں لپیٹنے کے بعد کھولنا برابر ہے اور یہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا تو اس کے توجیہ کئی طور سے ہے اول یہ ہے کہ یہ رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا تھا کہ آپ دنیا میں پھر زندہ ہوں گے اور ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے اور یہ مستلزم ہے دوبارہ مرنے کو جیسے کہ پہلی امتوں میں بعضوں کو دو بار موت آئی چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ﴾ اور ﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ﴾ سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کر دی کہ اللہ آپ کے حق میں ایسا ہرگز نہیں کرے گا اور یہ توجیہ بہت قوی اور عمدہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد دوسری موت سے وہ موت ہے جو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے واسطے زندہ ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے یعنی وہ موت آپ کو ہرگز نہیں ہوگی جیسے کہ اور سب مخلوق کو ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مراد اس سے رنج اور تنگی ہے یعنی موت کے بعد آپ کو کوئی تنگی نہ ہوگی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مردے کے منہ کو چومنا جائز ہے اور ایک یہ کہ کفن دینے کے بعد مردے کا منہ کھول کر دیکھنا جائز ہے اور ایک یہ کہ مردے پر رونا جائز ہے وسیاتی مبسوطا انشاء اللّٰہ تعالٰی.

١١٦٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَآءَهُ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُوْ لَهُ

١١٦٦۔ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مہاجرین (جو لوگ مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں چلے گئے تھے اور اپنے گھر چھوڑ گئے تھے) قرعہ سے تقسیم کیے گئے یعنی انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھنے کے واسطے قرعہ ڈال کر تقسیم کر لیا جو جس کے قرعہ میں آیا اس کو اپنے گھر لے گیا سو ہمارے قرعہ میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام نکلا سو ہم نے اس کو اپنے گھروں میں اتارا اور رہنے کو جگہ دی سو وہ بیمار ہوا اور بیماری جس میں اس کا انتقال ہوا سو جب وہ فوت ہوا اور غسل دیا گیا اور اپنے کپڑوں سے کفن دیا گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سو میں نے کہا کہ اے ابو السائب (یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اللہ کی تجھ پر رحمت ہو سو میں گواہ ہوں اس پر کہ اللہ نے تم کو عزت دی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم ہے کہ اللہ نے اس کو عزت دی سو میں نے عرض کیا یا حضرت! میرا باپ آپ پر قربان ہو سو کون ہے جس کو اللہ عزت دے گا یعنی اگر اللہ ایسے مطیع اور نیک بندے کو عزت

الْخَيْرَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّيْ أَحَدًا بَعْدَهٗ أَبَدًا.

نہیں دے گا تو پھر اور کس کو عزت دے گا سو آپ نے فرمایا کہ اس کو تو موت آ گئی سو قسم ہے اللہ کی کہ البتہ میں اس کے واسطے آخرت میں بہتری کی امید رکھتا ہوں اور قسم ہے اللہ کی مجھ کو معلوم نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرا کیا حال ہو گا یعنی جس کا خاتمہ معلوم نہ ہو اس کے واسطے نیک عاقبت کا یقیناً حکم لگانا کہ یہ ضرور بہشت میں جائے گا جائز نہیں کہ وہ غیب کی خبر ہے ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سو قسم ہے اللہ کی کہ میں اس کے بعد کسی کو پاکی کا حکم نہیں لگاؤں گی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں لپیٹنے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کفن دینے کے بعد گئے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا تو یہ قول آپ کا اس آیت سے پہلے تھا ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ یعنی تا کہ اللہ آپ کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گا اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں سو احتمال ہے کہ اس اثبات کو مجمل علم پر محمول کیا جائے اور نفی کو علم مفصل پر محمول کیا جائے۔

١١٦٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِيْ جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ أَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِيْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِيْ فَاطِمَةُ تَبْكِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ أَوْ لَا تَبْكِيْنَ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ.

١١٦٧۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میرا باپ شہید ہوا تو میں اس کے منہ سے کپڑا کھولنے لگا روتے ہوئے اور لوگ مجھ کو منہ کھولنے سے منع کرتے تھے اور حضرت ﷺ مجھ کو منع نہیں فرماتے تھے سو میری پھوپھی فاطمہ رونے لگی سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تو اس کو رویا نہ رو ہمیشہ اس پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کیے رہے یہاں تک کہ تم نے اس کی لاش کو اٹھایا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں لپیٹے جانے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ

کے باپ جن کپڑوں میں شہید ہوئے تھے وہی ان کا کفن تھا اور اس سے وہ لپیٹے ہوئے تھے سو یہ بھی کفن لپیٹنے کے برابر ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَنْعٰى إِلٰى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ.

اگر کوئی شخص کسی آدمی کی موت کی خبر اس کے وارثوں کو خود پہنچا دے بغیر اس کے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ کہلا بھیجے اور یا نفس میت کے مرنے کی خبر اس کے گھر والوں کو پہنچا دے تو جائز ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ مرنے کی خبر دینی تین قسم پر ہے پہلی یہ کہ مرنے کی خبر میت کے وارثوں اور دوستوں اور نیک بختوں کو پہنچا دے تا کہ وہ جنازے کی تیاری اور نماز وغیرہ کے واسطے جمع ہوں سو یہ خبر دینی جائز ہے منع نہیں اور دوسری یہ کہ لوگوں کو فخر کے واسطے بلائے کہ بہت لوگ جمع ہوں اور ملک میں ناموری ہو جائے کہ فلاں شخص کے جنازے پر اتنے لوگ جمع ہوئے چنانچہ جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی مر جاتا تھا تو ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر سب لوگوں میں بلند آواز سے پکار دیتا تھا کہ فلانا شخص مر گیا ہے سو یہ قسم مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ رونے اور بین کرنے کے ساتھ خبر دی جائے سو یہ قسم حرام ہے سو غرض اس باب سے یہ ہے کہ پہلی قسم کی خبر دینی جائز ہے اور دوسری اور تیسری قسم کی خبر مکروہ اور حرام ہے اور مراد وارثوں سے عام وارث ہیں خواہ نسبی ہوں یا اسلامی۔

١١٦٨۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

١١٦٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) کے مرنے کی خبر دی اس دن جس دن کہ وہ مرا سو آپ عید گاہ کی طرف گئے اور لوگوں نے صف باندھ کر جنازے کی نماز پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے قریبی رشتہ داروں کو اس کے مرنے کی خبر دینی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی خبر اصحاب کو دی اور اصحاب اس کے اسلامی بھائی تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے اگر چہ قصر کی حد سے کم ہو اور قبلے کے سوا اور طرف ہو لیکن شہر میں غائب کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں اگر چہ بڑا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ غائب کا جنازہ پڑھنا درست نہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف ہو گیا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ دعویٰ کشف مسلم نہیں اور بر تقدیر تسلیم اصحاب کے حق میں کشف ممکن نہیں پھر ان کو کیوں جائز ہوا؟۔

١١٦٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ.

۱۱۶۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی بذریعہ وحی کے اول زید رضی اللہ عنہ نے علم کو پکڑا سو وہ شہید ہوگیا پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے علم لیا سو وہ بھی شہید ہوگیا پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم لیا سو وہ بھی شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم لیا بغیر سرداری کے سو اللہ نے اس کو فتح نصیب کی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ میت کے گھر والوں کو موت کی خبر دینی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے گھر والوں کو ان کے مرنے کی خبر دی اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے وسیاتی الکلام علیہ فی المغازی.

بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز کے لیے اطلاع دینے کا بیان یعنی جب جنازہ تیار ہو جائے تو لوگوں کو جنازے کی نماز کے واسطے اطلاع دینی جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

فائدہ: پہلے باب میں محض موت کی خبر دینے کا بیان ہے اور اس باب میں نماز جنازے کی خبر دینے کا بیان ہے پہلے باب میں لوگوں کو مرنا معلوم نہیں تھا اور اس میں لوگوں کو اس کا مرنا پہلے سے معلوم ہے پس فرق ظاہر ہوگیا اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے کہ نماز جنازے کے واسطے لوگوں کو اطلاع دے یا نہ دے ائمہ اور فقہاء متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ اس میں کوئی ڈر نہیں اور اکثر علماء چاروں مذہبوں کے کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز کے واسطے خبر دینی مستحب ہے کہ اس میں نمازیوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی مکروہ ہے اور نعی میں داخل ہے یہ قول حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے واسطے لوگوں کو بلانا جائز ہے منع نہیں بلکہ منع وہی ہے جو جاہلیت کے طور سے ہو۔

وَقَالَ أَبُوْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو خبر کیوں نہیں دی۔

فائدہ: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث باب کنس المسجد میں پہلے گزر چکی ہے کہ ایک شخص مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا وہ مر گیا اور لوگوں نے آپ کو اطلاع نہ کی آپ نے اس کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ وہ مر گیا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کے واسطے اطلاع دینی جائز ہے کہ آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں دی کہ میں بھی اس پر نماز پڑھتا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٧٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِيْ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

١١٧٠۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بیمار تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پوچھا کرتے تھے سو وہ ایک رات کو مر گیا اور لوگوں نے اس کو رات میں دفن کر دیا سو جب فجر ہوئی تو لوگوں نے آپ کو خبر دی سو فرمایا کہ تم کو کس نے منع کیا میرے اطلاع دینے سے لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا تھا سو ہم نے ناگوار جانا کہ آپ کو تکلیف دیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کے واسطے لوگوں کو اطلاع دینی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ.

جس شخص کا کوئی بچہ نابالغ مر جائے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو اس کے واسطے بڑی فضیلت ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کوئی لڑکا مر جائے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوگا اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط قسم پورا کرنے کے لیے دوزخ میں جائے گا سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں فضیلت کا لفظ بولا تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے اس لیے کہ فضیلت سب میں موجود ہے اور باب کی حدیثوں میں اگرچہ ثواب کی نیت کا ذکر نہیں لیکن ان کے بعض طریقوں میں اس کا ذکر بھی آ چکا ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ میں موجود ہے اور ولد کا لفظ اس واسطے بولا کہ ایک لڑکے کو بھی شامل ہے اور باب کی حدیثوں میں اگرچہ تین کی قید ہے لیکن دوسری حدیث سے جو باب الرقاق میں آئندہ آئے گی معلوم ہوتا ہے کہ ایک لڑکے کا بھی یہی حکم ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾.

اور بیان ہے اس آیت کا کہ خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر صبر کرنے والوں کے واسطے بڑی فضیلت ہے اور مصیبت عام ہے لڑکے کی مصیبت کو بھی شامل ہے پس اس کا بھی یہی حکم ہوگا اور غرض اس آیت سے یہ ہے کہ اطلاق حدیث کا مقید ہے ساتھ صبر کے پس مطابقت اس آیت کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٧١ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ.

۱۱۷۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہیں پہنچے مگر کہ اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا بسبب زیادتی رحمت باپ کے لڑکوں پر۔

فائدہ: یعنی باپ کو لڑکوں سے کمال محبت ہوتی ہے اور جتنی ان کی محبت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی مصیبت بھی زیادہ ہے پھر جب باپ نے ایسی مصیبت میں صبر کیا اور اللہ کی تقدیر سے راضی ہوا تو لائق بہشت کے ہوا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور ظاہر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب فقط مسلمان کے ساتھ خاص ہے کافر کو یہ ثواب نہیں اور اسی طرح جس کی اولاد کفر کی حالت میں مر جائے اور پھر وہ مسلمان ہو جائے اس کو بھی یہ ثواب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب فقط نابالغ لڑکے کے مرنے کے ساتھ خاص ہے بالغ کا حکم یہ نہیں اس لیے کہ جو خصوصیت نابالغ لڑکوں کے حق میں آئی ہے وہ بالغ لڑکوں کے حق میں وارد نہیں ہوئی مگر چونکہ یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہے اس لیے کہ بحکم آیت مذکور یہ بھی لائق رحمت کے ہے اور فی الجملہ اس کو بھی اجر ملے گا اور نیز جتنی شفقت اور محبت باپ کو چھوٹے لڑکے سے ہوتی ہے اتنی بڑے سے نہیں ہوتی اور اس حدیث میں اولاد سے مراد حقیقی اولاد ہے یعنی جو لڑکے کہ اس کی پشت اور نطفے سے ہوں اور پوتوں وغیرہ ما اسفل کا حکم اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی اس میں داخل ہیں خاص کر ایسی حالت میں کہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو اور مجنوں کا بھی یہی حکم ہے مگر نواسے اس حکم میں داخل نہیں۔

١١٧٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النِّسَآءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ وَقَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا

۱۱۷۲۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ہمارے واسطے مردوں سے علیحدہ کوئی دن مقرر کیجئے جس میں ہم جمع ہو کر آپ کا وعظ سنیں سو آپ نے ان کے واسطے ایک دن مقرر کیا اور وہ اس دن جمع ہوئیں سو آپ نے ان کو وعظ کیا پس فرمایا کہ جس عورت کے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں تو وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوں گے یعنی دوزخ میں جانے سے اس کو مانع ہوں گے سو ایک عورت نے کہا کہ جس کے دو لڑکے مر جائیں فرمایا دو ہی سہی یعنی دو کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی اس کو دوزخ سے بچائیں گے۔

فائدہ: عورتوں نے حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت! مرد آپ کی صحبت میں حاضر رہتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں سو ہمارے واسطے بھی کوئی باری مقرر کیجئے تب آپ نے ان کے واسطے بھی باری مقرر کی اور ان سے یہ حدیث فرمائی بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لڑکے کا بھی یہی حکم ہے پس معلوم ہوا کہ جس شخص کی کوئی اولاد مر جائے اور وہ اس کی مصیبت پر صبر کرے تو وہ بے شک بہشت میں جائے گا خواہ باپ ہو اور خواہ ماں ہو اور خواہ اولاد مذکر ہو اور خواہ مؤنث ہو اور خواہ ایک لڑکا ہو اور خواہ دو ہوں یا تین ہوں یا اس سے زیادہ ہوں سب کا یہی حکم ہے۔

١١٧٣ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ.

۱۱۷۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین لڑکے مر گئے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا مگر بقدر قسم سچی کرنے کے۔

فائدہ: یعنی اللہ نے قرآن میں بطور قسم کے فرمایا ہے کہ بیشک سب کو دوزخ پر گزار ہو گا پس اتنا ضرور ہو گا کہ دوزخ کے پل پر چلنا ہو گا اس کے سوا اور کچھ عذاب نہیں لیکن یہ گزرنا مختلف ہو گا باعتبار اختلاف عملوں کے سو جن کے عمل اعلیٰ درجے کے ہوں گے وہ آنکھ کے لحہ میں پار اتر جائیں گے كما سياتي تفصيل ذلك انشاء الله تعالى اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی اس لیے کہ یہ بعید ہے کہ ماں باپ ان کی طفیل سے بہشت میں جائیں اور وہ خود دوزخ میں جائیں اور یہی ہے قول جمہور علماء کا اور ایک گروہ نے اس مسئلے میں توقف کیا ہے وسياتي البحث في ذلك في اواخر الجنائز انشاء الله تعالى.

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِيْ.

مرد کا عورت کو قبر کے پاس کہنا کہ صبر کر

فائدہ: یعنی اگر کوئی مرد کسی غیر عورت سے وعظ اور ماتم پرسی وغیرہ کے باب میں کلام کرے تو جائز ہے خواہ عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو اس لیے کہ اس میں دینی مصلحت ہے۔

۱۱۷۴ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ.

۱۱۷۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی سو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔

فائدہ: پہلے باب میں بھی عورت سے خطاب واقع ہوا ہے اور اس باب میں بھی عورت سے خطاب واقع ہوا ہے پہلے میں ترغیب ہے اور اس میں ترہیب ہے پس تعلق اس باب کا پہلے باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْءِهٖ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ.

پانی اور بیری کے پتوں سے میت کو نہلانے اور وضو کرانے کا بیان۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک مردے کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اگر ایک آدمی اس کو غسل دے دے تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی غسل نہ دے تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ مردے کو غسل دینا تعبدی امر ہے اس کی کوئی علت نہیں لیکن جو چیز اور غسلوں واجبہ اور مندوبہ میں شرط ہے اس میں بھی شرط ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مردے کو غسل دینا سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ غسل بے وضو ہونے کے سبب سے ہے اس لیے کہ جب مرنے کے سبب سے آدمی کی عقل جاتی رہتی ہے اور جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے پس غسل واجب ہو جاتا ہے لیکن زندہ آدمی کو وضو ٹوٹنے سے غسل کرنا واجب نہیں اس لیے کہ ہر روز پانچ بار غسل کرنے میں بہت حرج ہے اور مردے میں یہ حرج متصور نہیں اور بعض اس غسل کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی مرنے سے پلید ہو جاتا ہے جیسے کہ اور حیوانوں کا حال ہے پس پاک کرنے کے واسطے اس کو غسل دینا ضروری ہے لیکن یہ پاکی تعظیم کے واسطے مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے کافر کی میت غسل دینے سے پاک نہیں ہوتی مگر اس قول کو بخاری نے رد کر دیا ہے کہ مسلمان مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید کے بیٹے کو خوشبو لگائی اور اس کو اٹھایا اور اس پر جنازے کی نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان اثروں سے یہ ہے کہ مسلمان کا مردہ ناپاک ہے اور یہ غسل میت تعبدی امر ہے اس لیے کہ اگر ناپاک ہوتا تو پانی اور بیری سے پاک نہ ہوتا اور صرف پانی سے اور نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اعضاء کو دھو ڈالتے جو اس کے ساتھ چھوئے تھے اور یہی وجہ ہے تعلق ان اثروں کی باب سے اور گویا کہ اس میں اشارہ ہے طرف

اس کی کہ یہ حدیث کہ جو مردے کو غسل دے سو چاہیے کہ غسل کرے اور جو اس کو اٹھائے سو چاہیے کہ وضو کرے ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں اور ابوداؤد نے کہا یہ کہ حدیث منسوخ ہے اور ذیلی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں لیکن علماء کو اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص مردے کو غسل دے تو مستحب ہے کہ غسل میت کے بعد خود بھی غسل کرے اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وضو کرے اور اکثر اہل علم کے نزدیک نہ غسل ہے اور نہ وضو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور یہی قول ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا اور یہی قول صحیح ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایماندار ناپاک نہیں ہوتا نہ زندہ اور نہ مرا ہوا۔

فائدہ: یعنی جب مسلمان ناپاک نہیں ہوتا تو اس کو غسل دینا تعبدی ہوگا۔

وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَّا مَسِسْتُهُ.

اور سعد نے کہا کہ اگر مردہ ناپاک ہوتا تو میں اس کو کبھی ہاتھ نہ لگاتا۔

فائدہ: ابن ابی شیبہ نے روایت ہے کہ سعد نے سعید بن زید کو غسل دیا اور کفن دیا اور خوشبو لگائی پھر اپنے گھر میں آ کر غسل کیا اور کہا کہ میں نے اس کے غسل دینے کے سبب سے غسل نہیں کیا بلکہ گرمی کے سبب سے غسل کیا ہے پھر یہ کلمہ کہا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار ناپاک نہیں ہوتا یعنی جنابت سے۔

فائدہ: وجہ استدلال اس حدیث سے یہ ہے کہ ایمان کی صفت موت سے دور نہیں ہوتی بلکہ بدستور باقی رہتی اور جب باقی رہے تو معلوم ہوا کہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

١١٧٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ

١١٧٥۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا انتقال ہوا اور عورتیں ان کو غسل دینے لگیں تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کو غسل دو تین یا پانچ بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کو بہتر دیکھو پانی اور بیری کے پتوں سے اور اخیر غسل میں کافور ڈالو یا آپ نے یوں فرمایا کہ تھوڑا سا کافور ڈالو پھر جب تم غسل دینے سے فراغت پاؤ تو مجھ کو خبر دو سو جب ہم نے غسل سے

وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ.

فراغت پائی تو آپ کو خبر دی سو آپ نے ہم کو اپنا تہ بند دیا اور فرمایا کہ تہ بند اس کو کفن کے اندر سے پہنا دو تا کہ اس کی برکت اس کو پہنچے۔

فائدہ: اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ میت کو غسل دینا واجب ہے **کما هو مذهب الجمهور** پس مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ظاہر ہے اور دوسرے مسئلے کا یعنی وضو کا اس حدیث میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں وضو کا ذکر بھی آ گیا ہے جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آئندہ آئے گا کہ آپ نے فرمایا کہ غسل کو وضو کی جگہوں سے شروع کرو اور ایک یہ کہ جس پانی سے مردے کو غسل دیا جائے سنت ہے کہ اس میں بیری کے پتے ڈالے جائیں اور صورت اس کی یہ ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں ڈال کر خوب اُبالا جائے یہاں تک کہ اس کی جھاگ نکل آئے سو پہلے دو بار اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور تیسری بار کافور اور پانی سے غسل دیا جائے ایسا ہی روایت کیا ہے ابن سیرین نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ابن عبدالبر نے کہا کہ ابن سیرین اس کو سب تابعین سے زیادہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ پہلی بار خالص پانی سے غسل دیا جائے اور دوسری بار پانی اور بیری سے اور تیسری بار کافور اور پانی سے لیکن یہ صورت حدیث سے ثابت نہیں اور ایک یہ کہ مردے کو غسل طاق دیا جائے یعنی تین بار یا پانچ بار اور مستحب ہے کہ تین بار ہو سو اگر تین بار میں صفائی حاصل ہو جائے تو اس سے زیادہ کرنا جائز نہیں ورنہ جہاں تک صفائی حاصل ہو وہاں تک زیادہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ طاق رہے لیکن سات بار سے زیادہ کرنا مکروہ ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سات بار سے زیادہ کرنا مکروہ ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ نے سات بار سے زیادہ کہا ہو اور ابن سیرین نے کہا کہ اکثر درجہ اس کا سات بار ہے اور ماوردی نے کہا کہ سات بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے اور ایک بار سب بدن کو غسل دینا واجب ہے اور کوفے والے اور اہل ظاہر وغیرہ کہتے ہیں کہ تین بار غسل دینا واجب ہے نہ اس سے زیادہ کیا جائے اور نہ کم کیا جائے اور کہتے ہیں کہ اگر تین بار کے بعد کوئی چیز مردے کے اندر سے نکل آئے تو فقط اس جگہ کو دھو ڈالا جائے غسل کو دوہرانا جائز نہیں لیکن یہ قول ان کا ظاہر حدیث کے مخالف ہے کہ آپ نے ان عورتوں کو زیادہ کرنے کا اختیار دیا اور ایک یہ کہ اخیر غسل میں کافور ڈالا جائے اور ظاہر حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافور کو پانی میں ملایا جائے علیحدہ نہ لگایا جائے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور نخعی اور کوفے والے کہتے ہیں کہ جب غسل کے بعد مردے کا بدن خشک ہو جائے تو اس وقت اس پر کافور لگایا جائے اور کافور لگانے میں حکمت یہ ہے کہ وہ مردے کے بدن کو خشک اور سرد کر دیتا ہے اور اس میں جلدی سرایت کر جاتا ہے اور اس کو سخت کر دیتا ہے اور کیڑے اس کے پاس نہیں

آتے اور اس کا جسم جلدی فاسد نہیں ہوتا اور نیز اس وقت وہاں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اگر کافور نہ ملے تو اس کے بدلے کوئی اور خوشبو مشک وغیرہ لگائے اور یہ کہ صالحین کے آثار سے تبرک لینا جائز ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی کو اپنا تہ بند پہنایا اور ایک یہ کہ مرد کے کپڑے میں عورت کو کفن دینا جائز ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا.

مستحب ہے کہ مردے کو غسل طاق دیا جائے یعنی تین بار یا پانچ بار نہ دو بار یا چار بار مثلا کہ وہ مستحب نہیں ہے۔

١١٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْأٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ فَقَالَ أَيُّوْبُ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ وَّكَانَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَّكَانَ فِيْهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا وَّكَانَ فِيْهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَءُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَكَانَ فِيْهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

١١٧٦۔ ترجمہ اس حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کو طاق غسل دو یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور فرمایا کہ اس کی دائیں طرفوں سے اور وضو کی جگہوں سے غسل دینا شروع کرو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو کنگھی کی اور تین چوٹیاں بنائیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو طاق غسل دینا مستحب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کے بالوں کو کنگھی کرنی مستحب ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا کہتے ہیں کہ مردے کے بالوں کو کنگھی کرنی مستحب ہے اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میت کے بالوں کو کنگھی کرنی مکروہ ہے اور ان کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے لیکن اس کی صحت میں کلام ہے۔

بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ.

میت کی دائیں طرفوں سے غسل شروع کیا جائے۔

۱۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۱۷۷۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل میں فرمایا کہ اس کی دائیں طرفوں سے اور وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کا غسل دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے اور ہر غسل میں دائیں طرف سے شروع کرے مگر یہ اس غسل کا حکم ہے جس میں وضو نہ ہو اور جس میں وضو ہے اس میں وضو کے مقاموں یعنی منہ اور ہاتھ کو مقدم کرے اور گویا کہ اس میں رد ہے ابو قلابہ پر کہ وہ کہتے ہیں کہ غسل دینا اول سر سے شروع کیا جائے پھر داڑھی کو دھویا جائے۔

بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَيِّتِ.

مردے کے وضو کے مقاموں سے غسل کرنے کا بیان

یعنی مستحب ہے کہ میت کو وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کیا جائے۔

۱۱۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَءُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۱۷۸۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: اور دلیل ترجمہ کی یہ لفظ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل سے پہلے وضو کرانا مستحب ہے اور یہی ہے مذہب سب علماء کا اور کہتے ہیں کہ وضو میں منہ کو ہاتھوں سے پہلے دھویا جائے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ میت کے غسل میں کلی کرانی اور ناک میں پانی ڈالنا مستحب ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہرگز مستحب نہیں اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے اعضاء کو غسل میں دوبارہ دھونا ضروری نہیں کہ وضو بھی غسل کا ایک جز ہے۔

بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِيْ إِزَارِ الرَّجُلِ.

کیا مرد کے کپڑے میں عورتوں کو کفن دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

۱۱۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهٖ إِزَارَهٗ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

۱۱۷۹۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: غرض یہاں اس لفظ سے ہے کہ آپ نے ہم کو اپنا تہ بند دیا اور فرمایا کہ اس کو پہنا دو پس معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ابن بطال نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کسی کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں تردد کیا ہے سو یہ بنظر سیاق حدیث کے ہے کہ وہ اختصاص وغیرہ کا احتمال رکھتا ہے فلا اعتراض علیه.

بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي الْأَخِيْرَةِ.

اخیر غسل میں کافور ڈالنے کا بیان۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا اس واسطے کہ اس میں صیغہ امر کا وارد ہوا ہے اور امر وجوب اور مندوب دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

۱۱۸۰ ۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْأٰخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ

۱۱۸۰۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے۔

أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِنَحْوِهِ وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

فائدہ: مقصود یہاں یہ لفظ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کے اخیر غسل میں کافور ڈالو پس معلوم ہوا کہ مردے کے اخیر غسل میں کافور ڈالنا چاہیے کما تقدم اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث کے اخیر میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کو غسل دو تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کو بہتر دیکھو، ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا۔

بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْأَةِ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعَرُ الْمَرْأَةِ.

عورت کے بال کھولنے کا بیان یعنی اگر میت عورت کی ہو تو غسل کے وقت اس کے بالوں کو کھول دیا جائے تا کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے اور ابن سیرین نے کہا کہ عورت کے بال کھولنے میں کوئی ڈر نہیں۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۱۸۱ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

۱۱۸۱۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جن عورتوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دیا تھا انہوں نے اس کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا اول ان کو کھولا پھر ان کو دھویا پھر ان کو تین چوٹیاں بنایا یعنی ایک ماتھے کے بالوں سے اور دوسری دونوں طرف کے بالوں سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے بالوں کو کھولنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض کہتے ہیں کہ میت کے بالوں کو کھولنا جائز نہیں کہ اس سے بال اکھڑ جاتے ہیں لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اس کو بکھرے ہوئے بالوں سے جوڑا جائے گا۔

بَابُ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ.

میت کو اشعار کس طرح کیا جائے یعنی کپڑے کو مردے کے بدن پر لپیٹا جائے یا کہ اس کو تہ بند کی طرح باندھا جائے اور اشعار کہتے ہیں کفن کے اندر سے کپڑا پہنانے کو جو بدن کے ساتھ لگا رہے یعنی حسن بصری نے کہا کہ عورت کو پانچ کپڑوں سے کفن دیا جائے اور پانچویں کپڑے سے کرتے کے نیچے دونوں رانوں اور سرینوں کو باندھا جائے۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ اشعار بدن پر کپڑا لپیٹنے کو کہتے ہیں اور یہی قول ہے زفر کا اور امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچواں کپڑا سینے پر باندھا جائے تا کہ کفن جڑا رہے اور اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو کفن میں کرتہ پہنانا جائز ہے اور یہی راجح قول ہے شافعیہ اور حنبلیہ کا۔

١١٨٢ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ جَآءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْأٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِيْ أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيْهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ

١١٨٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ایوب نے کہا کہ مراد اشعار سے یہ ہے کہ اس کو اس کپڑے میں لپیٹ دو اور ابن سیرین بھی اسی طرح حکم کیا کرتے تھے کہ عورت کو اس میں لپیٹ دیا جائے اور تہ بند کی طرح نہ باندھا جا

أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

فائدہ: اس حدیث سے اشعار کرنے کا طریقہ معلوم ہوا گیا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

کیا عورت کے بالوں کو گوندھ کر تین چوٹیاں بنایا جائے یا نہیں؟۔

١١٨٣ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِيْ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَقَالَ وَكِيْعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

۱۱۸۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا ایک چوٹی ماتھے کے بالوں سے اور دو چوٹیاں سر کے دونوں طرف کے بالوں سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے بال گوندھنے جائز ہیں اور اوزاعی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ میت کے بال کھلے چھوڑے جائیں کچھ آگے اور کچھ پیچھے گوندھے نہ جائیں اور قاسم نے کہا کہ میں بال گوندھنے کو نہیں پہچانتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا مرفوع نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ گوندھنا آپ کی تقریر سے ثابت ہے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ کو اس پر اطلاع ہوئی ہوگی اور نیز یہ حدیث مرفوع بھی آ چکی ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بالوں کو گوندھو۔

بَابُ يُلْقٰى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

عورت کے بال تین چوٹیاں گوندھ کر پیٹھ کے پیچھے ڈالے جائیں۔

١١٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا

۱۱۸۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

فائدہ: غرض یہاں اس حدیث کے اخیر فقرے سے ہے کہ ہم نے اس کے بالوں کو گوندھ کر تین زلفیں بنایا اور ان کو ان کی پس پشت ڈالا پس معلوم ہوا کہ عورت کے بالوں کو گوندھ کر پس پشت ڈالنا مستحب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے بعض نے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب نہیں اس لیے کہ یہ جگہ تعلیم کی تھی اور آپ نے اس کا حکم نہیں فرمایا لیکن احتمال ہے کہ غسل بعد اس واقعہ کے مشروع ہوا ہو اور بعض مالکیہ اور شافعیہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن بریزہ نے کہا کہ غاسل کو غسل کرنا مستحب ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ جب غاسل جانے گا کہ میں نے خواہ مخواہ غسل کرنا ہے تو غسل میت کی چھینٹوں سے خوف نہ کرے گا پس غسل میت میں خوب مبالغہ کرے گا اور اور اس کو اچھی طرح سے پاک صاف کرے گا اور بعض حنفیوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ خاوند کو اپنی بیوی کا غسل دینا جائز نہیں اس لیے کہ آپ کی بیٹی کا خاوند اس وقت حاضر تھا اور پھر باوجود اس کے آپ نے عورتوں کو غسل دینے کا حکم دیا اور اس کے خاوند کو حکم نہ فرمایا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کا اس وقت حاضر ہونا مسلم نہیں اور بر تقدیر تسلیم اس بات کو ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ اس کو غسل دینے سے کوئی مانع نہیں تھا بغیر اس کے یہ دعویٰ صحیح نہیں اور نیز احتمال ہے کہ اس نے عورتوں کو خود اپنی جان پر مقدم کیا ہو اور اگر اس کو بھی تسلیم کیا جائے تو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ عورت کا ہونا افضل اور اولیٰ ہے پس مرد کے جواز کی نفی اس سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ.

مستحب ہے کہ کفن کے واسطے سفید کپڑے ہوں۔

١١٨٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

١١٨٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے یمن کے تین سفید کپڑوں میں جو روئی کے تھے نہ ان میں کرتہ تھا اور نہ پگڑی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ مردے کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اس لیے کہ آپ کو سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا اور اللہ نہیں اختیار کرتا ہے واسطے نبی اپنے کے مگر افضل کو اور اس باب میں ایک صریح حدیث بھی آچکی ہے جیسا کہ اصحاب سنن نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ وہ بہت

پاک اور عمدہ ہیں اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو ترمذی اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن شاید یہ حدیث بخاری کی شرط پر ثابت نہیں ہوئی اس واسطے اس کو ذکر نہیں کیا واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کو کفن میں کرتہ پہنانا سنت نہیں سنت یہ ہے کہ اس کو تین چادروں میں کفن دیا جائے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا کہتے ہیں کہ میت کو تین لفافوں میں کفن دیا جائے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کفن میں ایک تہ بند ہو اور ایک کرتہ ہو اور ایک لفافہ ہو اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے کفن میں کرتہ بھی تھا لیکن وہ حدیث مرسل ہے پس اس حدیث کی معارض نہیں ہو سکے گی اور یہ ترجیح دینی کہ مرد عورتوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں غلط ہے اس لیے کہ یہ وجہ وجوہات ترجیح سے نہیں لیکن یہ سب اختلاف افضلیت میں ہے جواز میں کسی کو بھی اختلاف نہیں پس اگر کوئی شخص کفن میں کرتہ پہنائے تو جائز ہے اور یہی وجہ ہے تطبیق حدیثوں کی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مردے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے یہ قول مردود ہے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صریح آ چکا ہے کہ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

بَابُ الْكَفَنِ فِيْ ثَوْبَيْنِ. دو کپڑوں میں کفن دینے کا بیان۔

فائدہ: ایک کپڑے سے کفن دینا بالاتفاق واجب ہے بشرطیکہ سب بدن کو چھپا لے اور دو کپڑوں سے کفن دینا جائز اور کافی ہے اور تین کپڑوں سے کفن دینا جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور اگر وارث دوسرے یا تیسرے کپڑے میں جھگڑا کریں تو ان کے جھگڑے کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر ایک کپڑا بھی میسر نہ ہو تو گھاس یا درخت کے پتوں وغیرہ سے اس کے سب بدن کو چھپا دیا جائے۔

١١٨٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ایک مرد احرام باندھے عرفات میں کھڑا تھا کہ اچانک اپنی سواری سے گر پڑا سو سواری نے اس کی گردن توڑ ڈالی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دو اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے اور کفن دو اس کو دو کپڑوں میں اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو اس واسطے کہ اللہ اس کو قیامت میں اٹھائے گا لبیک لبیک پکارتے ہوئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نیک عمل کو شروع کرے پھر تمام کرنے سے پہلے مر جائے تو امید ہے کہ وہ عمل اس کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کو دو کپڑوں میں کفن دینا جائز

ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ.

میت کو خوشبو لگانے کا بیان یعنی وہ میت جو احرام میں نہ ہو۔

١١٨٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٧۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو خوشبو لگانی جائز ہے اس لیے کہ محرم کے حق میں ممانعت خوشبو کی علت فقط احرام ہے سو جب یہ علت نہ پائی جائے تو خوشبو لگانی جائز ہوگی پس معلوم ہوا کہ غیر محرم میت کو خوشبو لگانی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محرم احرام کی حالت میں مر جائے تو اس کو خوشبو لگانا اور اس کا سر چھپانا درست نہیں اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور اہل ظاہر کا کہتے ہیں کہ موت سے اس کا احرام قطع نہیں ہوتا اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے لیکن امام اعظم رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک محرم اور غیر محرم سب برابر ہیں جو حلال آدمی کا حکم ہے وہی محرم کا حکم ہے کہتے ہیں کہ احرام موت سے ٹوٹ جاتا ہے پس اس کو خوشبو لگانی اور اس کا سر چھپانا درست ہے بلکہ مستحب ہے سو ابن دقیق نے کہا کہ قضیہ قیاس کا یہی ہے کہ محرم کو بھی حلال کی طرح کفن دیا جائے لیکن یہ حدیث مقدم ہے قیاس پر اور بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں خاص ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کا یہ خبر دینا کہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا شہادت ہے اس بات کی کہ اس کا حج قبول ہوگیا اور یہ امر دوسرے کسی آدمی کے حق میں متصور نہیں پس ہر محرم کو ممانعت خوشبو کا حکم شامل نہیں ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ علت اس کے حق میں فقط احرام کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے پس ہر محرم کو اس کا حکم شامل ہوگا اور حج کا قبول ہونا یا نہ ہونا غائب امر ہے سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو

جاتا ہے مگر تین آدمیوں کا اور محرم ان تینوں میں سے نہیں پس لا بد اس کا عمل بھی منقطع ہو جائے گا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس مردے کا عمل نہیں بلکہ زندہ آدمی کا عمل ہے جو اس کو کفن دیتا ہے اور احرام کی حالت پر باقی رکھتا ہے مثل غسل اور نماز جنازہ وغیرہ کے اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردے کو نہ پہنچے حالانکہ حنفیہ اس کے قائل ہیں اور نیز حضرت ﷺ نے شہیدوں کے حق میں فرمایا کہ ان کو ان کے خون آلودہ کپڑے اوڑھا دو پھر فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جو اس کے راہ میں شہید ہوا سو آپ نے ظاہری بنیاد پر سب کو اس حکم میں شامل کیا پس اسی طرح یہ حکم بھی ہر محرم کو شامل ہوگا اور جامع ان دونوں کے درمیان یہ ہے کہ دونوں اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اور بعضوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف سے یہ عذر کیا ہے کہ اس کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ انتہی ملخصا (فتح)۔ اور بعض حنفیہ اس باب میں کچھ حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں لیکن وہ حدیثیں صحیح نہیں اور برتقدیر صحت صحیحین کی حدیثوں کے معارض نہیں ہوسکتی ہیں۔

بَابُ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ.

اگر کوئی محرم احرام کی حالت میں مر جائے تو اس کو کس طور سے کفن دیا جائے؟۔

١١٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٨۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص احرام کی حالت میں مر جائے اس کو خوشبو نہ لگائی جائے اور اس کا سر نہ چھپایا جائے بلکہ فقط پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں دفنایا جائے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٨٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَجُلٌ

١١٨٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا فقط بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔

بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَيُّوْبُ يُلَبِّيْ وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا.

فائدہ: اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ زندہ محرم کو بیری کے پتوں سے غسل کرنا جائز ہے اور ایک یہ کہ کفن میں طاق کرنا صحت کی شرط نہیں اور یہ کہ کفن رأس المال سے ہے اور ایک یہ کہ مستحب ہے کہ محرم کو احرام کے کپڑوں میں کفن دیا جائے اور یہ کہ اس کا احرام باقی ہے اور یہ کہ اس کو سلے ہوئے کپڑے میں کفن نہ دیا جائے اور یہ کہ روزمرہ کے پہننے والے کپڑوں میں کفن دینا جائز ہے اور مستحب ہے کہ احرام کے اخیر تک لبیک پکارتا رہے اور ایک یہ کہ احرام سر کے متعلق ہے منہ کے متعلق نہیں۔

بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ أَوْ لَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ.

سلے ہوئے کرتے یا بے سلے ہوئے میں کفن دینے کا بیان اور بغیر کرتے کے کفن دینے کا بیان۔

فائدہ: یعنی مردے کو کرتے میں کفن دینا جائز ہے خواہ کرتا سلا ہوا ہو خواہ نہ سلا ہوا ہو اور اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے قول اس شخص کے جو کرتے میں کفن دینے کو مکروہ رکھتا ہے اور اس شخص کی جو تکمہ (بٹن) دار یا سلے کرتے میں کفن دینے کو جائز نہیں رکھتا اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ مستحب جانتے تھے کہ مردے کا کرتہ بھی زندے کی طرح تکمے سے بند کیا جائے۔

۱۱۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَآءَ ابْنُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهٗ فَقَالَ اٰذِنِّيْ أُصَلِّيْ عَلَيْهِ فَاٰذَنَهٗ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ

۱۱۹۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کا بیٹا حضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ مجھ کو اپنا کرتہ دیجیے کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور اس پر نماز پڑھیے اور اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگیے سو آپ نے اس کو اپنا کرتہ دیا اور فرمایا کہ (جب میت تیار ہو تو) مجھ کو خبر کر کہ میں اس پر جنازے کی نماز پڑھوں سو اس نے آپ کو خبر دی سو جب آپ نے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو (پکڑ کر) کھینچا اور کہا کہ کیا آپ کو اللہ نے منافقوں کے جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا سو آپ نے فرمایا کہ میں دو اختیاروں کے درمیان ہوں یعنی اللہ نے مجھ کو منافقوں کی مغفرت مانگنے اور نہ مانگنے

خَيَّرَتَيْنِ قَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾.

میں اختیار دیا ہے چنانچہ فرمایا کہ تو ان کے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تب یہ آیت اتری کہ اے رسول! نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو ان کی قبر پر۔

١١٩١ ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَأَخْرَجَهٗ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَأَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ.

١١٩١۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لائے بعد اس کے کہ قبر میں ڈالا گیا سو آپ نے اس کو باہر نکلوایا اور اس پر اپنی لب ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا۔

فائدہ: عبداللہ بن ابی بڑا بھاری منافق تھا ظاہر میں مسلمان تھا اور باطن میں اسلام کا دشمن تھا سو جب وہ مر گیا تو حضرت ﷺ نے اس کو کفن کے واسطے اپنا کرتہ دیا اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب وہ مرنے لگا تو اس کے بیٹے نے اس کے ظاہر حال سے توبہ اور ندامت کی نشانیاں دیکھیں اور خالص اسلام کی طرف اس کی رغبت معلوم کی سو اس کو مستحق جان کر حضرت ﷺ سے کرتے کی درخواست کی تا کہ اس کی برکت سے اس کی مغفرت ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ مرتے وقت خود اس نے حضرت ﷺ سے کرتہ مانگا تھا جیسے کہ عبدالرزاق اور طبری نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرنے لگا تو اپنے بیٹے کو حضرت ﷺ کے پاس بھیجا آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تجھ کو یہود کی محبت نے ہلاک کیا اس نے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے واسطے بخشش کی دعا مانگیں اور آپ مجھ کو جھڑکتے ہیں پھر اس نے عرض کی کہ آپ مجھ کو اپنا کرتہ عنایت فرمایئے تا کہ مجھ کو اس میں کفن دیا جائے سو جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے بوجہ اس کی اسی محبت اور رغبت کے آپ سے کرتہ مانگا اور بخشش کی دعا چاہی کہ شاید آپ کی دعا اور کرتے کی برکت سے اس کی مغفرت ہو جائے سو آپ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کو اپنا کرتہ دیا اور اس پر جنازے کی نماز پڑھی عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو منع کیا یعنی اس نے آیت ﴿لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ سے یہ سمجھا کہ ان کا جنازہ پڑھنا بھی درست نہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سے صاف منع ثابت نہیں ہوتا بلکہ اللہ نے مجھ کو استغفار میں اختیار دیا ہے اور نیز اس میں اس کے بیٹے کی تعظیم اور تکریم مقصود ہے کہ وہ بڑا جلیل القدر صحابی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن اس نے عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا کرتہ دیا تھا سو اس کے عوض میں آپ نے اس کو اپنا کرتہ دیا تا کہ منافق کا احسان باقی نہ رہے اور نیز مشرک کے ساتھ احسان کرنے کی ممانعت کہیں نہیں

آئی بلکہ قرآن میں صریح موجود ہے ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ﴾ الخ پس معلوم ہوا کہ آپ کا اس کو کرتہ دینا بے وجہ نہیں اور اگر کوئی کہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا بیٹا اس کی موت کی خبر دینے کو حضرت ﷺ کے پاس آیا تو تب آپ نے اس کو اپنا کرتہ دیا اور اس دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کو قبر سے نکلوا کر اپنا کرتہ پہنایا پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مراد کرتہ دینے سے یہ ہے کہ آپ نے اس کو کرتہ دینے کا وعدہ کیا کہ میں کرتہ دوں گا پس تعارض دفع ہو گیا اور یا دو بار آپ نے دو کرتے دیے ہوں گے، واللہ اعلم بالصواب۔ غرض یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو کرتے میں کفن دینا جائز ہے خواہ سلا ہوا ہو خواہ نہ سلا ہوا ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے لیکن باب کی حدیثوں میں بے سلے کرتے کا ذکر نہیں مگر شاید اطلاق حدیث سے اس کو نکالا ہو گا کہ اس میں مطلق کرتے کا ذکر ہے سلے یا بے سلے کی اس میں کوئی قید نہیں، واللہ اعلم۔

بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ.

بغیر کرتے کے کفن دینے کا بیان۔

فائدہ: یعنی مردے کو کرتے میں کفن دینا سنت نہیں اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک کرتے میں کفن دینا مستحب نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے لیکن جواز میں سب کا اتفاق ہے، کما مر۔

۱۱۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُوْلٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کفن دیے گئے حضرت ﷺ روئی کے تین سفید کپڑوں میں جن میں کرتہ اور عمامہ نہیں تھا۔

۱۱۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کفن دیے گئے تین کپڑوں میں جن میں کرتہ اور عمامہ نہیں تھا۔

بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ.

بغیر پگڑی کے کفن دینے کا بیان یعنی مردے کو کفن میں عمامہ باندھنا سنت نہیں۔

١١٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفن میں سنت پانچ کپڑے ہیں تین لفافے اور ایک دستار اور ایک کرتہ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن سنت فقط تین کپڑے ہیں یعنی تین لفافے اور کرتہ اور عمامہ خلاف سنت ہیں اور مشائخ قدماء نے بھی عمامے کو مکروہ رکھا ہے لیکن بعض متاخرین حنفیہ کہتے ہیں کہ مستحسن ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ کفن میں کرتہ اور دستار نہ ہو اور اگر ہو تو مکروہ نہیں خلاف اولیٰ ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

کفن میت کا حق تمام مال سے ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں آچکا ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہیں اور سب حقوق پر مقدم ہے یعنی اول سب مال میں سے کفن دیا جائے پھر بعد اس کے جو مال بچے اس سے قرض وغیرہ حقوق ادا کیے جائیں اور اگر میت کا سب ترکہ اتنا ہی ہو کہ فقط اس سے تجہیز و تکفین ہو سکے تو اس کو کفن میں ہی خرچ کیا جائے اگرچہ میت قرض دار ہو ایسے وقت میں کفن کو چھوڑ کر قرض ادا کرنا ہرگز جائز نہیں لیکن کہتے ہیں کہ اگر وارث بہت ہوں اور مال تھوڑا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ کفن کفایت دیا جائے یعنی مرد کو دو کپڑے اور عورت کو تین کپڑے اور بعض کہتے ہیں کہ تہائی مال سے کفن دیا جائے یہ قول خلاس کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مال تھوڑا ہو تو تہائی سے دیا جائے یہ قول طاؤس کا ہے اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ وغیرہ تمام حقوق جو اصل مال کے متعلق ہوں وہ بھی کفن پر مقدم ہیں جیسے کہ سب ترکہ مرہون ہو یا غلام جنایت کرنے والا ہو۔

وَبِهٖ قَالَ عَطَآءٌ وَّالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الْحَنُوْطُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ

اور ساتھ اسی کے قائل ہیں عطاء اور زہری اور عمرو اور قتادہ کہتے ہیں کہ کفن تمام مال کا حق ہے اور عمرو نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال کا حق ہے نہ تہائی کا یعنی جو خوشبو کہ کفن میں لگائی جاتی ہے وہ بھی قرض پر مقدم ہے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ میت کے ترکہ سے پہلے کفن دیا

وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

جائے پھر قرض ادا کیا جائے پھر وصیت جاری کی جائے پھر بعد اس کے جو بچے وہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے اور سفیان ثوری نے کہا کہ قبر کھودنے اور غسل دینے کی مزدوری بھی کفن میں سے ہے وہ بھی کفن کے حکم میں داخل ہے اس کی طرح اس کا حق بھی تمام مال میں تہائی سے ہے۔

فائدہ: پس ان اثروں سے معلوم ہوا کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہے اور سب حقوق پر مقدم ہے اول سب ترکہ سے میت کو کفن دیا جائے پھر بعد اس کے جو مال بچے اس سے قرض وغیرہ ادا کیا جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کھودنے اور غسل دینے کی مزدوری لینی جائز ہے۔

١١٩٥ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِّنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ اٰخَرُ خَيْرٌ مِّنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

١١٩٥۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا سو اس نے کہا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے سو ان کو کفن کے واسطے کچھ میسر نہ ہوا مگر ایک چادر اور شہید ہوئے حمزہ رضی اللہ عنہ یا کوئی اور مرد سو ان کو بھی کفن کے واسطے کوئی چیز میسر نہ ہوئی مگر ایک چادر سو میں ڈرا اس سے کہ ہماری نعمتیں موعودہ ہمارے لیے دنیا میں جلدی کی گئی ہوں یعنی ہماری نیکیوں کا بدلا ہم کو دنیا میں مل گیا ہو پھر رونے لگے یعنی اس خوف سے کہ شاید ہم درجات عالیہ سے محروم رہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہے اور سب حقوق لازمہ پر مقدم ہے کہ آپ نے ان کو اسی ایک چادر میں دفن کرنے کا حکم دیا اور یہ نہ پوچھا کہ ان پر کچھ قرض ہے یا نہیں اور نہ یہ فرمایا کہ کفن تہائی مال سے دیا جائے اور جو ایسا مسکین آدمی ہو اس پر قرض ہونا بھی کچھ بعید نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اگر میت کے سر پر قرض مستغرق ہے یعنی جتنا ترکہ رہے اتنا ہی اس پر قرض ہو تو اس کے کفن میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کو بھی ایسا کفن دینا چاہیے جو اس کے سب بدن کو چھپا لے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط اس کے ستر کو چھپانا جائز ہے زیادہ جائز نہیں لیکن یہ پہلی بات کو ترجیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط ایک چادر میں بھی مردے کو کفن دینا جائز ہے اور اگر کپڑا باریک ہو کہ اس کے نیچے سے مردے کا سب بدن نظر آئے

تو ایسی ایک چادر میں مردے کو کفن دینا بالاجماع جائز نہیں کذا قاله ابن عبدالبر.

بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ.

اگر ایک کپڑے کے سوا اور دوسرا کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو فقط ایک ہی چادر میں کفن دینا جائز ہے اور دوسرے کسی کپڑے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔

١١٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.

١١٩٦۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزے دار تھے سو کہا کہ مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے سو فقط ایک چادر میں کفن دیے گئے اگر ان کا سر چھپایا جاتا تھا تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پاؤں چھپائے جاتے تھے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔ ابراہیم نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ اس نے کہا اور حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے پھر فراخ اور کشادہ کی گئی واسطے ہمارے دنیا اس قدر کہ کشادہ کی گئی یا کہا دی گئی ہم کو دنیا اس قدر کہ دی گئی (راوی کا شک ہے) اور بیشک ہم نے خوف کیا کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہم کو دنیا میں جلدی دیا گیا ہو آخرت کے واسطے جمع نہ رہا ہو پھر یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانے کو چھوڑ دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کفن کے واسطے ایک کپڑے کے سوا اور دوسرا کپڑا میسر نہ ہو تو ایک ہی میں کفن دینا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِيْ رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غَطِّيَ رَأْسُهُ.

اگر کفن کے واسطے فقط اتنا ہی کپڑا میسر ہو تو میت کے سر اور بدن کو چھپائے اور پاؤں ننگے رہیں اور یا پاؤں اور بدن کو چھپائے اور سر ننگا رہے تو اس سے اس کے سر اور بدن کو چھپایا جائے اور پاؤں کو ننگا چھوڑا جائے یا گھاس وغیرہ سے ان کو بھی چھپایا جائے۔

فائدہ: اگر کفن کے واسطے فقط اتنا ہی کپڑا ہو کہ اس سے صرف سر یا پاؤں چھپ سکیں بدن کچھ بھی نہ چھپ سکے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس سے ستر کو چھپائے اور پاؤں اور سر کو ننگا رکھے اور اگر ستر عورت کے واسطے بھی کپڑا میسر نہ ہو تو

گھاس وغیرہ سے جو چیز میسر ہو اس کے ساتھ اس کے بدن کو چھپایا جائے۔

۱۱۹۷ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهٗ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهٗ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهٗ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ.

۱۱۹۷۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی رضامندی چاہنے کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنا ملک چھوڑا سو ہماری مزدوری اللہ کے ذمے ثابت ہوئی یعنی بموجب اس کے وعدے کے سو بعض ہم میں سے مر گئے اور اپنی مزدوری سے کچھ نہ کھایا ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض ہم میں سے ایسے ہیں کہ ان کا پھل پک گیا سو وہ اپنے پھل کو چنتے ہیں مصعب رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن شہید ہوئے سو ہم نے اس کے کفن کے واسطے کچھ نہ پایا مگر ایک چادر سو اگر ہم اس سے اس کا سر چھپاتے تھے تو اس کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر اس کے پاؤں چھپاتے تھے تو اس کا سر ننگا ہو جاتا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ اس کا سر چھپا دیں اور اس کے پاؤں پر گھاس ڈال دیں۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ.

اس شخص کا بیان جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفن تیار کیا اور آپ نے اس پر انکار نہ کیا۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنا کفن تیار کر رکھے اس غرض سے کہ بعد موت کے اس کو اس میں کفن دیا جائے تو جائز ہے مکروہ نہیں اور اسی طرح اپنی زندگی میں اپنی قبر کھود رکھنی بھی بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔

۱۱۹۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِيْ فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا

۱۱۹۸۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لائی جس کے کنارے اس کے ساتھ بنے ہوئے تھے یعنی کنارے دار چادر تھی سہل نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کس چادر کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا چادر کو کہتے ہیں جو بدن پر لپیٹی جاتی ہے اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے سو

فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

میں آئی ہوں تا کہ یہ چادر آپ کو پہناؤں سو آپ نے اس کو لیا کہ آپ کو اس کی حاجت تھی سو آپ ہماری طرف نکلے یعنی گھر سے تشریف لائے اور وہ آپ کا تہ بند تھا سو فلاں شخص نے اس کی تعریف کی اور عرض کیا کہ یا حضرت! یہ چادر مجھ کو پہنائیے یعنی مجھ کو عنایت فرمایئے وہ کیا عمدہ ہے سو لوگوں نے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا کہ حضرت ﷺ کو اس کے پہننے کی حاجت تھی پھر تو نے آپ سے سوال کیا اور تجھ کو معلوم ہے کہ آپ سوال کو رد نہیں کرتے سو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے اس واسطے سوال نہیں کیا کہ اس کو پہنوں بلکہ میں نے تو فقط اس واسطے سوال کیا ہے کہ وہ میرا کفن ہو سہل رضی اللہ عنہ نے کہا سو وہ چادر اس کا کفن ہوا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں اپنا کفن وغیرہ ضروری سامان موت کا تیار کر رکھنا جائز ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اس کو وجہ حلال سے حاصل کرے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ کسی کے لباس کی تعریف کرنی جائز ہے تا کہ پہننے والے کو اس کی قدر معلوم ہو اور ایک یہ کہ خلاف ادب پر انکار کرنا جائز ہے گو درجہ تحریم کو نہ پہنچے اور ایک یہ کہ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور یہ کہ حاجت کے وقت سے پہلے کوئی چیز تیار کر رکھنی جائز ہے۔

بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَآءِ الْجَنَآئِزَ. عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب فضل اتباع الجنائز اور اس باب کے درمیان بہت بابوں کے ساتھ فرق کیا ہے تو غرض اس سے یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں میں فرق ہے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت جو حدیثوں میں آچکی ہے وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں کو وہ فضیلت حاصل نہیں اس لیے کہ باب کی حدیث سے عورتوں کے واسطے جنازے کے ساتھ جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا حرام ہے یا مکروہ ہے اور فضیلت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا مستحب ہے اور ان دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا اس واسطے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف صرف اسی وقت ہے جب کہ فتنے کا خوف نہ ہو اور اگر فتنے کا خوف ہو تو پھر ان کا جنازے کے ساتھ جانا بالاتفاق منع ہے، واللہ اعلم۔

۱۱۹۹ ۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

۱۱۹۹۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم (عورتوں) کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع ہوا (لیکن) ہم پر لازم نہ کیا گیا یعنی یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا مکروہ ہے حرام نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا حرام نہیں مکروہ ہے اور یہی قول ہے جمہور اہل علم کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا اور دلالت کرتی ہے جواز پر وہ حدیث جو ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے ساتھ تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا سو اس کو للکارا آپ نے فرمایا کہ اے عمر! اس کو چھوڑ دے لیکن یہ جواز اسی وقت ہے جب کہ فتنے کا خوف نہ ہو کما مر اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شارع کی نہی کئی قسم پر ہے۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا.

عورت کو خاوند کے سوا اور آدمی پر سوگ کرنے کا کیا حکم ہے؟ یعنی خواہ بھائی' بیٹا وغیرہ کوئی قریبی مرا ہو یا کوئی اجنبی مرا ہو۔

فائدہ: سوگ کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی زینت اور سنگھار کو بالکل چھوڑ دے اور عمدہ کپڑے اور خوشبو وغیرہ اسباب جماع سے پرہیز کرے اور عورت کو اپنے خاوند پر سوگ کرنا فرض ہے اور خاوند کے سوا اور آدمی پر سوگ کرنا تین دن جائز ہے واجب نہیں اس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند اس سے ان دنوں میں جماع کرنا چاہے تو اس کا خاوند کو منع کرنا حرام ہے۔

۱۲۰۰ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ.

۱۲۰۰۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک لڑکا فوت ہوا سو جب تیسرا دن ہوا تو اس نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور بدن پر ملی اور کہا کہ ہم کو منع ہوا کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ نہ کریں مگر خاوند کی موت پر۔

۱۲۰۱ ۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ

۱۲۰۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب شام کے ملک سے ابوسفیان کے مرنے کی خبر آئی تو ام حبیبہ (ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی) نے تیسرے دن زرد خوشبو

قَالَتْ لَمَّا جَآءَ نَعْیُ أَبِیْ سُفْیَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَیْهَا وَذِرَاعَیْهَا وَقَالَتْ إِنِّیْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِیَّةً لَوْلَا أَنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَیْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

منگوائی اور اپنے دونوں رخساروں اور ہاتھوں پر ملی اور کہا کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہ تھی اگر میں نے حضرت ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ فرماتے تھے کہ نہیں حلال اس عورت کو جو اللہ کو اور قیامت کو مانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ کرے اور اپنا سنگھار چھوڑے مگر اپنے خاوند کی موت پر کہ اس پر چار مہینے اور دن دس سوگ کرے۔

١٢٠٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ حَبِیْبَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ أَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ بِهٖ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ أَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

١٢٠٢۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (حضرت ﷺ کی بیوی) کے پاس گئی سو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں حلال اس عورت کو جو اللہ کو اور قیامت کو مانتی ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے مگر اپنے خاوند کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا اور سنگھار چھوڑنا فرض ہے پھر میں زینب رضی اللہ عنہا بیٹی جحش کے پاس گئی جب کہ اس کا بھائی فوت ہوا سو اس نے خوشبو منگوائی اور اس کو اپنے بدن پر ملا پھر کہا کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہ تھی لیکن میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں حلال کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کو مانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے مگر اپنے خاوند کی موت پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرنا فرض ہے۔

فائدہ: یعنی کسی قریبی یا اجنبی کے غم اور ماتم میں تین روز سے زیادہ سوگ کرنا عورت کو حلال نہیں مگر خاوند کے ماتم میں چار مہینے اور دس دن سوگ کرنا فرض ہے نہ اسے کم کرے اور نہ زیادہ پس معلوم ہوا کہ عورت کو خاوند کے سوا اور آدمی پر تین دن سوگ کرنا جائز ہے کہ حلال ہونا جواز کو مستلزم ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو خاوند کی عدت میں خوشبو ملنا، سرمہ لگانا اور رنگین کپڑا پہننا بھی جائز نہیں ہے۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ. قبروں کی زیارت کرنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

فائدہ: اول اسلام میں کفر کا زمانہ قریب تھا لوگ تازہ مسلمان ہوئے تھے اور تھوڑے دن سے بت پرستی چھوڑی تھی سو حضرت ﷺ نے سد باب کے واسطے قبروں کی زیارت سے بھی منع فرمایا تا کہ مبادا شرک میں پھر گرفتار ہو جائیں پھر جب اسلام ان کے دل میں رچ گیا اور توحید کا عقیدہ مضبوط ہو گیا اور بت پرستی کا خیال بالکل دفع ہو گیا تو آپ نے قبروں کی زیارت کرنے کی رخصت دی اور منع کا حکم منسوخ فرمایا کہ صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا سو اب تم ان کی زیارت کیا کرو اور بعض روایتوں میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں اور دل کو نرم کرتی ہیں آپ نے یہ فائدہ اس واسطے بتلایا کہ لوگ اہل قبور سے اپنی حاجت روائی نہ چاہیں اور شرک میں گرفتار نہ ہوں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اور نہی منسوخ ہے اور یہی مذہب ہے جمہور اہل علم کا کہ قبروں کی زیارت کو جائز رکھتے ہیں اور ابن سیرین اور نخعی اور شعبی کا یہ قول ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی مطلق مکروہ ہے مگر یہ قول ان کا مردود ہے ساتھ اس حدیث مسلم کے جو ابھی گزری اور شاید ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی لیکن بعد ان کے سب کا اتفاق ہو چکا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت واجب ہے اگرچہ تمام عمر میں ایک ہی بار ہو یہ قول ابن حزم کا ہے اور عورتوں کے باب میں اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان کو قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو اور دلیل ان کی یہ حدیث باب کی ہے کہ جب حضرت ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھے دیکھا تو اس پر انکار نہ کیا پس تقریر ثابت ہوئی اور یہی ہے قول عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ رخصت جو مسلم کی حدیث میں آئی ہے سو مردوں کے ساتھ خاص ہے یعنی قبروں کی زیارت کرنی مردوں کو جائز ہے عورتوں کو جائز نہیں ہے یہ قول شیخ ابو اسحاق کا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اللہ نے لعنت کی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر مگر یہ لعنت صرف انہی کے واسطے ہے جو بہت کثرت سے قبروں کی زیارت کریں کما هو مدلول المبالغة اور شاید سبب اس کا یہ ہے کہ وہ بہت روتی چلاتی ہیں اور خاوندوں کا حق ضائع کرتی ہیں اور اگر ان باتوں سے امن ہو تو جائز ہے کہ موت کی یادداشت کے سب محتاج ہیں مگر احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں قبروں کی زیارت کو نہ جائیں کہ وہ فتنے سے خالی نہیں۔

١٢٠٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

١٢٠٣۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس روتی تھی سو آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر اس نے کہا کہ میرے پاس سے ٹل جا کہ تجھ پر وہ مصیبت نہیں پڑی جو مجھ پر پڑی ہے اور وہ عورت حضرت ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی سو کسی نے اس سے کہا کہ یہ تو حضرت ﷺ تھے تب وہ پچھتائی حضرت ﷺ کے دروازے پر آئی اور دروازے پر دربانوں کو نہ پایا یعنی جب اس نے حضرت ﷺ کا نام سنا تو اس کو خوف پیدا ہوا اور خیال کیا کہ بادشاہوں کی طرح آپ کے دروازے پر بھی دربان ہوں گے اور شاید اندر جانا ملے یا نہ ملے سو جب وہ آئی تو معاملہ اس کے برعکس دیکھا اور عرض کیا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا یعنی اب میں آپ کا حکم مانتی ہوں اور صبر کرتی ہوں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب تو اول صدمے کے نزدیک ہے یعنی صبر کا وقت ابتداء مصیبت میں ہے اور اسی صبر کا شرع میں ثواب اور اعتبار ہے اس واسطے کہ جب مصیبت کو بہت مدت گزر جائے تو آدمی کو خود بخود صبر آ جاتا ہے خواہ ایماندار ہو خواہ کافر ہو تو اس میں صبر کا کچھ اعتبار نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اس لیے کہ آپ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھے دیکھا اور اس پر انکار نہ کیا اور نہ یہ فرمایا کہ تو اپنے گھر سے باہر کیوں نکلی ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کو گھر سے نکلنا جائز ہے اور وہ عام ہے اس سے کہ میت کے ماتم کے واسطے نکلے یا زیارت قبور کے واسطے نکلے دونوں کا حکم ایک ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جاہل کے ساتھ تواضع اور نرمی سے پیش آنا چاہیے اور اس کا عذر قبول کرنا چاہیے اور نیک بات بتلانا چاہیے اور برے کام سے روکنا چاہیے اور ایک یہ کہ جو شخص نیک بات بتلائے اس کو قبول کرنا چاہیے اگرچہ مامور آمر کو نہ پہچانتا ہو اور ایک یہ کہ قاضی اور حاکم کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا دربان بنائے جو لوگوں کی حاجت روائی سے مانع ہو اور یہ کہ جزع

فزع کرنا منع ہے اور یہ کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت اور خواہ قبر والا مسلمان ہو یا کافر کہ آپ نے اس کی تفصیل نہیں پوچھی امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی ہے مذہب جمہور کا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ.

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کی بعض قسم رونے کے سبب سے۔

فائدہ: یعنی جس رونے میں نوحہ ہو اور میت کی خوبیاں بیان کی جائیں نہ محض رونا کہ وہ رحمت ہے مگر یہ اسی وقت ہے جب کہ نوحہ کر کے رونا اس کی عادت اور اس کا طریقہ ہو اور ماتموں میں خود جا کر نوحہ کرتا ہو یا اس کے گھر میں یہ رسم ہو اور وہ منع نہ کرے بلکہ اس پر راضی ہو تو اس کے مرنے کے بعد جو اس پر نوحہ ہوگا تو اس سے بھی اس پر عذاب ہوگا کہ یہ بھی بجائے اس کے اپنے عمل کے ہے کہ اس کو اس سے منع کرنے کا حکم آیا ہے ساتھ دلیل اس آیت کے:

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾.

اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

فائدہ: وجہ استدلال کی اس آیت سے یہ ہے کہ اس آیت میں اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا حکم ہے اور وہ عام ہے ہر قسم کے بچانے کو شامل ہے اور یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ آدمی برے کام کی عادت اختیار نہ کرے تا کہ اس کے گھر والے اس کے مرنے کے بعد اس فعل بد کے مرتکب نہ ہوں اور اگر اس نے خود برے کام کی عادت کر رکھی ہو یا اس کے گھر میں یہ رسم ہو اور اس سے منع نہ کرے تو اس نے نہ اپنی جان کو بچایا اور نہ اپنے گھر والوں کو بچایا لامحالہ مرنے کے بعد نوحہ کرنے کے سبب سے اس پر عذاب ہوگا بہ سبب سستی اور عدم تعمیل حکم کے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعیت اور زیر دست سے پوچھا جائے گا۔

فائدہ: یہ حدیث پوری کتاب الجمعہ میں گزر چکی ہے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ اس حدیث میں رعیت کی حفاظت کرنے کا حکم ہے اور حفاظت عام ہے ہر قسم کی حفاظت کو شامل ہے پس یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ وہ برے کام کی عادت اختیار نہ کرے تا کہ اس کے گھر والے اس کے مرنے کے بعد اس فعل بد کے مرتکب نہ ہوں اور نہ اپنے گھر میں کوئی رسم بد ہونے دے ورنہ اس سے پوچھا جائے گا اور اس پر اس کو عذاب ہوگا۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَلَا تَزِرُ

اور اگر نوحہ کر کے رونا اس کی عادت نہ ہو یعنی نہ خود کیا ہو اور نہ گھر والوں کو کرنے دیا ہو یا وہ گھر والوں کے فعل

وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَآءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ.

سے بے خبر ہو تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا یعنی مرنے کے بعد نوحہ کرنے کا گناہ رونے والے پر ہوگا نہ مردے پر اور وہ آیت اس آیت کی طرح ہے یعنی اس کے معنی میں ہے کہ اگر کوئی جان بھاری بوجھ والا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے واسطے بلائے تو نہ اٹھایا جائے گا اس سے کچھ یعنی پس نوحہ کرنے کا گناہ رونے والے پر ہوگا نہ مردے پر اور جس رونے میں نوحہ نہ ہو اور میت کی خوبیوں کا بیان نہ ہو وہ رونا جائز ہے بلکہ رحمت ہے۔

فائدہ: اس جملے کا عطف ابتدائے ترجمہ پر ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں قتل کی جاتی کوئی جان ظلم سے مگر کہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل پر اس کے خون کا حصہ بڑھتا ہے یعنی وہ بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے اس واسطے کہ اس نے اول خون کرنے کی رسم نکالی۔

فائدہ: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق مار ڈالا تھا خونریزی کی رسم اول اس نے نکالی تو جتنے عالم میں قیامت تک خون ہوں گے سب کا گناہ اس پر ضرور ہوگا اسی طرح جو شخص کہ بد رسم خلاف شرع نکالے گا اس کے کرنے والوں کے برابر اس کی گردن پر بھی وبال پڑے گا اور اسی طرح جو شخص کہ مردے پر نوحہ کر کے روئے تو گویا اس نے اپنے گھر والوں کے واسطے یہ رسم نکالی تو لامحالہ نوحہ کرنے والے کے برابر اس پر بھی اس کا گناہ ہوگا پس مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ظاہر ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کے پہلے مسئلے کے متصل نقل کیا جاتا اور حاصل اس باب کا یہ ہے کہ زندے کے نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کی طرف سے اس میں کوئی سبب ہو سو جو لوگ کہتے ہیں کہ زندے کے نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے تو ان کی مراد بھی یہی ہے کہ اس میں اس کی طرف سے کوئی سبب ہو اور جو لوگ اس کے منکر ہیں تو ان کی مراد یہ ہے کہ اس میں مردے کی طرف سے کوئی سبب نہ ہو پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

١٢٠٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا

۱۲۰۴۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتِ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِأُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ.

حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے سو حضرت ﷺ کی کسی بیٹی نے آپ سے کہلا بھیجا کہ میرا لڑا مرتا ہے یعنی قریب الموت ہے آپ تشریف لائے سو آپ نے سلام کہا اور کہلا بھیجا کہ بیشک اللہ ہی کا تھا جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے نزدیک مدت مقرر ہے یعنی لڑکا اللہ کی امانت تھا اللہ نے لیا تو صبر کرنا چاہیے بیگانی چیز پر کچھ دعویٰ نہیں اس لڑکے پر کیا موقوف ہے ہر چیز کی ایک مدت ہے آخر اس کو فنا ہے سو چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے سو پھر اس نے قسم دے کر کہلا بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں سو آپ کھڑے ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ کئی اصحاب تھے سو وہ لڑکا آپ کے پاس لایا گیا اور اس کی جان نہایت بیقرار تھی جیسے کہ وہ پرانی اور خشک مشک تھی یعنی نہایت ضعیف تھا سو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے سو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت اور نرم دلی کی نشانی ہے اللہ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں میں سے صرف انہیں پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں یعنی جو آنسو کہ دل کے غم سے خود بخود بلا قصد جاری ہوں ان پر عذاب نہیں عذاب تو صرف بے صبری اور نوحہ کرنے پر ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس رونے میں نوحہ نہ ہو صرف آنکھ اور دل سے ہو وہ رونا جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب کے تیسرے مسئلے سے ثابت ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے پاس بزرگوں کو برکت اور دعا کے واسطے لانا جائز ہے اور ان کو قسم دینی جائز ہے اور ایک یہ کہ بغیر اذن کے ماتم پرسی اور بیمار پرسی کو جانا جائز ہے بخلاف ولیمہ کے کہ اس میں بغیر اذن کے

جانا درست نہیں اور ایک یہ کہ قسم کو پورا کرنا مستحب ہے اور ایک یہ کہ مصیبت والے کو موت سے پہلے صبر کی وصیت کرنا چاہیے اور ایک یہ کہ سلام کو کلام پر مقدم کرے اور ایک یہ کہ بزرگوں کو لائق نہیں کہ لوگوں کو اپنی بزرگی سے محروم رکھیں اور کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیں اور یہ کہ مخلوق پر رحم کرنا چاہیے اور یہ کہ دل کی سختی سے بچنا چاہیے۔

۱۲۰۵ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

۱۲۰۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (اور عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی) کے جنازے پر حاضر ہوئے اور آپ قبر کے پاس بیٹھے تھے سو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کی رات صحبت داری نہ کی ہو سو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی قبر میں اتر سو وہ اس کی قبر میں اترا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر نوحہ کے رونا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو عورت کی قبر میں اتارنا جائز ہے خواہ عورت اپنی ہو خواہ بیگانی ہو اور یہ کہ قبر میں داخل ہونا اس کا افضل ہے جس نے اس رات کو صحبت نہ کی ہو اگرچہ اس کا باپ اور خاوند بھی پاس موجود ہوں اور یہ کہ دفن کے وقت قبر کے کنارے پر بیٹھنا جائز ہے اور یہ کہ مرنے کے بعد مردے پر رونا جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میت پر رونا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب مر جائے تو اس پر نہ رویا کرو لیکن یہ حدیث اولویت پر محمول ہے اور مراد یہ ہے کہ بلند آواز سے رونا درست نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مردوں اور عورتوں میں فرق کیا جائے یعنی مردوں کو رونا جائز ہے اور عورتوں کو رونا جائز نہیں کہ ان میں صبر نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جس نے آج کی رات صحبت نہ کی ہو وہ قبر میں داخل ہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کی تھی سو آپ نے اشارے سے منع کیا کہ وہ قبر میں داخل نہ ہوں، واللہ اعلم۔

۱۲۰۶ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِّعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا

۱۲۰۶۔ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی مکے میں فوت ہوئی سو ہم اس کے جنازے کے واسطے آئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس میں حاضر ہوئے اور میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا تھا یا

لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَآءَ الْأٰخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَآءِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ مَّكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یوں کہا کہ میں ان میں سے ایک کے پاس بیٹھا پھر دوسرا آیا اور وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تو عورتوں کو رونے سے منع نہیں کرتا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس میں بعض کا لفظ زیادہ کرتے تھے یعنی ہر قسم کے رونے سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا بلکہ بعض قسم سے عذاب ہوتا ہے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے پلٹا یعنی دونوں حج سے پھر کر مدینہ کو چلے یہاں تک کہ جب ہم بیداء (ایک میدان کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان) میں پہنچے تو اچانک عمر رضی اللہ عنہ نے کئی سوار درخت کے سائے میں دیکھے سو کہا کہ جا اور دیکھ کہ کون سوار ہیں اس نے کہا کہ میں نے جا کر دیکھا تو اچانک وہ صہیب رضی اللہ عنہ صحابی تھے کہ اپنی فوج کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے سو میں نے آ کر عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی سو کہا کہ ان کو میرے پاس بلا لاؤ سو میں صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس پلٹ گیا اور کہا کہ کوچ کر اور امیر المومنین کے ساتھ مل کہ وہ تم کو بلاتے ہیں سو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ ملے یہاں تک کہ ہم سب مدینے میں پہنچے سو جب عمر رضی اللہ عنہ کو پیٹ میں نیزہ لگا تو صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر آئے کہتے تھے اے بھائی! اے صاحب! سو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ اے صہیب! کیا تو مجھ پر روتا ہے؟ اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے بعض رونے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَيْئًا.

کہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے قسم اللہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث نہیں فرمائی کہ اللہ ایماندار پر عذاب کرتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے لیکن آپ نے یہ فرمایا ہے کہ بیشک اللہ کافروں پر عذاب زیادہ کرتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم کو قرآن کافی ہے اللہ نے فرمایا کہ نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ یعنی یہ حدیث کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے گھر والوں کے رونے کے سبب سے فقط کافروں کے حق میں ہے کہ ان پر رونے کے سبب سے عذاب زیادہ ہوتا ہے نہ مسلمانوں کے حق میں کہ رونے سے ان پر عذاب نہیں ہوتا ہے اللہ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور دوسرے کے بدلے اس پر عذاب نہیں ہوگا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا کہ اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے یعنی رونا اور ہنسنا اللہ کی طرف سے ہے اس کو عذاب میں کچھ دخل نہیں پس رونے سے مردے پر عذاب نہیں ہوگا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب میں کچھ نہ کہا یعنی اس واسطے کہ ان کو خیال آیا کہ یہ حدیث قابل تاویل ہے اور کوئی تاویل ان کے نزدیک معین نہ ہوئی۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ گھر والوں کے رونے کے سبب سے مردے پر عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟ سو بعض علماء تو اس کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ کے قصے سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید عمر رضی اللہ عنہ کی یہ مراد ہو کہ مردے پر عذاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ باوجود قدرت کے اس سے منع نہ کرے اسی واسطے اس نے صہیب رضی اللہ عنہ کو منع کیا اور یہی قول ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث مردود ہے ساتھ اس آیت کے کہ نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو اور کوئی عورت اس پر بیوقوفی اور نادانی سے روئے تو لازم آئے گا کہ اس کے رونے سے اس شہید پر بھی عذاب ہو اور یہی قول ہے ایک جماعت شافعیہ کا لیکن یہ توجیہ غلط ہے

اس لیے کہ بعد ثبوت کے حدیث کو محض ظن سے رد کرنا جائز نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ رونے کے وقت اس پر عذاب شروع ہوتا ہے نہ رونے کے سبب سے مگر یہ بھی محض تکلف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عذاب فقط کافروں کے ساتھ خاص ہے یعنی اول تو وہ کفر کے سبب سے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں پھر جب مرنے کے بعد لوگ ان پر روتے ہیں تو اس سے ان پر عذاب اور زیادہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث خاص ایک یہودیہ کے حق میں وارد ہوئی ہے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی بھول چوک پر محمول ہے یہ بھی قول عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے لیکن اس حدیث کو بھول چوک پر محمول کرنا بہت بعید ہے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور بہت صحابہ نے بھی یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے اور وہ یقین سے روایت کرتے ہیں پس عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی کوئی وجہ صحیح نہیں اس کے باوجود کہ تطبیق بھی ممکن ہے اور اکثر اہل علم نے عمر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کئی طور سے تطبیق دی ہے اول تطبیق امام بخاری رحمہ اللہ کی ہے جیسا کہ ابتدا باب میں بیان اس کا گزرا۔ دوسری یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب کہ مردہ اپنے اوپر نوحہ کرنے کی خود وصیت کر جائے جیسا کہ کفار عرب کی عادت تھی کہ مرتے وقت وارثوں کو وصیت کر جاتے تھے کہ ہم کو خوب رونا اور ہماری خوبیاں اچھی طرح بیان کرنا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں مزنی اور ابراہیم حربی اور دوسرے لوگ شافعیہ وغیرہ سے اور ابو اللیث سمرقندی نے کہا کہ یہی ہے قول اکثر اہل علم کا اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی ہے قول جمہور کا۔ تیسری یہ ہے کہ عذاب فقط اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس کے گھر میں نوحہ کر کے رونے کی عادت ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس سے منع نہ کرے یہ قول داؤد ظاہری اور ایک جماعت کا ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ اس کو ان کے اس فعل سے خبر ہو اور اگر اس کو خبر نہ ہو تو کچھ مواخذہ نہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ جن اوصاف اور خوبیوں کو لوگ رونے میں بیان کرتے ہیں اکثر اوقات وہ منہیات سے ہوتے ہیں جیسے کہ اس کی ریاست کی تعریف کرتے ہیں جس میں اس نے ظلم کیا یا اس کی بخشش کی تعریف کرتے ہیں جس کو اس نے ناحق اور ناجائز کام میں صرف کیا ہو پس مراد یہ ہے کہ لوگ ان افعال سے مردے کی تعریف کرتے ہیں اور مردے کو ان سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ مراد عذاب سے فرشتوں کا جھڑکنا ہے یعنی جب لوگ اس کی خوبیاں بیان کر کے روتے ہیں تو فرشتے اس کو جھڑک سے کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا تھا؟ کیا تو ایسا تھا؟۔ چھٹی یہ ہے کہ مراد عذاب سے رنج اور تکلیف ہے یعنی نوحہ گری اور چلا کر رونے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے یہ قول ابو جعفر طبری اور ابن مرابط اور عیاض وغیرہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابن تیمیہ وغیرہ متاخرین اور بعض کہتے ہیں کہ حال قیامت اور برزخ کے درمیان فرق ہے پس آیت ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ حال قیامت پر محمول ہے اور یہ حدیث کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے رونے کے سبب سے حال برزخ پر محمول ہے یعنی ممکن ہے کہ عالم برزخ میں غیر کے فعل سے مردے پر عذاب ہو اور قیامت میں ایک کے فعل سے دوسرے پر عذاب نہ ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

١٢٠٧ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُولُ وَا أَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ.

١٢٠٧۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے یعنی اس زخم سے جس کے ساتھ ان کا انتقال ہوا تو صہیب رضی اللہ عنہ رونے لگے کہتے تھے اے ہمارے بھائی! سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے زندے کے رونے سے۔

فائدہ: یہ حدیث اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو اوپر گزری اس سے معلوم ہوا کہ یہ عذاب کافروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہاں عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو رونے سے منع کیا اور آئندہ آئے گا کہ اس نے بنی مغیرہ کی عورتوں کو رونے پر برقرار رکھا پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ صہیب رضی اللہ عنہ کے رونے سے مراد چلا کر رونا ہے اور عورتوں کے رونے سے مراد آہستہ رونا ہے اس واسطے کہ صہیب رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا کہ شاید چلا کر رونا منع ہو اور عورتوں کو برقرار رکھا اور کہا کہ ان کو چھوڑ دے مگر چلا کر نہ روئیں۔

١٢٠٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا.

١٢٠٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے کہ اس کے گھر والے اس پر روتے تھے سو فرمایا کہ یہ لوگ اس پر روتے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِينَ عَلٰى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

مردے پر نوحہ کرنا اور چلا کر رونا حرام ہے اس لیے کہ اس پر وعید آ چکی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان عورتوں کو چھوڑ دو کہ وہ ابوسلیمان پر روئیں جب تک کہ سر پر مٹی ڈالنا اور چلا کر رونا نہ ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نقع کہتے ہیں سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ کہتے ہیں چلا کر رونے کو۔

فائدہ: جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس کی لڑکیاں اور قبیلے کی عورتیں جمع ہو کر رونے لگیں سو کسی نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اے امیر المؤمنین! ان کو منع کرو تب انہوں نے یہ فرمایا یعنی سر پر مٹی ڈالنا اور چلا کر رونا منع ہے اور اگر یہ نہ ہو تو درست ہے۔

۱۲۰۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ.

۱۲۰۹ ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بیشک مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جان بوجھ کر سو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ ٹھہرا لے دوزخ سے میں نے حضرت ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ جس مردے پر نوحہ ہوا تو اس پر عذاب ہوتا ہے نوحے کے سبب سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ گری سے مردے پر عذاب ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مردے پر نوحہ کرنا حرام ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو مغیرہ نے پہلے اس سے پیغمبر ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی حدیث بیان کی تو غرض اس سے یہ ہے کہ نوحہ کر کے رونے کی حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ اپنی کلام کی تصدیق کے واسطے کسی کلام کو بیان کرنا جائز ہے اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اوروں پر جھوٹ باندھنا جائز ہے بلکہ اس کی حرمت بھی اور دلیلوں سے ثابت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں وعدہ دوزخ کا نہیں گو کبیرہ گناہ ہے۔

۱۲۱۰ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ح وَقَالَ اٰدَمُ عَنْ شُعْبَةَ

۱۲۱۰ ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مردے پر قبر میں عذاب ہوتا ہے نوحہ کرنے کے سبب سے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے زندے کے رونے سے۔

الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ مردے پر نوحہ کرنا حرام ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

١٢١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جِيْءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ حَتّٰى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو قَالَ فَلِمَ تَبْكِيْ أَوْ لَا تَبْكِيْ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

١٢١١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرا باپ جنگ احد کے دن شہید ہوا اور اس کا ناک و کان کٹا ہوا تھا یعنی کافروں نے اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے سو اس کی لاش لائی گئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کپڑے سے چھپا کر رکھی گئی سو میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھنے کا ارادہ کیا سو میری قوم کے لوگوں نے مجھ کو منع کیا پھر میں نے کھولنے کا ارادہ کیا سو لوگوں نے مجھ کو منع کیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا کھولنے کا حکم فرمایا سو اٹھایا گیا پھر آپ نے رونے والی عورت کی آواز سنی سو فرمایا کہ یہ چلا کر رونے والی کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو کی بیٹی ہے یا بہن ہے فرمایا کہ کیوں روتی ہے؟ یا یوں فرمایا کہ نہ روئے اس واسطے کہ ہمیشہ فرشتے اس پر اپنے پروں کے سائے کیے رہے یہاں تک کہ اس کی لاش اٹھائی گئی یعنی جس کا ایسا عالی مرتبہ ہو اس پر رونا لائق نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے رونے کی صریح ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا جواز معلوم ہوتا ہے سو علماء نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ نہی سے پہلے کا ہے پھر آپ نے بعد اس کے نوحہ گری سے منع فرمایا جیسا کہ احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب انصار کی عورتیں حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں کسی مردے پر نہ رویا کریں وصححہ الحاکم یا مراد اس سے آہستہ رونا ہے نہ چلا کر۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ.

وہ شخص ہم لوگوں میں سے نہیں جو مصیبت میں گریبان کو پھاڑے۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں صرف ایک مسئلے کو اس واسطے ذکر کیا کہ یہ برأت مجموعہ کے چھوڑنے پر موقوف نہیں بلکہ ایک ایک کے چھوڑنے سے بھی برأت حاصل ہو جاتی ہے۔

١٢١٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

١٢١٢۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہماری راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے اور گریبان کو پھاڑے اور کفر کے بول بولے۔

فائدہ: کفر کے بول یعنی واویلا وا مصیبتا کہنا یا یوں کہنا کہ ہائے یہ کیا غضب ہوا یہ کیا ظلم ہم پر ہوا یا میت کی برائیاں ذکر کر کے چلا کر رونا پیٹنا منع ہے کہ یہ کفر یہ رسمیں ہیں کسی مردے پر یہ رسمیں کرنی جائز نہیں خواہ اپنی مصیبت ہو خواہ کسی امام، پیغمبر کی ہو لیکن دل میں غم کرنا اور آنکھ سے آنسو نکلنا منع نہیں سنت یہ ہے کہ مصیبت میں صبر کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہم لوگوں میں سے نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقے پر نہیں یہ مراد نہیں کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ تو مجھ سے نہیں یعنی میری راہ پر نہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ تو میری نسل سے نہیں اور فائدہ اس لفظ کے ذکر کرنے کا یہ ہے کہ اس میں نہایت تاکید اور مبالغہ ہے کہ یہ رسمیں بہت بری لازم ہے کہ حتی الامکان اس سے بچے اور یا مراد اس سے دین کامل ہے یعنی جو مصیبت میں یہ رسمیں کرے گا اس کا دین کامل نہیں ناقص ہے اور بعض نے کہا کہ اس حدیث کی تاویل کرنا مکروہ ہے تا کہ لوگوں کو اس سے خوف پیدا ہو اور یہ بات خوب دل میں جم جائے یہ قول سفیان ثوری کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے بری ہونا ہے یعنی اس کو پیغمبر کی شفاعت نہیں ہوگی بہر صورت اس سے ثابت ہوا کہ مصیبت میں یہ رسمیں کرنی حرام ہیں کہ یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ آدمی قضائے الٰہی پر راضی نہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن اگر باوجود علم حرمت کے اس کو حلال جان کر کرے تو اس وقت یہ کہنا جائز ہے کہ یہ شخص دین سے خارج ہے۔

بَابُ رِثَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ.

حضرت ﷺ کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے واسطے غم کرنا اور دل گیر ہونا۔

فائدہ: رثا کہتے ہیں میت کی تعریف کرنے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے کو لیکن یہاں مراد اس سے غم کرنا ہے اس لیے کہ مرثیہ خوانی منع ہے اور غم کرنا مباح ہے اور بہت صحابہ وغیرہ سے اس کا کرنا ثابت ہے چنانچہ مروی ہے کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ کے غم میں یہ شعر کہے

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیه
صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالی

اور احمد اور ابن ماجہ وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے منع فرمایا مرثیہ پڑھنے سے سو مراد اس سے وہ خوبیاں بیان کرنی ہیں جو غم کا باعث ہوں یا مجمع کر کے مرثیہ خوانی کریں یا کثرت سے اس فعل کو کریں یہ مراد نہیں کہ مطلق غم کرنا منع ہے وھذا ھو وجه التطبيق بين مختلف الاحاديث.

١٢١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِيْ فَقُلْتُ إِنِّيْ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ إِلَّا ابْنَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَآئِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

۱۲۱۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حجۃ الوداع میں سخت بیمار ہوا حضرت ﷺ میرے پوچھنے کو آئے میں نے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں زندگی کی کچھ توقع نہیں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اور میں بہت مالدار ہوں اور میری اولاد صرف ایک بیٹی ہے اس کے سوا کوئی میرا وارث نہیں سو اگر آپ فرمائیں تو ایک حصہ مال کا اپنی بیٹی کو دوں اور دو حصے مال خیرات کردوں آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے کہا آدھا مال خیرات کردوں آپ نے فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا تہائی مال خیرات کردوں آپ نے فرمایا کہ ہاں اور تہائی مال خیرات کے واسطے بہت ہے اس واسطے کہ اگر تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑے تو بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو محتاج چھوڑے کہ مانگیں لوگوں سے ہتھیلی پھیلا کر اور جو کچھ کہ تو خرچ کرے گا اللہ کی رضامندی کے واسطے اس کا تجھ کو ضرور ثواب ملے گا یہاں تک کہ جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا یعنی اس کا ثواب بھی تم کو ملے گا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے کہا یا حضرت! کیا میں چھوڑ دیا جاؤں گا بعد اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو بیماری کے سبب سے مکے میں چھوڑا جائے گا اور کوئی کام اللہ کی رضامندی کا کرتا رہے گا تو بیشک تیرا مرتبہ اور درجہ بلند ہوگا اور شاید کہ تو پیچھے چھوڑا جائے گا یعنی تیری زندگی دراز ہوگی یہاں تک کہ بہت گروہ تجھ سے نفع پائیں گے اور دوسرے لوگ تجھ سے ضرر پائیں گے یعنی تیرے جہاد سے مسلمانوں کو قوت ہوگی اور

کافروں کو ضرر اور نقصان پہنچے گا۔ اے اللہ! جاری اور قائم رکھ میرے اصحاب کی ہجرت کو اور نہ پھیر ان کو ایڑیوں کے بل لیکن نہایت محتاج سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ ہے کہ باوجود ہجرت کے پھر مکے میں آ کر مرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے پر غم کرنا اور افسوس کرنا جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے واسطے غم کیا وفیه المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنی درست نہیں کہ اس میں وارثوں کا حق باطل ہوتا ہے اور مفصل بیان اس کا کتاب الوصایا میں آئندہ آئے گا، انشاء اللہ۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ.

وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُوْ مُوْسٰى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِيْ حَجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهٖ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

مصیبت کے وقت سر کے بال منڈوانے جائز نہیں۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے سو بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر اپنے گھر والوں سے ایک عورت کی گود میں تھا (سو وہ عورت چلا کر رونے لگی) سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیہوشی کے سبب سے اس کو منع نہ کر سکے سو جب ہوش میں آئے تو کہا کہ میں بیزار ہوں اس سے جس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اس عورت سے جو چلا کر روئے اور سر کے بال منڈوائے اور گریبان کو پھاڑے یعنی یہ رسمیں حرام اور ناجائز ہیں۔

فائدہ: مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ.

١٢١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ہمارے پر راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے۔

١٢١٤۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے اور گریبان کو پھاڑے اور کفر کے بول بولے۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ.

مصیبت میں واویلا کرنا اور جاہلیت کے بول بولنے جائز نہیں۔

فائدہ: جاہلیت کے بول یہ ہیں کہ مردے کو کہے اے ہمارے بازو! اے ہمارے پہاڑ! اے ہمارے مددگار! وغیرہ وغیرہ۔

١٢١٥ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

١٢١٥۔ ترجمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ.

مصیبت کے وقت غمگین ہو کر بیٹھنے کا بیان یعنی جائز ہے جب تک افراط نہ ہو اور حد اعتدال سے نہ گزرے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اور آئندہ باب میں کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا کہ جائز ہے یا نہیں اس واسطے کہ اپنی اپنی جگہ دونوں مسئلے لائق ترجیح کے ہیں پہلے کو اس واسطے ترجیح ہے کہ وہ آپ کا فعل ہے اور دوسرا تقریر ہے اور دوسرے کو اس واسطے ترجیح ہے کہ وہ نہایت صبر پر دلالت کرتا ہے پس آپ کا فعل بیان جواز پر محمول ہوگا۔

١٢١٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَآئِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَآئَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ

١٢١٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (جعفر طیار اور ابن حارثہ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں بھیجا تھا) سو جب ان کی شہادت کی خبر آپ کے پاس آئی تو آپ غمگین ہو کر بیٹھے کہ آپ کے چہرے میں غم کا اثر پہچانا جاتا تھا اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھتی تھی سو ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں عورتیں نوحہ کر کے روتی چلاتی ہیں آپ نے اس کو فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر سو اس نے جا کر منع کیا (عورتوں نے نہ مانا) اس نے دوسری بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی کہ

لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِيْ أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

وہ نہیں مانتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر جا اور ان کو منع کر سو اس نے جا کر منع کیا (عورتوں نے پھر بھی نہ مانا) تیسری بار پھر حضرت ﷺ سے آ کر عرض کی کہ یا حضرت! وہ نہیں مانتی ہیں اور ہم پر غالب آ گئی ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے تیسری بار فرمایا کہ جا اور ان کے منہ میں خاک ڈال دے یعنی تا کہ نوحہ گری سے باز آئیں میں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے) کہ اللہ تیرے ناک کو خاک میں ملا دے یعنی تجھ کو خوار کرے کہ تو نے حضرت ﷺ کا کہنا نہیں کیا کہ عورتوں کو نرمی اور تسلی کے ساتھ باز نہیں رکھا اور تو نے آپ کو غم سے خلاص نہیں کیا کہ تین بار آپ کو تصدیعہ (دکھ، تکلیف) دیا اور عورتوں کا نوحہ کرنا آپ سے بیان کیا یعنی اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تھا تو صاف کہنا تھا کہ مجھ سے باز نہیں آتی ہیں تا کہ حضرت ﷺ کسی دوسرے کو بھیجتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں غمناک ہو کر بیٹھنا جائز ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نوحہ گری اور چلا کر رونا حرام ہے کہ آپ نے منع کے واسطے نہایت تاکید کی اور عورتوں پر غصہ کیا اور ان کے عذاب کرنے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ وہ چلا کر روتی تھیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کا رونا نوحہ سے خالی ہو اس لیے کہ اگر ان کا رونا نوحہ سے ہوتا تو آپ کسی دوسرے آدمی کو منع کرنے کے واسطے بھیجتے کہ آپ باطل امر پر قائم نہیں رہتے تھے پس اس صورت میں مباح امر سے منع کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ مبادا رفتہ رفتہ نوحہ گری تک نوبت نہ پہنچے اور حرام فعل میں گرفتار نہ ہو جائیں پس معلوم ہوا کہ اگر کسی امر کے کرنے سے حرمت تک پہنچنے کا خوف ہو تو ایسے مباح فعل سے بھی منع کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماتم پرسی کے واسطے آرام سے بیٹھنا جائز ہے اور یہ کہ عورتوں کو بیگانے مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور یہ کہ جو شخص بغیر سزا فعل سے باز نہ آئے اس کو ادب دینا جائز ہے۔ (فتح الباری)

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ

۱۲۱۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قرآن کے قاری شہید ہوئے تو حضرت ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی سو میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا کہ اس سے زیادہ تر غمگین

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّآءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

ہوئے ہوں۔

فائدہ: حضرت ﷺ نے اہل صفہ میں سے چند اصحاب کو نجد کے کافروں کی طرف بھیجا کہ ان کو قرآن سنائیں اور اسلام کی طرف بلائیں سو جب وہ بئر معونہ میں کہ ایک جگہ کا نام ہے پہنچے تو عامر بن طفیل کہ ایک مشہور کافر تھا بہت کافروں کو جمع کر کے ان کے سر پر آ پہنچا اور اکثر لوگوں کو ان میں سے شہید کر دیا سو حضرت ﷺ نے ایک مہینہ برابر ان کافروں کے حق میں بد دعا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت دل میں غم کرنا جائز ہے وفیہ المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهٗ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ.

مصیبت میں اپنے غم کو نہ ظاہر کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی مصیبت میں اگرچہ غم کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے کہ پہلے باب میں گزر چکا ہے لیکن غم کو نہ ظاہر کرنا بہت افضل ہے کہ وہ نہایت صبر کی دلیل ہے اور اس سے نفس عاجز ہوتا ہے اور ثواب زیادہ ملتا ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّءُ وَالظَّنُّ السَّيِّءُ.

اور محمد بن کعب نے کہا کہ مصیبت کے وقت جزع کرنا اس کو کہتے ہیں کہ بری بات کہے اور بدگمانی کرے یعنی نوحہ گری کرے اور مصیبت کے ثواب سے محروم رہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں برا گمان کرنا منع ہے اور جب بدگمانی منع ہوئی تو نیک ظن کرنا اور ثواب کی امید رکھنا ضروری ہوگا اس میں ترغیب ہے اس بات کی کہ آدمی مصیبت کے وقت صبر کرے اور غم کو ظاہر نہ کرے۔

وَقَالَ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾.

اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ کے پاس۔

فائدہ: یعنی میں اپنا غم صرف اللہ ہی کے پاس ظاہر کرتا ہوں لوگوں کے آگے ظاہر نہیں کرتا کہ وہ بے فائدہ ہے پس معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت غم کو ظاہر کرنا افضل نہیں، وفیہ المطابقة للترجمة.

١٢١٨ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِّأَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا

١٢١٨۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا لڑکا بیمار ہوا اور مر گیا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے (یعنی کہیں گئے ہوئے تھے) سو جب اس کی بیوی (کہ اس کا نام ام سلیم تھا) نے دیکھا کہ لڑکا مر گیا تو اس کا سامان تیار کیا یعنی اس کو غسل اور کفن وغیرہ دے کر تیار کیا اور گھر کی ایک

رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَهُمَا فِي لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

طرف کنارے میں چھپا کر رکھ دیا اور کچھ کھانا تیار کیا یا اپنے بدن کو سنگھار کیا سو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے تو پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس کی جان اب آرام میں ہے یعنی موت کے سبب اس نے بیماری کی تکلیف سے آرام پایا ہے اور میں امید رکھتی ہوں کہ وہ چین میں ہے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہتی ہے کہ ٹھیک لڑکے کو آرام آ گیا ہوگا اور اس کے اشارے کو نہ سمجھے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات کو اس کے ساتھ سوئے یعنی اس سے صحبت کی اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا سو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس کو خبر کی کہ لڑکا مر گیا (اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے ابوطلحہ! اگر ایک قوم دوسری قوم سے کوئی چیز عاریۃً مانگے پھر وہ لوگ اگر اپنی چیز طلب کریں تو دیں یا نہ دیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیگانی چیز دینے میں کچھ عذر نہ چاہیے تب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تمہارا بیٹا مر گیا صبر کرو تا کہ ثواب پاؤ) سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا قصہ آپ سے بیان کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ برکت دے ان دونوں کی رات میں یعنی اللہ تم کو اولاد دے۔ سفیان کہتا ہے کہ انصار کے ایک مرد نے کہا کہ میں نے ان کی اولاد سے نو لڑکے دیکھے کہ سب قرآن کو پڑھے ہوئے تھے۔

فائدہ: ایک روایت میں سات لڑکوں کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ سات نے تو پورا قرآن ختم کیا ہوا تھا اور دو نے پورا ختم نہ کیا تھا نصف یا تہائی وغیرہ تک پڑھا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں افضل یہ ہے کہ غم کو ظاہر نہ کرے اور دل کو مضبوط رکھے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسی مصیبت میں دل کو مضبوط رکھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ مضبوطی پسند آئی وفیه المطابقة للترجمة. اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مشکل عمل کو لینا اور رخصت کو باوجود قدرت کے چھوڑنا جائز ہے اور مصیبت والے کو تسلی دینی چاہیے اور یہ کہ خاوند کے سوا دوسرے

کے سوگ میں عورت کو سنگھار کرنا اور اپنے خاوند سے جماع کرنا جائز ہے اور یہ کہ ماتم کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے اگرچہ مردہ ابھی گھر ہی میں پڑا ہو اور یہ کہ جو شخص کسی چیز کو چھوڑے اللہ اس کو بہتر دیتا ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ صبر کا ثواب اول صدمے کے نزدیک ہے یعنی صبر کا وقت فقط ابتدا مصیبت کا ہے اور اسی صبر پر رحمت اور بخشش کا وعدہ ہے، فظهر المناسبة ايراد اثر عمر رضى الله عنه انه فى هذا المقام۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا خوب ہیں دو چیزیں برابر جو صبر کے بدلے میں ملتی ہیں اور کیا خوب ہے وہ چیز جو اس کے علاوہ ہے یعنی جو اس پر زیادہ ہے ان لوگوں کے واسطے کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے ایسے لوگ انہیں پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر۔

فائدہ: مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو برابر چیزوں سے شاباش اور مہربانی ہیں کہ یہ دونوں درجے میں برابر ہیں جتنا درجہ شاباش کا ہے اتنا ہی مہربانی کا ہے اور مراد علاوہ سے راہ پانا ہے یعنی جو لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں اس کے بدلے ان پر اللہ کی طرف سے شاباش اور مہربانی ہوتی ہے اور علاوہ ان پر انعام الٰہی یہ ہے کہ وہی ہیں راہ پر مگر یہ دو چیزیں برابر اور علاوہ اسی شخص کے حق میں ہے جو ابتدا مصیبت کے وقت صبر کرے جیسا کہ انا للہ...... الخ کہنے کو مصیبت کے وقت کے ساتھ معلق کرنا اس پر دلالت کرتا ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾.

اور اس آیت کی تفسیر کا بیان کہ قوت پکڑو اور مدد چاہو یعنی تمام حاجتوں اور مصیبتوں میں محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہیں پر جن کے دل پگھلے ہیں جن کو خیال ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے اور ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تم صبر کرو اور نماز پڑھو تو تمہاری سب حاجتیں اور مصیبتیں آسان پڑیں حاجت روائی اور مشکل کشائی

کے واسطے یہ عمل بڑا مجرب ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی غم دل میں پیدا ہو تو صبر کرے اور نماز پڑھے وہ کام اس سے جلدی آسان ہو جاتا ہے اور دل کا غم دفع ہو جاتا ہے چنانچہ ابوداؤد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ کو کسی کام سے غم پیدا ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد صبر سے روزہ ہے اور گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس آیت کے لانے سے یہ حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کو اپنے بھائی کی موت کی خبر پہنچی اور وہ سفر میں تھے سو انہوں نے انا للہ الخ پڑھا پھر راہ سے کنارے ہوئے اور سواری کو بٹھایا پھر دو رکعتیں نماز پڑھی اور اس میں بہت دیر تک بیٹھے رہے پھر کھڑے ہوئے اور یہ آیت پڑھنے لگے ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ اخرجه الطبراني في تفسيره باسناد حسن.

۱۲۱۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى.

۱۲۱۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اول صدمہ کے نزدیک ہے یعنی اللہ نے جو صبر پر رحمت اور مہربانی کرنے کا وعدہ فرمایا تو یہ صرف اسی صبر پر ثواب ہے جو ابتدا مصیبت کے وقت ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے البتہ غمناک ہیں یعنی مصیبت کے وقت ایسا کلمہ کہنا جائز ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کرتا ہے یعنی مصیبت میں اس طرح کے کلمے کہنے بھی جائز ہیں۔

۱۲۲۰ ۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيْمُ

۱۲۲۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس آئے اور وہ ابراہیم (ابن رسول اللہ) کی دائی دودھ پلانے والی کا خاوند تھا (اور نام اس دائی کا خولہ تھا) سو آپ نے ابراہیم کو لیا اور اس کو چوما اور سونگھا اور چند روز کے بعد پھر ہم اس کے پاس گئے اور ابراہیم جان کو دیتا تھا یعنی اس کا دم نکلنے کو قریب تھا سو حضرت ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا

يَجُوْدُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ رَوَاهُ مُوْسٰى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت! آپ لوگوں کو صبر کرنا فرماتے ہیں اور آپ روتے ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! یہ رونا رحمت کی نشانی ہے کہ عجز بشری کے مشاہدے سے دل کو رقت ہو جاتی ہے پھر آپ نے اس کے پیچھے یہ کلمہ فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کرتا ہے اور نہیں کہتے ہم مگر وہی جو ہمارے رب کو پسند آئے یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اور صبر کرتے ہیں قسم اللہ کی اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے البتہ غمناک ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں ایسا کلمہ بولنا کہ اے فلاں! ہم تیری جدائی سے غمناک ہیں اور زبان سے اس قدر غم کو ظاہر کرنا مباح اور جائز ہے صبر کے مخالف نہیں وفیہ المطابقة للترجمة. اور نوحہ گری اور چلا کر رونا حرام ہے کما مر غیر مرة اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مصیبت میں آنکھ سے آنسو بہانا اور دل سے غم کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو چومنا اور سونگھنا جائز ہے اور یہ کہ بچے کو بیگانی عورت کا دودھ پلانا جائز ہے اور یہ کہ لڑکے کی بیمار پرسی کو جانا درست ہے اور یہ کہ جس کا قول اور فعل آپس میں مخالف ہو اس پر اعتراض کرنا درست ہے اور یہ کہ ایک کو خطاب کرنا اور دوسرے کو مراد رکھنا جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے ابراہیم کو خطاب کیا اور حاضرین کو مراد رکھا کہ ابراہیم کم عمری کے سبب سے قابل خطاب نہ تھے اور یہ کہ مردے کو چومنا جائز ہے اور یہ مسئلہ اس حدیث سے اگرچہ صریحًا ثابت نہیں ہوتا لیکن اور حدیثوں سے ثابت ہے۔

بَابُ الْبُكَآءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ.

بیمار کے پاس رونے کا بیان یعنی جائز ہے جب کہ کوئی خوفناک علامت ظاہر ہو۔

١٢٢١ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

١٢٢١۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک بیماری سے بیمار ہوئے سو حضرت ﷺ اس کی خبر پوچھنے کو آئے اور حضرت ﷺ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن

شَكْوٰى لَهُ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِيْ غَاشِيَةِ أَهْلِهِ فَقَالَ قَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهٖ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ.

مسعود رضی اللہ عنہ تھے سو جب آپ اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس کو گھر والوں نے گھیرا ہوا ہے جیسا کہ جان نکلنے کے وقت گھیرتے ہیں اور یا غش میں بے ہوش پڑا ہے سو پوچھا کہ کیا یہ مرگیا؟ لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! مرا نہیں، ابھی زندہ ہے لیکن بے ہوش ہے تو حضرت ﷺ روئے اور لوگ بھی آپ کا رونا دیکھ کر روئے پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں سنتے ہو کہ البتہ اللہ آنکھ کے آنسو سے اور دل کے غم سے عذاب نہیں کرتا لیکن عذاب تو اس کے سبب سے ہے یعنی زبان سے کرتا ہے یا رحم کرتا ہے یعنی ثواب یا عذاب سب زبان کے فعل پر موقوف ہے اگر صبر کیا اور انا اللہ الخ پڑھا تو ثواب ہے اور اگر نوحہ کیا تو عذاب ہے اور مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے میں لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر پھینکتے تھے اور رونے والے پر خاک ڈالتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار کے پاس رونا جائز ہے کہ حضرت ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس روئے، وفیه المطابقة للترجمة. اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار کو پوچھنا مستحب ہے اور یہ کہ فاضل کو مفضول کی عیادت کرنا اور امام کو اپنے تابعداروں کی عیادت کرنا مستحب ہے اور یہ کہ برے کام سے روکنا چاہیے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ النَّوْحِ وَالْبُكَآءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ.

نوحہ گری کرنا اور چلا کر رونا منع ہے اور اس سے سخت نہی آ چکی ہے۔

۱۲۲۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَآءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ

۱۲۲۲۔ ترجمہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا باب من جلس عند المصيبة میں اوپر گزر چکا ہے۔

فِیْهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَآئَهُنَّ فَأَمَرَهُ بِأَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتٰی فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتٰی فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِیْ أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِیْ أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَآءِ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں نوحہ کرنا اور چلا کر رونا حرام اور ناجائز ہے کہ حضرت ﷺ نے عورتوں کو بیشک منع کیا اور ان کے عذاب کرنے کا حکم دیا، وفیه المطابقة للترجمة.

۱۲۲۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمِّ سُلَيْمٍ وَأُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ أَبِیْ سَبْرَةَ امْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ أَوِ ابْنَةِ أَبِیْ سَبْرَةَ وَامْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٍ أُخْرٰی.

۱۲۲۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم نے حضرت ﷺ سے اسلام کی بیعت کی اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں تو آپ نے ہم سے بیعت میں یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ کر کے نہ رویا کریں سو ہم میں سے پانچ عورتوں کے سوا کسی نے اس عہد کو پورا نہیں کیا وہ پانچ یہ ہیں ایک ام سلیم دوسری ام العلاء تیسری ابو سبرہ کی بیٹی اور دو عورتیں اور یا یوں کہا کہ تیسری ابو سبرہ کی بیٹی اور چوتھی معاذ کی بیوی اور پانچویں کوئی اور عورت یعنی ام عطیہ (یہ راوی کا شک ہے)۔

فائدہ: یعنی جن عورتوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ﷺ سے بیعت کی تھی ان میں سے فقط ان پانچ عورتوں نے اپنے عہد کو پورا کیا یہ معنی نہیں کہ ان پانچ کے سوا کسی عورت نے نوحہ گری نہیں چھوڑی تھی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کر کے رونا حرام ہے وفیه المطابقة للترجمة وسیاتی الکلام علیه فی کتاب التفسیر.

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ. جنازے کے واسطے کھڑے ہونے کا بیان یعنی اگر جنازے کو دیکھے تو اس کے واسطے اٹھ کھڑا ہو یا نہیں۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے ایک جماعت علماء سلف اور خلف کی اس کی قائل ہیں کہ جب کوئی شخص جنازے کو دیکھے تو اس کے واسطے اٹھ کھڑا ہو اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ کا ان کے نزدیک یہ حکم منسوخ نہیں اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ اول یہ حکم تھا پھر حضرت ﷺ نے موقوف کیا جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ابتداء اسلام میں جنازے کے واسطے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے یعنی اس کے واسطے کھڑا ہونا موقوف کیا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا۔

١٢٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوْضَعَ.

۱۲۲۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو یہاں تک کہ تم سے آگے بڑھ جائے یا زمین پر رکھا جائے۔

فائدہ: یہ حکم اس کے واسطے ہے جو جنازے کے ساتھ نہ ہو کہیں بیٹھا ہو اور جنازے پاس سے نکلے اور جو شخص کہ جنازے کے ساتھ چلا جاتا ہو یا وہاں حاضر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ نہ بیٹھے جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے کما سیاتی فی باب سفر اور جو شخص سوار ہو تو وہ کھڑا ہو جائے کہ اس کا کھڑا ہونا بجائے قیام کے ہے۔

بَابُ مَتٰى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ. جب جنازے کے واسطے کھڑا ہو تو کب بیٹھے۔

فائدہ: ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو کہیں بیٹھا ہو اور پاس سے جنازہ نکلے لیکن احتمال ہے کہ مراد کھڑے ہونے والے سے عام ہو یعنی خواہ جنازہ اس پر گزرے یا وہ جنازے کے ساتھ جا رہا ہو اور دونوں کا حکم حدیثوں سے ثابت ہے۔

١٢٢٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

۱۲۲۵۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جنازہ دیکھے سو اگر اس کے ساتھ جانے والا

عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

نہ ہوتو چاہیے کہ اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ اس کو پیٹھ پیچھے چھوڑے یا جنازہ اس سے آگے بڑھ جائے (یہ راوی کا شک ہے) یا جنازہ زمین پر رکھا جائے آگے بڑھنے سے پہلے یعنی اگر جنازہ آگے بڑھ جائے زمین پر رکھا جائے اور وہ خود وہاں موجود ہوتو بعد اس کے کھڑے رہنے کی کوئی حاجت نہیں بیٹھ جائے۔

١٢٢٦ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوضَعَ.

١٢٢٦۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو اور جو اس کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جانے والا نہ ہو اس کو جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے وفيه المطابقة للترجمة اور ایک روایت میں ہے کہ جو جنازے کی نماز پڑھے اور اس کے ساتھ نہ جائے تو چاہیے کہ کھڑا رہے یہاں تک کہ جنازہ آگے بڑھ جائے اور اگر اس کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے اور یہ حدیث زیادہ صریح ہے پہلی حدیث سے۔

بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتّٰى تُوضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ.

جو شخص جنازے کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ مردوں کے کندھوں سے نیچے رکھا جائے اور اگر کوئی اس سے پہلے بیٹھ جائے تو حکم کیا جائے ساتھ کھڑے ہونے کے یعنی بیٹھ جانے سے قیام فوت نہیں ہوتا اگر جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جائے تو اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ فقہاء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے اکثر صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ جب تک لوگ جنازے کو کندھوں پر اٹھائے رہیں تب تک مستحب ہے کہ ہر آدمی کھڑا رہے کہ اس میں ثواب ہے اور اگر بیٹھ جائے تو گناہ نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی اور احمد اور محمد بن حسن کا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کھڑے رہنے والے کو جنازہ اٹھانے والے کے برابر ثواب ہے اور شعبی اور نخعی کہتے ہیں کہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور بعض علماء سلف کا یہ قول ہے کہ کھڑے رہنا واجب ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث

ہے جونسائی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھے ہوں۔

١٢٢٧ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ فَجَآءَ أَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ.

١٢٢٧۔ حضرت سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے میں تھے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے جنازہ رکھنے سے پہلے پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کھڑا ہو سو قسم اللہ کی کہ البتہ اسکو یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا یعنی آپ نے ٹھیک منع فرمایا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جائے تو پھر اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے وفیه المطابقة للجزء الثانی من الترجمة لیکن شارحین کہتے ہیں کہ اس باب کا حذف کرنا اولیٰ ہے کہ پہلا باب اس مسئلے کو شامل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ.

یہودی کے جنازے کے واسطے کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ: مراد اس سے کافر ذمی ہے خواہ یہودی ہو خواہ کوئی اور ہو۔

١٢٢٨ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

١٢٢٨۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک جنازہ ہمارے پاس سے گزرا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے واسطے کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہوئے سو ہم نے عرض کی کہ یا حضرت! یہ یہودی کا جنازہ ہے سو فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو۔

فائدہ: مسلم وغیرہ کی حدیث میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ موت ڈرنے کی چیز ہے اور خوف کی جگہ ہے انسان کو لازم ہے کہ اس کو دیکھ کر ڈر جائے اور خوف سے اٹھ کھڑا ہو اور غفلت میں غرق نہ رہے کہ وہ موت سے بے پروائی ہے اور کاہلی کا باعث ہے اسی واسطے حکم ہے کہ ہر میت کے واسطے کھڑا ہو خواہ مسلمان کی میت ہو خواہ کافر کی اور ایک روایت

میں آیا ہے کہ یہ کھڑا ہونا فرشتوں کی تعظیم کے واسطے ہے جو میت کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ قیام اس کی تعظیم کے واسطے ہیں جو روح کو قبض کرتا ہے یعنی اس میں اللہ کی تعظیم ہے سو یہ اسباب آپس میں ایک دوسرے کے معارض نہیں اس لیے کہ موت سے گھبرا کر کھڑے ہونے میں اللہ کے حکم کی بھی تعظیم ہے اور فرشتوں کی بھی تعظیم ہے تو گویا کہ موت کے واسطے کھڑا ہونا اللہ کی تعظیم اور فرشتوں کی تعظیم کو مستلزم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قیام ان سب کے واسطے ہو پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

۱۲۲۹ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا وَقَالَ أَبُوْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى كَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَيْسٌ يَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

۱۲۲۹۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے کوفے سے پندرہ میل کے فاصلہ پر) میں بیٹھے تھے سو لوگ جنازہ لے کر ان کے پاس نکلے سو وہ دونوں کھڑے ہوئے سو ان کو کہا گیا کہ یہ جنازہ اہل ذمہ کا یعنی ذمی کافر کا ہے سو ان دونوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ نکلا تو آپ اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو کسی نے آپ سے کہا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا کہ کیا وہ جان نہیں کہ اس کے مرنے سے عبرت پکڑی جائے اور نیز ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ میں سہل اور قیس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہوں نے کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پھر وہی حدیث بیان کی اور نیز ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور قیس رضی اللہ عنہ جنازے کے واسطے کھڑے ہوتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ آدمی ہر جنازے کے واسطے کھڑا ہو خواہ مسلمان کا جنازہ ہو اور خواہ کافر کا ہو اور اصل اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا واجب نہیں کہتے ہیں کہ بیٹھنا مجھ کو بہت پسند ہے کھڑے ہونے سے ان کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے ساتھ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے جو اوپر گزری اور بعض کہتے ہیں کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا مستحب ہے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے اس پر کہ کھڑے ہونے کا حکم استحباب پر محمول ہے نہ وجوب پر اور باوجود اس تطبیق کے دعویٰ نسخ جائز نہیں اور یہی ہے قول ابن حزم ظاہری کا اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور جب تک تطبیق ممکن ہو دعویٰ نسخ جائز نہیں

اور ظاہر مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا مکروہ ہے اور ابن حبیب اور ابن ماجشون مالکی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان جواز پر محمول ہے یعنی اگر جنازے کے واسطے کھڑا ہو تو ثواب ہے اور اگر بیٹھا رہے تو جائز ہے مگر ثواب نہیں یہ قول بھی ثانی قول کے موافق ہے۔

بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَآءِ.

جنازے کو فقط مرد اٹھائیں عورتیں نہ اٹھائیں کہ ان کو منع ہے۔

فائدہ: عورتوں کو جنازہ اٹھانا اس واسطے منع ہے کہ ان میں صبر کم ہے اور نیز اس میں ان کے ستر کھل جانے کا خوف ہے کہ جنازے کو جلد لے جانے کا حکم ہے کما سیأتی اور نیز اس سے مردوں کے ساتھ اختلاط لازم آتا ہے اور وہ باعث فتنے کا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اس مسئلے پر سب علماء کا اتفاق ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں یعنی عورتوں کو جنازہ اٹھانا منع ہے فقط مرد ہی اس کو اٹھائیں۔

١٢٣٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ.

۱۲۳۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جاتا ہے یعنی بعد غسل اور کفن کے اور اس کو لوگ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ اے خرابی تم کدھر اس کو لے جاتے ہو ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے سوائے آدمی کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور غش کھا کر بیہوش ہو جائے۔

فائدہ: مسئلہ باب کا اس حدیث سے صریحاً معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کیا ہے طرف اس حدیث کے جو ابو یعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے سو آپ نے عورتوں کو دیکھا فرمایا کہ کیا تم اس کو اٹھاؤ گی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں پھر فرمایا کہ کیا تم اس کو دفن کرو گی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ پلٹ جاؤ کہ تم کو ثواب نہیں ہے اور یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ عورتوں کو جنازہ اٹھانا منع ہے لیکن شاید یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے اس واسطے اس کو نقل نہیں کیا واللہ اعلم۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ مجھ کو کہاں لے جاتے ہو تو یہ اس واسطے ہے کہ نیک آدمی کو ثواب نمود اور ظاہر ہوتا ہے اور اس کی

طرف مشتاق ہوتا ہے اور بد آدمی قبر کے عذاب سے گھبراتا ہے۔

بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ. جنازے کو جلد لے جانے کا بیان۔

فائدہ: یعنی جب لوگ جنازے کو اٹھائیں تو مستحب ہے کہ اس کو جلدی لے جائیں، سب علماء کا اتفاق ہے لیکن مراد جلد چلنے سے روز مرہ کی معمولی عادت سے زیادہ چلنا ہے دوڑنا مراد نہیں کہ اس سے اٹھانے والوں کو تکلیف ہو یا مردے کے واسطے کوئی مفسدہ پیدا ہو کہ ایسا دوڑنا مکروہ ہے اور وہ جو بعض لوگوں سے مروی ہے کہ جنازے کو جلد لے جانا مکروہ ہے تو اس سے بھی دوڑنا مراد ہے عادی چال سے زیادہ چلنا مراد نہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کما مر اور ابن حزم نے کہا کہ جنازے کو جلد لے جانا واجب ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کے ساتھ جانے والے ہو سو چلو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اور اس کے دائیں اور اس کے بائیں یعنی چلنے کے واسطے جنازے کے کوئی طرف خاص لازم نہیں خواہ آگے چلے خواہ پیچھے چلے خواہ دائیں چلے خواہ بائیں چلے ہر طور سے جائز ہے۔

فائدہ: جلدی چلنا غالبًا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ کسی خاص طرف کو لازم نہ پکڑے اور پس و پیش وغیرہ میں پھرنا بھی اسی وقت ہوتا ہے جب کہ جلدی کرے اور لپٹ کر چلے تو جلدی چلنا اور کسی خاص طرف کو لازم نہ کرنا اکثر اوقات ایک جگہ متفق ہوتے ہیں، وفیه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيْبًا مِّنْهَا. اور کسی اور نے کہا کہ جنازے کے پاس پاس چلے۔

فائدہ: غرض پاس پاس چلنے سے یہ ہے کہ اٹھانے والوں کو مدد دے اور مدد دینا غالبًا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ جلدی چلنا مقصود ہو تو یہ دونوں اکثر اوقات آپس میں جمع ہوتے ہیں، وفیه المطابقة للترجمة.

١٢٣١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا وَإِنْ يَّكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ

١٢٣١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلد لے جایا کرو جنازے کو اس واسطے کہ اگر مردہ نیک ہے تو اس کو تم نے بہتری سے نزدیک کر دیا یعنی جلدی قبر میں پہنچ کر ثواب پائے گا اور اگر مردہ نیک نہیں تو تم نے اپنی گردنوں سے شر کو اتارا۔

تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن اور دفن میں جلدی کرنی مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن یہ بعد اس کے ہے جب کہ اس کا مرجانا ثابت ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِيْ.

مردے کا چار پائی پر یہ کہنا کہ مجھ کو آگے لے چلو۔

فائدہ: یعنی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مردے کو بغیر اعادہ روح کے بولنے اور کلام کرنے کی قوت دے اور جب چاہے اس سے کلام کرائے اس کے واسطے میت میں دوبارہ روح ڈالنے کی کوئی حاجت نہیں اور ابن بطال نے کہا کہ یہ کلام روح کی ہے جسم کی نہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت روح کو لوٹایا جاتا ہے لیکن یہ امر کتاب اور سنت سے ثابت نہیں اور اس باب کو پہلے باب سے یہ مناسبت ہے کہ یہ جلدی چلنے کے سبب پر مشتمل ہے۔

١٢٣٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

١٢٣٢۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جائے اور لوگ اس کو مونڈھوں پر اٹھائیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے اے خرابی! تم مجھ کو کہاں لے جاتے ہو ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے سوائے آدمی کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور غش میں بے ہوش ہو جائے۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کا یہ کہنا زبان قال سے ہے زبان حال سے نہیں یعنی مردہ حقیقتاً زبان سے کلام کرتا ہے یہ نہیں کہ اس کا حال اس پر دلالت کرے اور مردہ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر ہو دونوں کی آواز سے غش آجاتا ہے کافر کی آواز سے تو اس واسطے کہ اس کی آواز نہایت خوفناک ہوتی ہے اور مسلمان کی آواز سے اس واسطے کہ اس کی آواز عادی آواز کے مخالف ہوتی ہے کبھی سنی ہوئی نہیں ہوتی ہے اور قبر کے سوال کی حدیث میں آیا ہے کہ فرشتہ مردے کو گرز مارتا ہے کہ اس کے تحت وہ چیخ مارتا ہے ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی اور جن نہیں سنتے ہیں سو اس حدیث میں جن اور آدمی دونوں مستثنیٰ ہیں اور پہلی حدیث میں فقط انسان مستثنیٰ ہیں حالانکہ جامع دونوں کے درمیان میت ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ میت کی کلام سے صرف آدمی ہی بے ہوش ہوتا ہے کہ اس نے ایسی کلام

آگے کبھی سنی ہوئی نہیں ہوتی ہے بخلاف جنوں کے کہ انہوں نے ایسی کلام غیر مالوف (غیر مانوس) آگے بھی سنی ہوتی ہے اور جو چیخ کہ آدمی قبر میں مارتا ہے وہ کبھی کسی نے سنی نہیں ہوتی نہ انسان نے اور نہ جنوں نے کہ اس کا سبب عذاب الٰہی کا ہے پس اس میں جن اور آدمی شریک ہیں۔

بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ.

جنازے کی نماز میں امام کے پیچھے دو یا تین صفیں باندھنے کا بیان یعنی جنازے کی نماز میں لوگ امام کے پیچھے دو صفیں باندھیں یا تین صفیں باندھیں اس سے زیادہ نہ باندھیں۔

۱۲۳۳ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ أَوِ الثَّالِثِ.

۱۲۳۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی (بادشاہ حبشہ) پر جنازے کی نماز پڑھی سو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کا دوسری یا تیسری صف میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ آخری صف میں تھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ثابت نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ (ہم آپ کے پیچھے) کھڑے ہوئے اور دو صفیں باندھیں پس اس سے معلوم ہوا کہ جس نے جابر رضی اللہ عنہ سے دوسری یا تیسری صف میں شک کے ساتھ روایت کی ہے اس کو اس بات میں شک ہوا ہے کہ کیا وہاں تیسری صف بھی تھی یا نہیں پس ثابت ہوا کہ جنازے کی آخری صف دوسری یا تیسری تھی، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز میں صفیں باندھنے کا بیان۔

فائدہ: پہلے باب میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ پہلے میں تیسری صف کا یقین نہیں شک تھا کما مر اور اس میں یقین ہے اور ابن بطال نے کہا کہ اس میں رد ہے عطاء پر کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز پنجگانہ کی طرح جنازے میں صفوں کا برابر کرنا مشروع نہیں بلکہ تکبیریں کہنا اور استغفار کرنا کافی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں صفوں کو جمع کے صیغہ سے بیان کیا تو یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو ابوداؤد وغیرہ نے مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس مردے پر تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے واسطے بہشت واجب ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں تین صفیں کرنا مستحب ہے اور طبری نے کہا کہ اگر میت کے سڑ جانے اور متغیر ہونے کا خوف نہ ہو تو اس کے وارثوں کو لائق ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کریں جن سے کہ تین صفیں قائم ہو سکیں واسطے دلیل اس حدیث کے۔

۱۲۳٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

۱۲۳۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نجاشی کے مرنے کی خبر دی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں سو آپ نے چار تکبیریں کہیں (پھر سلام پھیری)۔

فائدہ: ملک حبش کا بادشاہ نجاشی نامی نصرانی مذہب تھا اور انجیل کا عالم تھا مسلمانوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کر کے قرآن سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے دیکھے ایمان لایا تھا مسلمانوں کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتا تھا جس دن وہ حبش میں مر گیا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں اس کے مرنے کی خبر دی پھر عیدگاہ میں لوگوں سے صف باندھ کر اس کا جنازہ پڑھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں صفیں باندھنی جائز ہیں اس لیے کہ جب غائب مردے کے جنازے پر صفوں کا باندھنا جائز ہے تو حاضر مردے کے جنازے پر بطریق اولیٰ جائز ہوگا چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

غائبان راچون نواله مے دهند حاضران از غائبان لاشك به آند

وفيه المطابقة للترجمة.

۱۲۳٥ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

۱۲۳۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اکیلی قبر پر آئے یا ایک لڑکے کی قبر پر آئے تو آپ نے اصحاب کو کئی صفیں بنایا اور چار تکبیریں کہیں (پھر سلام پھیرا)۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۲۳٦ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ

۱۲۳۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک نیک مرد کا انتقال ہوا سو آؤ اور اس پر نماز پڑھو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے کئی صفیں باندھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور ہم آپ کے پیچھے صفیں باندھے تھے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں صفوں کا باندھنا جائز اور مشروع ہے بلکہ مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں صفوں کے متعدد ہونے کو تاثیر ہے اگرچہ لوگ کثرت سے ہوں یعنی جو ثواب کہ صفوں کے متعدد ہونے میں ہے فقط لوگوں کی کثرت میں وہ ثواب حاصل نہیں خواہ لوگ کتنی ہی کثرت سے جمع ہوں پھر بھی صفوں کو متعدد بنائے فقط ایک صف پر کفایت نہ کرے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ اس جنازے میں حضرت ﷺ کے ساتھ بہت لوگ کثرت سے نکلے تھے اور میدان میں حضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی اور سب لوگوں کا فقط ایک ہی صف باندھ کر نماز پڑھنا بھی ممکن تھا کہ میدان بہت فراخ تھا تنگ نہیں تھا پھر باوجود اس کے جب آپ نے لوگوں کو کئی صفیں بنایا تو معلوم ہوا کہ صفوں کے متعدد ہونے کو تاثیر ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی نے بھی اس سے یہی سمجھا سو وہ لوگوں کو جنازے پر تین صفیں بنایا کرتے تھے خواہ لوگ تھوڑے ہوتے خواہ بہت ہوتے اور اگر لوگ تھوڑے ہوں اور صفیں متعدد ہوں اور یا لوگ بہت ہوں اور صف فقط ایک ہی ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ دونوں سے کون افضل ہے اور کہا کہ نجاشی کے قصے میں ایک نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے اس لیے کہ جس دن نجاشی حبشے میں مرا اسی دن حضرت ﷺ نے اس کی موت کی خبر دی اس کے باوجود کہ مدینے اور حبشے کے درمیان بہت دور دراز کا فاصلہ ہے اور کہا کہ حنفیہ اور مالکیہ نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز نہیں لیکن ابو یوسف نے کہا کہ اگر کوئی مسجد فقط جنازے کے واسطے تیار کی گئی ہو تو اس میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے سو امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث میں منع پر دلیل نہیں اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک منع فقط مردے کو مسجد میں داخل کرنا ہے مسجد میں جنازہ پڑھنا منع نہیں یہاں تک کہ اگر میت مسجد سے باہر ہو اور مسجد کے اندر جنازہ پڑھیں تو یہ ان کے نزدیک جائز ہے اور ابن بزیزہ وغیرہ نے کہا کہ اس سے منع پر استدلال کرنا باطل ہے اس لیے کہ اس میں نہی کا صیغہ واقع نہیں ہوا اور نیز احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کسی اور سبب سے میدان میں گئے ہوں نہ منع ہونے کے سبب سے خاص کر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے سہیل کا جنازہ مسجد میں پڑھا پس ایک امر محتمل کے واسطے اس صریح حدیث کو چھوڑنا کیسے جائز ہوگا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ﷺ میدان کی طرف اس واسطے نکلے تھے کہ جنازے میں بہت لوگ جمع ہو جائیں اور سب کو معلوم ہو جائے کہ نجاشی اسلام پر مرا اس لیے کہ بعض لوگوں نے اس کو اسلام پر نہیں پایا تھا پھر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غائب مردے کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یعنی اگر مردہ کسی شہر میں ہو اور اس کا جنازہ کسی دوسرے

شہر میں پڑھا جائے تو جائز ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء سلف کا یہاں تک کہ ابن حزم نے کہا کہ کسی صحابی سے اس کی نہی ثابت نہیں ہوئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنازہ پڑھنا میت کے واسطے دعا ہے اور جب مردہ کفن میں لپیٹا ہوا ہو تو اس پر نماز پڑھی جاتی ہے اور جب کہ وہ غائب ہو یا قبر میں ہو تو اس صورت میں اس کے واسطے دعا کرنی کیونکر جائز نہیں حالانکہ کفن میں لپیٹا ہوا اور غائب دونوں برابر ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غائب مردے کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ غائب جس دن مرے اگر اسی دن یا اس سے دو چار دن پیچھے اس کا جنازہ پڑھا جائے تو درست ہے اور اگر مرے کو بہت مدت گزر گئی ہو تو درست نہیں حکایت کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے اور ابن حبان نے کہا کہ اگر غائب کا مردہ قبلے کی طرف ہو تو اس کا جنازہ جائز ہے اور اگر قبلے کے سوا کسی اور طرف ہو تو درست نہیں محبّ طبری نے کہا کہ اس کے سوا کسی نے ایسا نہیں کہا اور دلیل اس کی نجاشی کی حدیث ہے پھر کہا کہ حنفیہ وغیرہ جو غائب کے جنازے کو درست نہیں کہتے تو وہ اس حدیث نجاشی کی کئی تاویلیں کرتے ہیں پہلی تاویل ان کی یہ ہے کہ حبشے میں نجاشی کا جنازہ بالکل کسی نے نہیں پڑھا تھا سو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا اس واسطے آپ نے اس کا جنازہ پڑھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی کہ حبشے میں کسی نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور دوسری تاویل حنفیہ وغیرہ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے اس کو اپنے سامنے دیکھ لیا تھا سو یہ نماز غائب مردے پر نہ ہوئی بلکہ حاضر اور موجود پر ہوئی جس کو کہ امام دیکھے اور مقتدی نہ دیکھ سکیں اور یہ بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ فقط امام کا دیکھنا بالاتفاق کافی ہے خواہ مقتدیوں کو جنازہ نظر آئے خواہ نہ آئے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ ابن دقیق نے دیا کہ یہ محض احتمال سے ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور بعض احتمال سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور واقدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں اور نیز واقدی اکذب الناس ہے اس کی نقل کا کچھ اعتبار نہیں اور تیسری تاویل ان کی یہ ہے کہ یہ نماز پڑھنا آپ کا نجاشی کے ساتھ خاص تھا اس لیے کہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے نجاشی کے سوا اور کسی کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہے اور یہ حدیث بوجہ تعدد طرق کے قوت پا جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا اور یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن پہلی روایت کی تقویت کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا نجاشی کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ آپ نے اور بھی کئی اصحاب کا جنازہ بھی غائبانہ پڑھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب جنگ اور لڑائیوں میں فوت ہوئے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصحاب کے سوا اور کسی کا جنازہ غائبانہ نہیں پڑھا اگر جائز ہوتا تو آپ سب کا جنازہ پڑھتے سو

جواب اس کا یہ ہے کہ غائب کا جنازہ پڑھنا جائز ہے واجب نہیں اور جواز ہر غائب کے جنازے کو مستلزم نہیں پس آپ کا بعض یا اکثر غائبوں کے جنازے کو ترک کرنا اس کے منافی نہیں ہوگا پس یہ دلیل عدم وجوب کی ہے نہ عدم جواز کی اور جواز کے واسطے ایک یا دو بار کرنا کافی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر اس تخصیص کا دروازہ کھولا جائے تو ظاہر شرع کے بہت احکام بیکار ہو جائیں گے اور اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ کہتے ہیں تو بے شک منقول ہوتا اور کرمانی نے کہا کہ حجاب کا اٹھا دینا ممنوع ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس کا جنازہ اصحاب سے تو بے شک غائب تھا پس جواز کے واسطے یہی دلیل کافی ہے اور جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں ان سب کا اتفاق ہے اس پر کہ فرض کفایہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے مگر ابن قطان سے روایت ہے کہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

بَابُ صُفُوْفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْجَنَآئِزِ.

جنازے کی نماز میں نابالغ لڑکوں کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے۔

۱۲۳۷۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

۱۲۳۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے کہ اس میں رات کو مردہ دفن کیا گیا تھا پس فرمایا کہ یہ کب کا دفن ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آج رات کو دفن ہوا ہے فرمایا کہ تم نے مجھ کو کیوں نہیں خبر کی؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم نے اس کو اندھیری رات میں دفن کیا تھا سو ہم نے ناخوش جانا کہ آپ کو جگائیں اور تکلیف پہنچائیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی ان میں تھا سو آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے میں نابالغ لڑکے کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مردوں کی صف میں کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نابالغ تھے، کما تقدم وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز کے طریقے کا بیان۔

فائدہ: طریقہ عام ہے واجب اور مستحب دونوں کو شامل ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کئی حدیثوں اور آثار کو نقل کیا ہے خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جنازے کی نماز محض دعا نہیں بلکہ جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے

اور جو چیزیں اور نمازوں میں شرط ہیں وہ جنازے کی نماز میں بھی شرط ہیں پس اور نمازوں کی طرح بغیر طہارت کے وہ بھی جائز نہیں لیکن اس میں رکوع اور سجود نہیں کہ اس میں میت کی عبادت کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ فَسَمَّاهَا صَلَاةً.

اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو جنازے کی نماز پڑھے تو اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی پر نماز پڑھو اور فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو سو آپ نے اس کا نام نماز رکھا۔

فائدہ: یعنی آپ نے ان حدیثوں میں جنازے کو نماز فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کے واسطے دعا مانگو پس جو حکم اور نمازوں کا ہے وہی اس کا ہے۔

لَيْسَ فِيهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ وَّلَا يُتَكَلَّمُ فِيهَا وَفِيهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ.

یعنی جنازے کی نماز میں نہ رکوع ہے اور نہ سجود اور نہ اس میں کلام کی جائے اور اس میں تکبیر بھی ہے اور سلام بھی ہے یعنی جو چیز نماز میں شرط ہے وہی جنازے میں شرط ہے لیکن اس میں رکوع سجود نہیں اور جیسے نماز میں کلام کرنی منع ہے ویسے ہی جنازے میں بھی کلام کرنی منع ہے۔

فائدہ: یہ احکام سب نماز کے ساتھ خاص ہیں اور جب ان کو جنازے کے واسطے ثابت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کا حکم بھی اور نمازوں کی طرح ہے کچھ فرق نہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا وَّلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر وضو سے اور نماز نہیں پڑھتے تھے سورج نکلتے اور نہ سورج ڈوبتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے یعنی تکبیر کے وقت۔

فائدہ: اصل یہ روایت اس طور سے ہے کہ سعید بن منصور نے نافع سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صبح کی نماز یا عصر کی نماز کے بعد جنازہ پڑھنے کا حکم پوچھتا تو کہتے کہ اگر ان کو وقت مختار میں پڑھے تو بعد ان کے جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے پس یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ اگر فجر اور عصر کی نماز مکروہ وقت میں پڑھی جائے تو بعد ان کے جنازہ پڑھنا درست نہیں اور موطا کی ایک روایت میں یہ معنی صریح آ چکا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بعدیت خاص ہے عام نہیں یعنی اگر عین سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھے تو منع ہے اور اگر فجر یا عصر کی نماز کے بعد سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے نماز پڑھے تو منع نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت جنازے کی نماز کو مکروہ رکھتے تھے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور

اوزاعی اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور کوفے والوں کا اور یہ جو کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنازے کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب رفع الیدین میں اس کو روایت کیا ہے اور طبرانی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی آ چکی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے لیکن حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ صرف پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے اور کسی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے اور سند اس کی یہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور دار قطنی میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ پھر نہیں اٹھاتے تھے لیکن اس کی صحت اور ضعف کا کچھ حال معلوم نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلَى جَنَآئِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ لِفَرَآئِضِهِمْ.

اور حسن بصری نے کہا کہ میں نے لوگوں کو پایا یعنی صحابہ اور تابعین کو اور ان میں زیادہ تر لائق امامت جنازے کے وہ شخص تھا جس کو فرضوں کی امامت کے واسطے پسند کرتے تھے۔

فائدہ: اس مسئلے میں اختلاف ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ قول ہے کہ جو شخص فرضوں کی امامت کرے وہی جنازے کی امامت کا حق دار ہے اور یہی قول ہے قاسم اور سالم اور طاؤس کا کہ ان کے نزدیک محلے کا امام سب پر مقدم ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سب لوگوں میں زیادہ تر حق دار جنازے کی امامت کا باپ ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پھر بیٹا ہے اور علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ حاکم اور والی سب پر مقدم ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق کا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ولی میت کا حاکم سے زیادہ حق دار ہے۔

وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَآءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

اور اگر عید کی نماز یا جنازے کی نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے واسطے پانی طلب کرے اور تیمم نہ کرے

فائدہ: حسن بصری سے اس مسئلے میں مختلف روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں تو یہ ہے کہ جنازے کی نماز وضو سے پڑھے تیمم نہ کرے جیسا کہ ابھی گزرا اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اگر جنازے کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور یہی قول ہے عطاء اور سالم اور زہری اور نخعی اور ربیعہ اور لیث اور اہل کوفہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہتے ہیں کہ اگر جنازے کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ولی میت کو تیمم کرنا جائز نہیں اور دوسروں کو جائز ہے اور اگر ولی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے جنازہ پڑھے تیمم نہ کرے اور اس باب میں ایک حدیث بھی آ چکی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

وَإِذَا انْتَهٰى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ.

اور اگر کوئی شخص جنازے میں پہنچے اور لوگ نماز میں کھڑے ہوئے ہوں تو تکبیر کہہ کر ان کے ساتھ نماز میں مل جائے جیسا کہ مسبوق مل جاتا ہے اور باقی تکبیروں کو نماز کے بعد کہے جنازہ اٹھانے سے پہلے۔

فائدہ: یہ قول حسن بصری کا ہے اور بعض مالکیہ اس کے مخالف ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا.

اور ابن مسیب نے کہا کہ جنازے کی نماز میں چار تکبیریں کہے خواہ رات ہو اور خواہ دن ہو اور خواہ سفر میں ہو یا حضر میں یعنی اختلاف اوقات کی وجہ سے ان میں اختلاف نہیں جیسا کہ مطلق نماز کے ارکان میں اختلاف نہیں، وسيأتي بيانه مبسوطا.

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تکبیر شروع نماز کی ہے جس کے ساتھ آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی جنازہ کی نماز میں اصل تین تکبیریں ہیں اور چوتھی تکبیر شروع نماز کی ہے تو گویا وہ شمار میں نہیں۔

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾.

اور اللہ نے فرمایا کہ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی۔

فائدہ: یعنی اللہ نے اس آیت میں جنازے کا نام نماز کہا ہے کہ فرمایا نماز نہ پڑھ پس معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کا حکم بھی اور نمازوں کی طرح ہے۔

وَفِيْهِ صُفُوْفٌ وَّإِمَامٌ.

اور جنازے کی نماز میں صفیں ہیں اور امام بھی ہے۔

فائدہ: یعنی اور نمازوں کی طرح اس میں بھی امامت کرنا اور صفیں باندھنا ثابت ہے اور جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے۔

١٢٣٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ

١٢٣٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اکیلی قبر پر گزرے سو آپ ہمارے امام بنے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور نماز پڑھی۔

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

فائدہ: حاصل اس باب کا یہ ہے کہ جنازے کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح ہے اور جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے اور جو چیز ان میں شرط ہے وہ اس میں بھی شرط ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں رکوع اور سجود ہے اور اس میں نہیں اور غرض اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ جنازہ فقط دعا اور استغفار ہے اور بے وضو پڑھنا جائز ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کا نام نماز رکھا ہے اور اگر فقط دعا ہی ہوتی تو اس کا نام نماز نہ رکھتے اور اگر غرض اس سے صرف دعا ہی ہوتی تو آپ لوگوں کو میدان کی طرف نہ لے جاتے بلکہ مسجد میں دعا کرتے اور لوگوں کو اپنی دعا پر کہنے کا حکم فرماتے اور اگر فقط دعا ہی مقصود ہوتی تو آپ اپنے پیچھے لوگوں کی صفیں نہ بناتے اور اسی طرح آپ کا نماز میں کھڑے ہونا اور اس کے شروع میں تکبیر کہنا اور اس سے باہر آنے کے واسطے سلام پھیرنا سب اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جنازے کا حق بدن پر بھی ہے صرف زبان پر نہیں اور ابن عبدالبر نے اتفاق نقل کیا ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں طہارت اور وضو شرط ہے اور کرمانی نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے یہ ہے کہ جنازے کو نماز کہنا جائز ہے اور یہ کہ جنازہ پڑھنا ثابت اور مشروع ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت کا بیان۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس باب سے اجر اور ترغیب کا ثابت کرنا ہے یعنی جنازے کے ساتھ جانے کا بڑا ثواب ہے اور اس میں بڑی فضیلت ہے تعیین حکم کی مراد نہیں اس واسطے کہ جنازے کے ساتھ جانا فرض کفایہ ہے پس بعض کے کرنے کے ساتھ سب سے ادا ہو جائے گا اور حدیث کی موافقت کے واسطے اتباع کے لفظ کو مجمل چھوڑا اس واسطے کہ قیراط کے برابر ثواب صرف اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو میت کے ساتھ جائے اور اس کا جنازہ پڑھے اور یا اس کے ساتھ جائے اور دفن میں حاضر ہو اور یا دونوں کو بجا لائے اور جو شخص کہ اس کے ساتھ جائے اور جنازہ نہ پڑھے اور نہ دفن میں حاضر ہو تو اس کو یہ ثواب قیراط کا حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ مقصود اصلی میت کے ساتھ جانے سے یہ ہے کہ اس کا جنازہ پڑھے یا اس کو دفن کرے اور جب مقصود اصلی حاصل نہ ہو تو قیراط کا ثواب حاصل نہیں ہوگا کہ یہ اس کی فرع ہے ہاں اگر اس کی نیت خالص ہو تو امید ہے کہ اس کو کسی قسم کا کچھ ثواب ملے گا جیسا کہ مجاہد سے روایت ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے اتباع کی حد بیان کرنا ہے یعنی کہاں تک جنازے کے ساتھ ساتھ جائے اور کب تک اس کے ساتھ رہے کہ اس کو قیراط کے برابر ثواب حاصل ہو اس واسطے کہ یہ حدیث مجمل ہے اس میں اتباع کی حد کا بیان نہیں۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ.

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تو نے جنازہ پڑھا تو اپنا حق ادا کیا یعنی جو حق کہ میت کا تجھ پر تھا سو ادا ہوا

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف جنازہ پڑھ کر پلٹ آئے تو اس پر سے میت کا حق ادا ہوا اور اگر جنازہ پڑھ کر اس کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے تو اس میں اس کو زیادہ ثواب ہے وفیہ المطابقة.

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ.

اور حمید بن ہلال نے کہا کہ ہم نے جنازے پر اذن نہیں جانا لیکن جو شخص جنازے کی نماز پڑھے پھر پلٹ آئے اور دفن تک سب کے ساتھ نہ رہے تو اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔

فائدہ: یعنی جنازہ پڑھنے کے بعد پلٹ آنے کے واسطے میت کے وارثوں سے اذن چاہنا اور رخصت مانگنی ضروری نہیں اور اس میں وارثوں کا کچھ حق نہیں بلکہ جنازے کے ساتھ جانا محض ثواب اور فضیلت حاصل کرنے کے واسطے ہے وفیہ المطابقۃ للترجمہ اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جنازے کے بعد پلٹ آنے کے واسطے میت کے وارثوں سے اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ ان کی اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز ہے اور یہی ہے قول امام شافعی رحمہ اللہ اور معظم ائمہ فتویٰ کا اور بعض کہتے ہیں کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز نہیں یہ قول عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مسور سے منقول ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور نخعی کا اور حنفیہ کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز نہیں لیکن شرح منیہ میں محیط سے نقل کیا ہے کہ آسانی اور گنجائش اسی میں ہے کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز ہو اور یہی قوی بات ہے اور احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جو جنازے کو اٹھائے اور قبر میں اتارے اور اجازت دینے تک بیٹھا رہے تو اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا لیکن یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ كذافي الفتح.

١٢٣٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهٗ قِيْرَاطٌ فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا فَصَدَّقَتْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ.

١٢٣٩۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے تو اس کو ایک قیراط بھر ثواب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم پر بہت حدیثیں بیان کرتا ہے کہ ہم ان کو نہیں جانتے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کی سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سچا کیا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ اس کو فرماتے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم نے بہت قیراطوں میں قصور کیا یعنی بہت ثواب سے محروم رہے کہ جنازے کے بعد دفن تک اس کے ساتھ نہ رہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ﴿فرطت﴾

جو قرآن میں واقع ہوا ہے کا معنی یہ ہے کہ میں نے اللہ کا حکم ضائع کیا۔

فائدہ: صحیح مسلم میں سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز پڑھ کر گھر کو پلٹ جاتے تھے اور دفن تک اس کے ساتھ نہیں رہتے تھے سو جب ان کو یہ حدیث پہنچی تو تب انہوں نے یہ فرمایا اور گزشتہ قصور پر افسوس کیا اور قیراط نصف وانگ سونے کی ہوتی ہے وزن میں پانچ جو کے برابر اور بعض نے کہا کہ قیراط درہم کا بارہواں حصہ ہے اور بعض نے کہا کہ قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہے اور بعض کچھ اور کہتے ہیں لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اس کو بہت ثواب اور اجر عظیم حاصل ہوتا ہے جس کی حد سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور قیراط کا ذکر کرنا محض سمجھانے کے واسطے ہے کہ ملک عرب میں اس کی بہت چال تھی اور ہر آدمی اس کی مقدار کو جانتا تھا پس معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ جانے کی بڑی فضیلت ہے وفيه المطابقة للترجمة اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو جنازہ نکلنے سے پہلے میت کے گھر والوں کے پاس جائے اس کو ایک قیراط بھر ثواب ہے اور اگر اس کے ساتھ جائے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے اور اگر جنازے کی نماز پڑھے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے اور اگر دفن تک انتظار کرے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ہر ہر کام کے واسطے ایک ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جنازے کے ساتھ رہے اس کو چار قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور کتاب الایمان میں ایک حدیث گزر چکی ہے اس میں صاف موجود ہے کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اور اخیر تک اس کے ساتھ رہے تو اس کو فقط دو ہی قیراط کے برابر ثواب ملے گا تو یہ پہلی حدیث کے معارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو جنازے کے ساتھ رہے اور میت کے سب کام کو ہاتھ سے کرے اور دوسری حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو صرف جنازے کے ساتھ رہے اور اس کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگائے پس تعارض دفع ہو گیا اور یہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے تو یہ حدیث کا انکار نہیں اور نہ جھوٹ کی تہمت ہے بلکہ ان کو خوف ہوا کہ شاید ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے ہوں یا اس کا مرفوع ہونا ان کو معلوم نہ ہوا ہوگا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول خیال کیا ہوگا اس واسطے انہوں نے اس سے انکار کیا واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عالم کو دوسرے عالم پر انکار کرنا جائز ہے اور یہ قدیم زمانے سے چلا آیا ہے کوئی نئی بات نہیں اور یہ کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کا استغراب کرنا جائز ہے اور یہ کہ جو حافظ ہو وہ غیر حافظ کے انکار کی پرواہ نہ کرے اور یہ کہ صحابہ حدیث کی تحقیق اور تنقید میں نہایت کوشش کرتے تھے اور یہ کہ نیک عمل کے فوت ہونے پر افسوس کرنا چاہیے۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى تُدْفَنَ. جنازے کے دفن ہونے تک انتظار کرنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی نماز جنازہ کے بعد دفن ہونے تک اس کے ساتھ حاضر رہے تو اس کو بڑا ثواب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے شرط کا جواب بیان نہیں کیا اس واسطے کہ باب کی حدیث میں اس کا جواب موجود ہے یا اس واسطے کہ وہ محض انتظار سے استحقاق ثابت کرنے پر موقوف ہے یعنی محض انتظار سے بھی اس کو یہ استحقاق ثابت ہے گو ان کے ساتھ جانا نہ ہو۔

١٢٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

۱۲۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنازے میں آیا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کو قیراط کے برابر ثواب ہے اور جو اس کے پاس حاضر رہا یہاں تک کہ دفن ہو چکا تو اس کو دو قیراط بھر ثواب ہے یعنی پہلے کو دوسرے سے آدھا ثواب ہے لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت! دو قیراط کتنے بڑے ہوتے ہیں فرمایا کہ دو بڑے پہاڑ کے برابر یعنی اس کو بہت بڑا ثواب ہے کہ اس کا اندازہ سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور قیامت کے دن اس کا ثواب اس کی میزان میں پہاڑ سے بھاری ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیراط کے حاصل کرنے کے واسطے نماز پڑھنے تک جنازے کے ساتھ رہنا شرط ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے واسطے ابتدائے ختم نماز تک ساتھ رہنا شرط نہیں بلکہ اگر فقط جنازے کی نماز ہی پڑھے اور اتباع نہ کرے تو جب بھی اس کو قیراط بھر ثواب ہے اس لیے کہ جو چیز نماز سے پہلے ہے وہ سب اس کا وسیلہ ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جو فقط نماز پڑھے اور ساتھ نہ جائے تو اس کی قیراط چھوٹی ہے اس سے جو نماز پڑھے

اور اس کے ساتھ بھی جائے اور یہ صورت بعینہ ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے لیکن ممکن ہے کہ اس اتباع سے مراد اتباع بعد نماز کے ہو اور دفن کی قیراط میں اس نظیر کو جاری کرنا مختلف فیہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ ثواب کس وقت حاصل ہوتا ہے سو شافعیہ وغیرہ کے نزدیک زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ یہ ثواب دفن سے فارغ ہونے پر موقوف ہے یعنی جب دفن ہو چکے تو اس وقت یہ ثواب حاصل ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لحد میں رکھنے پر موقوف ہے یعنی جب مردے کو لحد یعنی بغلی میں رکھا جائے تو اس وقت آدمی اس ثواب کا مستحق ہوتا ہے خواہ بعد اس کے وہاں ٹھہرے یا نہ ٹھہرے اور بعض کہتے ہیں کہ دفن سے فارغ ہونے کے وقت حاصل ہوتا ہے مٹی ڈالنے سے پہلے اور یہ سب صورتیں حدیثوں سے ثابت ہیں لیکن پہلی صورت کو ترجیح ہے کہ اس میں زیادتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے ہر ہر فعل کے بدلے ایک ایک قیراط حاصل ہو، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازے میں حاضر ہونے اور اس کی تجہیز وتکفین کے واسطے جمع ہونے کی بڑی فضیلت ہے اور جو شخص میت کے کفن دفن کا متولی ہو اللہ کا اس پر بڑا فضل ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ اس کو قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور ہر ایک قیراط بڑے پہاڑ کے برابر ہے تو اس میں بشارت ہے بہشت کی کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے گا وہ بہشت میں داخل ہو گا اس لیے کہ ذرہ ایک دانے کہ ایک ہزار اور چوبیں جزء سے ایک جز کا نام ہے یعنی ذرہ ایک دانے کا ایک ہزار اور چوبیسواں حصہ ہے اور دانہ قیراط کا تیسرا حصہ ہے اور قیراط بڑے پہاڑ کے برابر ہے سو جب آدمی ایک ذرے نیکی کے ساتھ دوزخ سے نکل آئے گا تو پھر سمجھنا چاہیے کہ قیراط کا کیا حال ہو گا لیکن پہاڑ کے برابر ہونا صرف نیکیوں کے قیراط کا خاصہ ہے اور برائیوں کے قیراط کا یہ حال نہیں کہ اس کا اتنا اندازہ نہیں بلکہ مراد اس سے تین جو کا اندازہ ہے جو اس کا اصلی وزن ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَآئِزِ.

نابالغ لڑکوں کو لوگوں کے ساتھ جنازہ پڑھنا درست ہے۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی مذکور ہو چکا ہے لیکن وہاں ان کے قیام کی کیفیت کا بیان تھا کہ لڑکے بھی مردوں کے برابر کھڑے ہوں ان سے پیچھے ہٹ کر نہ کھڑے ہوں اور یہاں اس کی مشروعیت کا بیان ہے کہ لڑکوں کو جنازہ پڑھنا درست ہے منع نہیں۔

۱۲۴۱ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى

۱۲۴۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک قبر پر تشریف لائے سو لوگوں نے کہا کہ یہ مردہ آج رات کو دفن ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سو ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوْا هٰذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا.

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَآئِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ.

عیدگاہ اور مسجد میں جنازہ پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے مردے کا عیدگاہ میں ہونا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ مردہ وہاں حاضر نہیں تھا بلکہ غائب تھا اور عیدگاہ کو مسجد کے ساتھ ملحق کیا ساتھ حدیث ام عطیہ کے کہ حیض والی عورتیں عیدگاہ سے کنارے رہیں سو یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد اور عیدگاہ کا ایک حکم ہے اور جس چیز سے مسجد میں پرہیز کرنا ضروری ہے اس سے عیدگاہ میں بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔

١٢٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

۱۲۴۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن حبش کا بادشاہ نجاشی مر گیا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کے مرنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کرو اور بخشش کی دعا مانگو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں لوگوں سے صف باندھی اور اس پر چار تکبیریں کہہ کر جنازہ پڑھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں جنازہ پڑھنا درست ہے وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٤٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۴۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی اپنی قوم سے ایک مرد اور عورت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جنہوں نے زنا کیا تھا یعنی ان کا حکم پوچھنے کو آئے سو آپ نے ان کے رجم کرنے کا حکم فرمایا سو وہ دونوں سنگسار کیے گئے مسجد

بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ. کے پاس جنازہ گاہ سے قریب۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن حبیب نے کہا کہ مدینے میں جنازہ گاہ مقرر تھے مشرق کی طرف سے مسجد نبوی کے ساتھ ملے ہوئے تھے سواگر یہ قول ابن حبیب کا ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ احتمال ہے کہ مراد اس سے عید گاہ ہو جو عید کی نماز اور استسقاء کے واسطے مقرر ہوئی تھی اس واسطے کہ مسجد نبوی کے متصل کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو رجم کے واسطے تیار کی گئی ہو اور آئندہ آئے گا کہ ہم نے ماعز کو عید گاہ میں سنگسار کیا اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دلالت کرتی ہے کہ نماز جنازے کے واسطے ایک مکان تیار کیا ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں جنازہ پڑھنا کسی سبب سے تھا یا واسطے بیان جواز کے تھا واللہ اعلم۔ اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز مسجد میں درست ہے اور تقویت کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور یہی ہے قول امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا ہے کما تقدم اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بات مجھ کو پسند نہیں اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابن ابی ذہب کہتے ہیں کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور جو لوگ مردے کو ناپاک کہتے ہیں ان کا بھی یہی قول ہے اور ان میں سے جو لوگ اس کے طاہر ہونے کے قائل ہیں وہ مسجد کے آلودہ ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ لوگ سہیل کی حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر تھا اور لوگ اس کے اندر تھے اور یہ امر بالاتفاق جائز ہے لیکن اس تاویل میں نظر ہے اس لیے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ پڑھنے کے واسطے سعد کی میت کو اپنے حجرے کے پاس یعنی مسجد میں لانے کا حکم کیا تو لوگوں نے اس پر انکار کیا کہ مسجد میں جنازہ نہیں پڑھا جاتا تھا تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث سے دلیل پکڑی یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کا جنازہ مسجد میں پڑھا ہے تو پھر اب مسجد میں جنازہ پڑھنا کیونکر درست نہیں اور نیز جنازے کا مسجد سے باہر ہونا اور لوگوں کا اندر رہنا اس کو مستلزم ہے کہ جنازہ مسجد کے قبلے کی دیوار سے آگے تھا کہ بغیر اس کے یہ صورت ممکن نہیں اور مسجد کے قبلے کی دیوار سے باہر کی طرف جنازہ رکھ کر نماز پڑھنی ممکن نہیں کہ آگے کی طرف اس کے لوگوں کے گھر تھے اور نیز قبلے کی دیوار درمیان میں حائل تھی پس معلوم ہوا کہ یہ تاویل صحیح نہیں اور بعض یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بعد اس کے عمل ترک پر قرار پا گیا تھا اس دلیل سے کہ جن لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار کیا وہ اصحاب تھے پس اگر یہی عمل جاری رہتا تو اصحاب اس پر انکار نہ کرتے اور یہ دلیل مردود ہے ساتھ اس کے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا پس معلوم ہوا کہ اصحاب اس واقعہ کو بھول گئے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو یاد رکھا تھا اور ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور صہیب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا جنازہ منبر

کے برابر رکھا گیا سو یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ مسجد میں جنازے کے جائز ہونے پر اجماع ہو چکا ہے، انتہی اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مسجد میں جنازہ درست ہوتا تو جنازے کے واسطے علیحدہ مکان تیار نہ کیا جاتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ بات مسلم نہیں کہ جنازہ گاہ علیحدہ مقرر کی ہوئی تھی اور بر تقدیر تسلیم کہا جائے گا کہ جنازے کے واسطے علیحدہ مکان تیار کرنا ممانعت اور کراہت کو مستلزم نہیں احتمال ہے کہ وہ افضلیت کے واسطے ہو اور یہ جواز کے واسطے جیسا کہ عید کی نماز کا حال ہے کہ حضرت مَلَّاتِیْمُ نے اس کے واسطے علیحدہ عید گاہ تیار کروائی ہوئی تھی حالانکہ عید کی نماز مسجد میں بالاتفاق جائز ہے پس جنازہ گاہ علیحدہ بنانے کو کراہت کی دلیل ٹھہرانا محض خیال فاسد ہے اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے من صلی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ یعنی جو شخص مسجد میں جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے وجہ اول یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے صالح مولیٰ توءمہ (جو اس کا راوی ہے) اس کے ساتھ منفرد ہوا ہے اور وہ ضعیف ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ فلا اجر لہ خطا فاحش ہے اور اس حدیث کو کامل میں روایت کیا ہے اور اس کو صالح کے منکرات سے گنا ہے پھر شعبہ سے نقل کیا کہ وہ صالح سے روایت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی روایت سے منع کرتا تھا اور مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ اس سے کوئی حدیث نہ لو کہ وہ ثقہ نہیں اور نسائی سے نقل کیا کہ اس میں ضعف ہے اور ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا اور اخیر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور اس کی پہلی عمر کی حدیث پچھلی سے مختلط ہو گئی تھی اس واسطے متروک ہو گیا اور بیہقی نے کہا کہ صالح کی عدالت میں اختلاف ہے، انتہی اور جب اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت ہوا تو استدلال کرنا اس سے باطل ہوا۔ دوم یہ کہ ابوداؤد کا جو نسخہ کہ مشہور اور محقق سنا گیا ہے اس میں یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں آئی بلکہ ان الفاظ سے آئی ہے من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء علیہ یعنی جو شخص کہ مسجد میں جنازہ پڑھے اس پر کچھ گناہ نہیں پس بنا علیہ اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا۔ سوم یہ کہ اگر لفظ فلا شیء لہ کا ثابت ہونا بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ تطبیق ترجیح سے مقدم ہے اور جب تک تطبیق ممکن ہو ترجیح درست نہیں اور ترجیح اس جگہ ممکن ہے اس طرح کہ لام کو علی کے معنی پر حمل کیا جائے جیسا کہ قرآن شریف میں آیت ﴿وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ میں لها ساتھ معنی علیها کے آیا ہے پس باوجود ممکن ہونے اس تطبیق کے ترجیح درست نہیں اور اختیار کرنا اس مجاز کا بلا ضرورت نہیں بلکہ وہ ضروری ہے واسطے ضروری ہونے تطبیق کے خاص کر ابوداؤد کی مشہور روایت بھی اس کے موافق آئی ہے کما مر پس یہ کہنا کہ ارتکاب مجاز کا بلا ضرورت ہے محض خیال فاسد ہے اگر تطبیق کی ضرورت نہیں تو پھر ضرورت کس جانور کا نام ہے۔ چہارم یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جو مسجد میں جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہیں اس سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس پر گناہ ہوتا ہے پس ممانعت اور کراہت کا ثابت ہونا اس سے ممکن

نہیں کہ ثواب کا نہ ملنا گناہ کو مستلزم نہیں ایسا ہو تو جہاں میں کوئی امر جائز نہیں رہے گا۔ پنجم یہ کہ احتمال ہے کہ لا کو نفی کمال پر حمل کیا جائے ساتھ دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ وہ جواز پر دلالت کرتی ہے پس معنی یہ ہوگا کہ اس کو کامل ثواب نہیں پس اس صورت میں دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ ششم یہ کہ اس حدیث کی ایک روایت میں یہ لفظ آیا ہے کہ اس کو کچھ ثواب نہیں اور ایک میں یہ لفظ آیا ہے کہ اس کی نماز درست نہیں اور یہ دونوں آپس میں صریح معارض ہیں کہ ثواب کا نہ ملنا گناہ کو مستلزم نہیں پس خالی نہیں کہ یا تو تطبیق دی جائے گی اور یا بوجہ تعارض کے دونوں کو ساقط کیا جائے گا پس مانع جس امر کو اختیار کرے ہمارا مطلب حاصل ہوگا۔ ہفتم یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر ناقص ہونے ثواب اس شخص کے جو مسجد میں جنازہ پڑھے اور پھر جنازے کے ساتھ قبرستان تک نہ جائے اور دفن کے وقت تک ساتھ رہے اس شخص کے حق میں کہا جائے گا کہ اس کا اجر ناقص ہے پس ان وجوہات سے اس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا باطل ہوگیا اور نیز اس سے باطل ہوگیا جو طحاوی نے دعویٰ کیا کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا منسوخ ہے علاوہ ازیں متاخر ہونا ناسخ کا ثابت نہیں اس کا اثبات بذمہ مدعی ہے اور نیز جب نسخ کا دعویٰ کیا تو اس کے جواز کا اقرار تو خود ہو چکا اب اثبات نسخ بذمہ مدعی ہے اور نیز منسوخ ہونا مستلزم ہے عدم جواز کو اور عدم جواز اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ شیخ عبدالحق نے لمعات میں لکھا ہے کہ مراد اس حدیث میں نہی سے نہی تنزیہی ہے اس لیے کہ نہ تو یہ حدیث نص غیر مصروف ہے اور نہ وعید کے ساتھ مقترن ہے پس نہی تنزیہی کے سوا اس سے اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور نیز جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصحاب کے انکار پر انکار کیا تو اس وقت سب اصحاب نے سکوت کیا پس اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہی اس کو بیان کرتا اور نیز اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا جنازہ مسجد میں کیوں پڑھا جاتا اور بعض کہتے ہیں کہ جواز کے اقرار سے دو بار نسخ لازم آتا ہے نسخ اباحت اصلی کا ساتھ حدیث نہی کے اور نسخ نہی کا ساتھ فعل کے سو سابق تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے اس لیے کہ جب حدیث نہی کی جواز کی ناسخ نہیں ہو سکتی کما مر تو پھر اس کا مکرر منسوخ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور بیان اس کا وجوہات سابقہ سے مفہوم ہو سکتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب جنازہ گاہ مسجد کے متصل تھی تو قرب کے سبب سے راوی نے اس کو مسجد گمان کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول (ادخلوا به المسجد) کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ

قبروں پر مسجدیں بنانا مکروہ ہے یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح قبروں پر نماز پڑھنا اور ان کو سجدہ گاہ ٹھہرانا منع ہے اور جب حسن بن حسن بن علی کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی نے اس کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور اس میں ایک سال تک

فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.

بیٹھی رہی سو اس نے ایک پکارنے والے یعنی فرشتے کو سنا کہ دوسرے ساتھی سے کہتا ہے خبردار ہو! کیا انہوں نے پالیا اس چیز کو جس کو گم کیا تھا سو دوسرے نے اس کو جواب دیا نہیں بلکہ مایوس اور ناامید ہو کر پلٹ گئے۔

فائدہ: یعنی جو شخص کہ قبر پر خیمہ کھڑا کر کے ٹھہرے تو ضروری ہے کہ نماز بھی وہیں پڑھے اور یہ مستلزم ہے قبر کے سجدہ گاہ بنانے کو اور جب ہاتف کی زبان سے اس کی قباحت معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا منع ہے۔ وفیہ المطابقة للترجمة.

١٢٤٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

۱۲۴۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ اللہ لعنت کرے یہود ونصاریٰ کو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر آپ یہ حدیث نہ فرماتے تو آپ کی قبر ظاہر کی جاتی اور اس کے گرد پردہ نہ کیا جاتا یعنی گھر سے باہر دفن کیے جاتے لیکن میں ڈرتی ہوں کہ آپ کی قبر سجدہ گاہ ٹھہرائی جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ ٹھہرانا منع ہے کہ یہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں وفیہ المطابقة للترجمة اور جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں الخ تو یہ کہنا ان کا مسجد نبوی کے فراخ ہونے سے پہلے تھا اور جب مسجد فراخ ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کو جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی مثلث (اس شکل کو کہتے ہیں جس کے تین کونے ہوں) شکل پر بنوایا تا کہ کوئی شخص قبر کی طرف قبلے کو منہ کر کے نماز نہ پڑھ سکے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَآءِ إِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا.

جب کوئی عورت بچہ جننے کی درد سے مر جائے یا بچہ جننے کے دنوں میں مر جائے تو اس کے جنازے کا کیا حکم ہے پڑھنا چاہیے یا نہیں؟۔

فائدہ: پہلا معنی خاص اور دوسرا معنی عام ہے اس سے کہ بچہ جننے کے سبب سے مرے یا کسی اور بیماری سے مرے لیکن پہلا معنی باب کی حدیث سے زیادہ تر لائق ہے اس لیے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں صریح آچکا ہے کہ وہ حمل کے سبب سے مرے۔

۱۲۴۵ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

۱۲۴۵۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے پیچھے ایک عورت پر (جو بچہ جننے کے سبب سے مرگئی تھی) نماز پڑھی سو حضرت ﷺ اس کے درمیان یا کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ غرض اس باب سے یہ ہے کہ بچہ جننے والی عورت اگرچہ شہیدوں میں داخل ہے لیکن اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے بخلاف اس شہید کے جو کفار کے معرکے میں شہید ہوا کہ اس کا جنازہ پڑھنا مشروع نہیں۔

بَابُ أَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ.

امام عورت اور مرد کے جنازے پر کس جگہ کھڑا ہو یعنی کمر کے برابر کھڑا ہو یا اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو یا کسی اور جگہ کھڑا ہو؟۔

فائدہ: اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے حنفیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو خواہ مرد کی میت ہو یا عورت کی میت ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو اس کے سر کے برابر کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کی کمر کے برابر کھڑا ہو اور یہی قول مختار ہے نزدیک امام احمد اور ابو یوسف کے اور ایک قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو اس کے درمیان کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کے مونڈھوں کے برابر کھڑا ہو اور ایک روایت ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح آئی ہے اور مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے دونوں کے درمیان کھڑا ہو اس لیے کہ عورت میں دونوں طرح کا احتمال ہے کہ اس کے مؤنث ہونے کی وصف معتبر ہے پس ستر مطلوب ہے اور احتمال ہے کہ یہ وصف معتبر نہ ہو اور جو حدیث کہ ابوداؤد وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مرد کے جنازے میں اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے اور عورت کے جنازے میں اس کی نشست گاہ کے برابر کھڑے ہوئے سو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لائق استدلال نہیں لیکن اس پر سب کا اجماع ہے کہ نمازی جنازے کی صفوں میں مل کر کھڑے نہ ہوں بلکہ اپنے درمیان فرق چھوڑیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے مرد کا جنازہ پہلے پڑھا اور عورت کا جنازہ پیچھے پڑھا لیکن یہ حدیث مقطوع ہے۔

۱۲۴۶ ۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا

۱۲۴۶۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں

عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

نے حضرت ﷺ کے پیچھے ایک عورت کا جنازہ پڑھا جو بچہ جننے کے سبب سے مرگئی تھی سو آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا.

جنازے پر چار تکبیریں کہنے کا بیان۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں اشارہ ہے اس طرف کہ جنازے میں چار تکبیروں سے زیادہ کوئی تکبیر نہ کہے اور سلف علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ تکبیریں کہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے بھی ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں اور ابن منذر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ بدر والوں پر چھ تکبیریں کہتے تھے اور دوسرے اصحاب پر پانچ تکبیریں کہتے تھے اور باقی سب لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جنازے پر تین تکبیریں کہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کی چار تکبیریں ہیں اور بکر بن عبداللہ مزنی کا یہ قول ہے کہ تین سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چار سے کم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تک امام تکبیریں کہے مقتدی بھی کہے اور بیہقی نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں سات تکبیریں بھی کہی جاتی تھیں اور چھ بھی کہی جاتی تھیں اور پانچ اور چار بھی کہتے تھے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا چار رکعت نماز کی طرح اور ترمذی نے امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی بھی اس کی پیروی کریں اور ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور محمد بن حنفیہ اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں فرمایا کہ تمام ائمہ اہل بیت کا بھی یہی مذہب ہے سوائے زید بن علی کے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز میں چار تکبیروں سے زیادہ کہنی جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ چار سے زیادہ تکبیریں کہنے کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے هذا الحديث منسوخ دل الاجماع على نسخه انتهى سو جواب اس کا یہ ہے کہ چار تکبیروں پر اجماع ہونا مسلم نہیں اس لیے کہ ایک جماعت صحابہ اور تابعین وغیرہ ائمہ مجتہدین سے چار سے زیادہ تکبیریں کہنا ثابت ہو چکا ہے کما مر پھر باوجود اس قدر اختلاف کے ثبوت اجماع کی کیا صورت ہے اور مسک الختام میں ہے کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ چار تکبیروں پر دعویٰ اجماع کا مردود ہے اور نیز یہ اجماع بطریق احاد منقول ہے اور جو اجماع کہ بطریق احاد منقول ہو وہ اکثر اہل اصول کے نزدیک حجت نہیں جیسا کہ

منہاج اسنوی میں لکھا ہے وذھب الاکثر الی انه لیس بحجة انتہٰی اور نیز امام محمد نے آثار میں ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ لوگ حضرت ﷺ کے زمانے میں پانچ اور چھ تکبیریں کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا اور پھر بعد ازاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی امر جاری رہا پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا پس جب حضرت ﷺ کے آخری دم تک چار سے زیادہ تکبیریں جاری رہیں اور عہد صدیقی میں بھی یہی امر جاری رہا تو اس سے قطعا ثابت ہوگیا کہ یہ حکم منسوخ نہیں اور حضرت ﷺ نے اس کو منسوخ نہیں فرمایا پھر باوجود اس کے اس اجماع فاروقی کا ناسخ ہونا کیونکر ممکن ہے چہ جائیکہ نسخ کے شرائط بھی یہاں موجود نہیں اور مانعین کو ناسخ میں بھی اختلاف ہے کوئی کسی کو ناسخ کہتا ہے اور کوئی کسی کو ناسخ بتلاتا ہے پس دعویٰ نسخ باطل ہے اور معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ اب بھی چار سے زیادہ تکبیریں کہنی جائز ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے چار تکبیریں کہی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ قاطع نزاع نہیں ہوسکتی اس لیے کہ آپ کا چار پر اقتصار کرنا پانچ کی مشروعیت کی نفی نہیں کرتا بعد اس کے ثابت ہونے کے غایت درجہ یہ ہے کہ دونوں امر جائز ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے وفات سے پہلے آخری جنازے پر چار تکبیریں کہی تھیں سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ کئی طریقوں سے مروی ہے اور وہ سب کے سب ضعیف ہیں اثرم نے کہا کہ اس حدیث کو محمد بن معاویہ نے ابی ملیح سے روایت کیا ہے اس نے مہران بن میمون سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سو میں نے احمد سے اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ اس محمد نے کئی موضوع حدیثیں روایت کی ہیں یہ حدیث بھی انہی میں سے ہے اور اس کو بڑا جانا اور کہا کہ ابوالملیح اللہ سے ڈرنے والا تھا اس سے کہ ایسی حدیث روایت کرے اور حرب نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو محمد بن زیاد نے روایت کیا ہے اور وہ موضوع حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ابن قیم نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث محض جھوٹ ہے اس کی کوئی اصل نہیں انتہیٰ اور نیز امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ چار اور پانچ تکبیروں میں کچھ تعارض نہیں اور بعض اصحاب سے جو اس کے برخلاف مروی ہے تو احتمال ہے کہ واسطے بیان جواز کے ہو پس یہ عدم جواز کی دلیل نہیں ہاں البتہ اگر اجماع ثابت ہو جائے تو معتبر ہوگا والا کان الاخذ بالزیادة الخارجة من مخرج صحیح هو الراجح کما ذکره الشوکانی فی نیل الاوطار.

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید نے کہا کہ ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا سو تین تکبیریں کہیں پھر سلام پھیرا سو کسی نے کہا کہ تم نے فقط تین تکبیریں کہیں ہیں سو انہوں نے قبلے کی طرف منہ کیا پھر چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

فائدہ: ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ آیا ہے کہ انہوں نے ایک جنازے پر فقط تین تکبیریں کہیں پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے تین تکبیریں تکبیر تحریمہ کے سوا ہیں تحریمہ ان میں داخل نہیں اور یا شاید ان کے نزدیک تین تکبیریں جائز ہوں گی اور چار افضل ہوں گی پس تعارض دفع ہو گیا۔

١٢٤٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

۱۲۴۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی مرا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مرنے کی خبر دی اور لوگوں کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلے اور ان کی صف باندھی اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

١٢٤٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلٰى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيْمٍ أَصْحَمَةَ.

۱۲۴۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نماز پڑھی سو آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں فقط چار تکبیریں کہے اس سے کم وبیش نہ کرے اور یہی ہے مذہب اکثر اہل علم کا، کما مر.

بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز میں سورہ الحمد کے پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بن علی اور ابن زبیر اور مسور سے منقول ہے کہ جنازے میں الحمد پڑھنا مشروع ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق کہتے ہیں کہ جنازے میں الحمد پڑھنا واجب ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جنازے میں الحمد نہ پڑھے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کی نماز پڑھو تو اس کے واسطے خالص دعا کرو سو اس کا جواب

کئی طرح سے ہے اول یہ کہ اس میں فقط دعا کا ذکر ہے اس سے اس بات کی نفی نہیں نکلتی کہ اس میں الحمد نہ پڑھے۔ دوم یہ کہ دعا عام ہے ہر دعا کو شامل ہے پس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو آئندہ آتی ہے اس کی مخصص ہو جائے گی ساتھ ان وجوہات کے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ سوم یہ کہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور دعا میں داخل ہے پس اس کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اگر ایسا ہو تو پھر ثناء اور تعوذ بھی اس سے منع ہو گا اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط دعا کرنے کو فرمایا اور کسی چیز کو پڑھنا نہیں فرمایا پس اگر اس کے عموم سے ثناء اور تعوذ اور تکبیرات مخصوص ہیں تو پھر الحمد بھی اس سے مخصوص ہو گا **فما هو جوابكم فهو جوابنا** ۔ چہارم یہ کہ بر تقدیر تعارض ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہو گی کہ وہ **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** کی حدیث ہے۔ پنجم یہ کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مثبت ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر پس بر تقدیر تسلیم اس نفی کے مثبت اس پر مقدم ہو گا۔ ششم یہ کہ یہ حدیث **لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب** کا عموم دلالت کرتا ہے اس پر کہ ہر نماز میں الحمد کا پڑھنا واجب ہے پس اس بنا پر جنازے کی نماز میں بھی الحمد پڑھنا واجب ہو گا اور اگر وجوب سے قطع نظر کی جائے تو سنیت سے جب بھی چارہ نہیں اس لیے کہ امام الکلام میں لکھا ہے کہ حنفیوں نے بہت مسائل اختلافیہ جانب مخالف کی رعایت کے واسطے استحباب کا حکم لگا دیا ہے اور کوئی نص قاطع نہیں جو جنازے میں الحمد کے ناجائز ہونے پر دلالت کرے اور منع کی مقتضی ہو، انتہی اور بعض کہتے ہیں کہ بعض حدیثوں سے جو الحمد کا جنازے میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو وہ بطریق ثناء اور دعا کے تھا نہ بطریق قرأت کے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام الکلام کے خاتمے میں لکھا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ نیت ثناء کہ پوشیدہ امر ہے نہیں معلوم ہو سکتا مگر قاری کے بتلانے سے اور جس چیز کو اس نے پڑھا وہ حقیقی قرآن ہے بغیر کسی دلیل پھیرنے والی کے اس سے پھرنا جائز نہیں پس یہ دلیل الحمد کے سنت ہونے کی مثبت ہے نافی نہیں اور امام شرنبلانی نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں کتب فقہ کی بہت عبارتیں نقل کی ہیں پھر آخر سب کو مخدوش اور مردود کر کے الحمد کے دلائل کو ذکر کیا اور جنازے میں الحمد کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت کیا ہے پس جس کو شوق ہو اس کی طرف رجوع کرے کہ وہ رسالہ اس مسئلے میں جامع ہے اور بعض صحابہ سے جو اس کا نہ پڑھنا مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعل صحابی کا حجت نہیں خاص کر حدیث کے مقابلے میں تو بالاتفاق حجت نہیں اور نیز مجرد ترک جواز کی منافی نہیں بلکہ استحباب کے بھی منافی نہیں اس لیے کہ بعد اوقات ترک کرنا تو سنت میں بھی ضروری ہے اور نیز احتمال ہے کہ ان کا ترک کرنا واسطے بیان جواز کے ہو پس یہ حدیث اس کے مخالف نہیں اور اجوبہ مذکورہ بھی یہاں جاری ہو سکتے ہیں، واللہ اعلم۔

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نمازی لڑکے کی نماز جنازہ میں سورۂ الحمد پڑھے پھر کہے الٰہی! اس کو ہمارے واسطے

وَّسَلَفًا وَّأَجْرًا. پیشوا اور آگے چلنے والا اور موجب ثواب کا بنا۔

فائدہ: عبدالرزاق اور نسائی میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنازے کی نماز میں سنت ہے کہ اول تکبیر کہے پھر الحمد پڑھے پھر حضرت ﷺ پر درود پڑھے پھر میت کے واسطے دعا کرے اور نہ پڑھے مگر پہلی تکبیر میں یعنی اول تکبیر تحریمہ کہے پھر الحمد پڑھ کر دوسری تکبیر کہے پھر درود پڑھ کر تیسری تکبیر کہے پھر میت کے واسطے دعا کر کے چوتھی تکبیر کہے۔

۱۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ.

۱۲۴۹۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی سو انہوں نے سورہ الحمد پڑھی اور کہا کہ میں نے الحمد اس واسطے پڑھا ہے کہ تم کو معلوم ہو کہ یہ حضرت ﷺ کی سنت ہے۔

فائدہ: ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الحمد کو پکار کر پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے پکار کر اس واسطے پڑھا ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنازے میں الحمد پڑھنا سنت ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازے میں پکار کر قرأت پڑھنی جائز ہے منع نہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ. دفن کرنے کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے

فائدہ: اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نخعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد جنازہ پڑھنا درست نہیں مگر ان کے نزدیک یہ منع اسی وقت ہے جب کہ جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو اور اگر جنازہ کے بغیر دفن کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے لیکن پیغمبروں کی قبر پر جنازہ درست نہیں۔

۱۲۵۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ

۱۲۵۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک اکیلی قبر پر گزرے سو آپ امام بنے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا أَبَا عَمْرٍو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

۱۲۵۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهٖ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتُهُ قَالَ فَحَقَرُوْا شَأْنَهُ قَالَ فَدُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

۱۲۵۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالا آدمی یا عورت مسجد میں رہتا تھا اور مسجد کو جھاڑ دیا کرتا تھا سو وہ مر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی خبر نہ ہوئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اس کو یاد کیا اور فرمایا کہ اس آدمی کو کیا ہوا لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! وہ مر گیا سو فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں خبر کی لوگوں نے کہا کہ وہ ایسا ایسا تھا سو لوگوں نے اس کے حال کی حقارت بیان کی یعنی وہ ایک ادنیٰ آدمی تھا اس لائق نہ تھا کہ اس کے واسطے آپ کو تکلیف دی جائے فرمایا کہ مجھ کو اس کی قبر بتلاؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کا جنازہ پڑھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد مردے کا جنازہ پڑھنا درست ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ اس کا جنازہ پڑھا اور آپ نے ان پر انکار نہ کیا وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اور فعل اصحاب کا تبعا واقع ہوا ہے اور جو فعل کہ تبعا واقع ہو وہ اصل کے واسطے دلیل نہیں ہوسکتا ہے مگر خاصہ دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور جس شخص نے کہ جنازہ نہ پڑھا ہو تو اس کے حق میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دفن کو تاخیر کیا جائے تا کہ وہ بھی جنازہ پڑھ لے اور بعض کہتے ہیں کہ جلدی سے دفن کیا جائے اور جس نے جنازہ نہ پڑھا ہو وہ دفن کے بعد قبر پر پڑھے اور اسی طرح اس کی مدت میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی مدت ایک مہینہ ہے یعنی ایک مہینے تک اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے اس کے بعد نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک جسم نہ گل جائے تب تک اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جواز اسی شخص کے ساتھ خاص ہے جو اس کی موت کے وقت اس کے جنازے کی اہلیت رکھتا تھا اور یہی قول راجح ہے نزدیک شافعیہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ دفن کے پیچھے مردے کا جنازہ پڑھنا ہمیشہ درست ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ.

مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

۱۲۵۲ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ.

۱۲۵۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں یہاں تک کہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز اور چاپ سنتا ہے تو اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں سو کہتے ہیں کہ تو اس مرد یعنی محمد ﷺ کے حق میں کیا کہا کرتا تھا اور کیا عقیدہ رکھتا تھا؟ سو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ دیکھ طرف ٹھکانے اپنے کے دوزخ سے کہ اللہ نے تجھ کو اس کے بدلے بہشت سے ٹھکانہ بدل دیا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے اور جو شخص کہ کافر یا منافق ہو سو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں کہتا تھا وہ چیز جو لوگ کہتے تھے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں سمجھا اور تو نے قرآن نہیں پڑھا یا سیدھے راہ پر نہیں چلا سو لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان یعنی ماتھے پر سخت چوٹ ماری جاتی ہے سو وہ اس سے چلاتا ہے اور سخت چیخ مارتا ہے ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے جو اس کے نزدیک ہے مگر جن اور آدمی نہیں سنتے یعنی تاکہ قاعدہ تکلیف کا قائم رہے اور غیب کے ساتھ ایمان حاصل ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے پلٹ آتے ہیں اور پھر کر چلتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے **وفیه المطابقة للترجمة** اور غرض اس باب سے دفن کے آداب بیان کرنا ہے یعنی دفن کے وقت آدمی اطمینان کو لازم پکڑے اور شور کرنے سے پرہیز کرے اور زمین پر سخت نہ چلے جیسا کہ زندہ آدمی سویا ہوا ہو تو اس کے پاس ان چیزوں کا بجا لانا لازم ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبروں میں جوتوں سے چلنا پھرنا جائز ہے لیکن احتمال ہے کہ حدیث میں قبرستان سے نکلنے کے بعد سننا مراد ہو پس یہ دلیل جواز کی نہیں ہو سکتی ہے اور ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک مرد کو جوتوں سمیت قبروں میں چلتے دیکھا سو فرمایا

کہ اے جوتوں والے! قبر سے نیچ سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں جوتوں سمیت چلنا مکروہ ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ جوتے سمیت نماز پڑھا کرتے تھے جب تک کہ اس میں پلیدی نہ دیکھتے کما سیاتی فی موضعہ۔ طحاوی نے کہا کہ کراہت کی حدیث اس پر محمول ہے کہ اس کے جوتوں میں پلیدی لگی تھی پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہو گیا پس حاصل یہ ہے کہ اگر جوتوں میں پلیدی نہ ہو تو اس کو پہن کر قبروں میں چلنا جائز ہے کہ جب اس میں نماز جائز ہے تو اس کے ساتھ قبروں میں چلنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہی معلوم ہوتا ہے ظاہر حدیث خفق سے اور قبرستان سے گزر کر جوتا پہننے کا احتمال بعید ہے واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو سماعت حاصل ہے یعنی مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں اور جو کوئی ان سے کلام کرے اس کو سمجھتے ہیں اور جان لیتے ہیں اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں سنتے اور مانعین اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جوتوں کی آواز سننا فقط اسی وقت کے ساتھ خاص ہے جب کہ مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کہ اس وقت منکر نکیر کے سوال کی آمد کے واسطے اس کو زندہ کیا جاتا ہے بعد سوال کے بعینہ اس سماع اور علم کا باقی رہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے کہ مردے زندوں کی آواز نہیں سن سکتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ نے فرمایا ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ یعنی اے نبی! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور اسی طرح بدر کے دن کفار کے مردوں سے کلام کرنا بھی حضرت ﷺ کا خاصہ ہے اور آپ کا معجزہ ہے اور مثبتین ان حدیثوں کو عام کہتے ہیں اور اس آیت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تیرا سنانا ان کو نفع نہیں دیتا یا تو ان کو نہیں سنا سکتا بلکہ اللہ سناتا ہے غرضیکہ جانبین سے اس مسئلے میں بڑی طویل گفتگو ہے اس جگہ میں اس کی گنجائش نہیں لیکن اصل غرض مثبتین کی سماع موتی کے ثابت کرنے سے یہ ہے کہ قبروں والوں سے مدد چاہنی اور استعانت کرنی جائز ہے اس کا جواز ثابت ہونا ہرگز ممکن نہیں اس واسطے کہ قرآن اور حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ استعانت لغیر اللہ شرک اور کفر ہے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد مانگنی جائز نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ یعنی جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوئے ہیں مردے ہیں جن میں جی جان نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جائیں گے اور نیز صحابہ اور تابعین وغیرہ سے بھی کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں علاوہ ازیں اکثر حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں کہ مردے زندوں کی آواز نہیں سنتے ہیں جیسا کہ کتاب الایمان میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہیں کروں گا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کرے تو وہ حانث نہیں ہوگا اس واسطے کہ وہ اسباب پر منعقد ہوتے ہیں جو سمجھے جائیں اور مردہ سمجھ نہیں سکتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ مردہ ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس

کا انکار کیا ہے اور یا وہ حضرت ﷺ کا معجزہ ہے اور یا وہ ضرب المثل ہے كذا قال الشيخ ابن الهمام في شرح الهداية، واللہ اعلم چنانچہ تفصیل اس کی محاسن الابرار اور تفہیم المسائل وغیرہ میں بہت بسط سے موجود ہے شائق ان کی طرف رجوع کرے اور نیز اگر دنیاوی حیاتی مردے کے حق میں فرض کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آدمی کھانے پینے بول و براز وغیرہ عوارض بشریہ کا محتاج ہو حالانکہ یہ بات قطعا باطل ہے پس معلوم ہوا کہ وہ حیاتی دنیاوی نہیں ہاں منکر نکیر کے سوال کے وقت حیاتی دنیاوی کا عود کرنا مسلم ہے لیکن بعد اس کے باقی رہنا مسلم نہیں اور یہ جو فرشتے کہتے ہیں کہ تو اس مرد کو کیا کہا کرتا تھا؟ تو یہ اشارہ باعتبار شہرت اور حضور کے ہے کہ آپ کا دین سارے جہان میں مشہور ہے اور یا اس وقت مردے کے دل میں آپ کا خیال ڈال دیا جاتا ہے اور یا آپ کی صورت کی مثال اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا.

بیت المقدس اور حرمین شریفین وغیرہ متبرک مقاموں میں دفن کو دوست رکھنے کا بیان۔

فائدہ: یعنی بیت المقدس اور حرمین شریفین وغیرہ متبرک مقاموں میں اور بزرگ مقبروں میں جس جگہ کہ پیغمبر اور شہید اور اولیاء مدفون ہوں دفن ہونا مستحب ہے کہ تا کہ ان کی ہمسائیگی سے تبرک حاصل ہو اور جو رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اس کا اثر اس پر پڑے۔

۱۲۵۳ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا جَآءَهٗ صَكَّهٗ فَفَقَأَ عَيْنَهٗ فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۲۵۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا سو جب وہ اس کے پاس آیا اور اس کو موت کا پیغام سنایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ کو پھوڑ ڈالا اور اندھا کر دیا تو فرشتہ اپنے رب کی طرف پلٹ گیا سو اس نے کہا الہی! تو نے مجھ کو ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت کو نہیں چاہتا (اور اس نے تو میری آنکھ پھوڑ ڈالی) سو اللہ نے اس کی آنکھ پھیر دی اور درست کر دی اور فرمایا کہ اس کے پاس پلٹ جا سو اس کو یہ کہو کہ (اگر تو زندگی چاہتا ہے) تو اپنے ہاتھ کو بیل کی پیٹھ پر رکھ سو جس قدر اس کا ہاتھ بالوں کو ڈھک لے گا تو اس کو ہر بال کے بدلے ایک برس زندگی ملے گی یعنی جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے برس وہ زندہ رہے گا (سو جب

وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ.

ملک الموت پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس کو اللہ کا پیغام سنایا) تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا الٰہی! پھر کیا ہوگا اللہ نے کہا پھر آخر کو موت ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو پھر ابھی سہی سو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا کہ مجھ کو قریب کر دے پاک زمین سے یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینک مارنے کے فاصلے کے برابر یعنی تا کہ میں وہاں پر دفن کیا جاؤں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا موسیٰ علیہ السلام کی قبر جو راہ سے کنارے کی طرف ہے سرخ ٹیلے کے پاس۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مردے کو متبرک مقاموں میں دفن کرنا اور ان میں دفن ہونے کی خواہش کرنا مستحب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بیت المقدس کے نزدیک ہونے کا سوال کیا اور اس کے پاس دفن ہوئے وفیہ المطابقة للترجمة اور بعض بے دین لوگ اس حدیث میں طعن کرتے ہیں کہ فرشتے کی آنکھ پھوڑنا آدمی سے نہیں ہوسکتا اور ملک الموت تو بموجب حکم الٰہی کے آیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کیوں مارا حکم الٰہی کی اطاعت کیوں نہ کی؟ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دنیا کی زیست بہت پیاری تھی سو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتہ آدمی کی صورت پر آیا تھا تو آدمی کے خواص اس پر ظاہر ہوا چاہیں تو اس صورت سے آنکھ کا صدمے سے پھوٹنا کچھ تعجب نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو نہ پہچانا تھا بلکہ جانا تھا کہ یہ کوئی آدمی ہے روح نکالنے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ روح نکالنا سوائے فرشتے کے آدمی کا کام نہیں اس واسطے انہوں نے اس کو اپنے پاس سے دھکیلا اتفاقاً آنکھ پر ہاتھ پڑ گیا آنکھ پھوٹ گئی اور یہ گمان غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندگی بہت پیاری تھی اس واسطے کہ دوسری بار اللہ نے زیادتی عمر کا پیغام دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول نہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی اصلی جگہ کسی کو معلوم نہ تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اس کی خبر دی کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس ہے راہ کے کنارے پتھر پھینکنے کے فاصلے پر اور یہ خبر دینا آپ کا یا تو وحی کے ذریعے سے تھا اور یا معراج کی رات میں آپ کو ان کی قبر دکھلا دی گئی تھی، واللہ اعلم۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر یہود کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی قبریں معلوم ہوتیں تو ان کو دو معبود ٹھہرا لیتے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا جائز ہے اور اس میں علماء کو اختلاف ہے سو بعض کہتے ہیں کہ مردے کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جانا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے کہ اس سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور اس کی حرمت کی ہتک ہوتی ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ دونوں صورتوں کو

دو حالتوں پر محمول کیا جائے سو منع اس وقت ہے جب کہ کوئی غرض راجح نہ ہو یعنی متبرک جگہ میں دفن کرنا مقصود نہ ہو اور مستحب اس وقت ہے جب کہ کسی متبرک جگہ میں دفن کرنا مقصود ہو جیسا کہ مکہ وغیرہ ہے۔

بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ. رات کو دفن کرنے کا بیان یعنی مردے کو رات میں دفن کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس باب میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے جو رات میں دفن کرنے کو منع کرتا ہے۔

وَدُفِنَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا. اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو دفن کیے گئے۔

فائدہ: خلفائے اربعہ وغیرہ اور بہت اصحاب رضی اللہ عنہم بھی رات کو دفن ہوئے ہیں اور یہ صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات میں دفن کیا مگر شاید کہ یہ روایتیں امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ ہو گی اس واسطے ان کو ذکر نہیں کیا فقط ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خاص کر ذکر کیا۔

١٢٥٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ فَقَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ.

١٢٥٤۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا جنازہ پڑھا جو رات کو دفن ہوا تھا سو آپ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تھا کہ یہ کون ہے سو لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص ہے آج رات کو دفن ہوا ہے سو سب نے اس پر نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں دفن کرنے سے لوگوں پر انکار نہ کیا بلکہ ان کے نہ خبر دینے پر انکار کیا کہ تم نے مجھ کو خبر کیوں نہیں کی اور تائید کرتا ہے اس کی جو کہ اصحاب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ کیا تو گویا کہ اس کے جائز ہونے پر سب صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں دفن کرنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ آدمی مضطر ہو لیکن مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی کراہت کے سبب سے نہیں تھی بلکہ بوجہ تحسین کفن کے تھی کہ لوگوں نے اس کو خراب کفن دے کر دفن کیا تھا سو فرمایا کہ جب کوئی اپنے بھائی کے جنازے کا متولی ہو تو چاہیے کہ اس کو اچھا کفن دے یعنی حلال مال کا سفید پاک کپڑا ہو اور اس کی قدر اور لیاقت سے کم تر نہ ہو۔

بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ. قبر پر مسجد بنانے کا بیان۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن مراد وہاں یہ ہے کہ قبر کے واسطے عبادت کرے اور قبر کو سجدہ گاہ ٹھہرائے اور قبر

سے تقرب مقصود ہو اور اس کی تعظیم مطلوب ہو سو یہ منع ہے کما مر اور مراد یہاں یہ ہے کہ قبرستان میں علیحدہ ایک مسجد بنائے کہ زیارت کرنے والے اس میں نماز پڑھیں اور ان کی حاجت روائی میں کام آئے سو یہ جائز ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ پہلے باب سے مقصود یہ ہے کہ قبرستان میں قبروں کی خاطر سے مسجد بنائے یعنی اگر وہاں قبر نہ ہوتی تو مسجد نہ بنائی جاتی محض قبر کی تعظیم سے وہاں مسجد بنائی گئی اور مراد اس باب سے یہ ہے کہ قبرستان میں علیحدہ مسجد بنائی جائے تا کہ قبر کی طرف نماز پڑھنے کی حاجت نہ پڑے بلکہ اس کے واسطے قبرستان سے علیحدہ مکان پایا جائے سو یہ جائز ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ قبر پر نماز پڑھنی صرف اس وقت منع ہے جب کہ یہود اور نصاریٰ کی طرح شرک میں پڑنے کا خوف ہو اور اگر یہ خوف نہ ہو تو منع نہیں اور بعض سدّ ذریعہ کے واسطے قبر پر نماز پڑھنے کو مطلق منع کرتے ہیں خواہ قبر کی تعظیم مقصود ہو یا نہ ہو اور یہ توجیہ اس جگہ ٹھیک لگتی ہے انتہی ملخصًا اور یہ بھی فرق ممکن ہے کہ اگر مفسدی کا خوف ہو تو جائز نہیں اور اگر مفسدی کا خوف نہ ہو تو جائز ہے اور مراد پہلے باب میں پہلا معنی ہے اور دوسرے باب میں دوسرا معنی ہے۔

١٢٥٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَاءِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

١٢٥٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مرض الموت) سے بیمار ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے ایک عبادت خانے کی تعریف کی جس کو اس نے حبشہ کی زمین میں دیکھا تھا اس کا نام ماریہ تھا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ کی زمین میں گئی تھیں سو انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کو ذکر کیا یعنی اگر حکم ہو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی ویسا بنایا جائے تو آپ نے تکیے سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بخت آدمی مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے پھر اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے یعنی تا کہ وہ عبادت میں ملحوظ اور زیر نظر رہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت میں بدترین خلق ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر مسجد بنانی صرف اسی وقت منع ہے جب کہ قبر کے اوپر اس میں تصویریں بنائی جائیں اور یا اس قبر یا صورت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا تقرب مطلوب ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر کرتے تھے اور اگر صرف نماز کے واسطے قبر کے پاس مسجد بنائی جائے کہ حاجت کے وقت لوگ اس میں نماز پڑھیں اور یا اس قبر یا صورت کی تعظیم مقصود نہ ہو تو یہ منع نہیں بلکہ جائز ہے وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ. عورت کی قبر میں داخل ہونے والے کا بیان۔

فائدہ: یعنی اگر عورت کی میت ہو تو اس کو قبر میں اتارنے کے واسطے کون مرد افضل ہے؟۔

۱۲۵۶ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا قَالَ ابْنُ مُبَارَكٍ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِيَقْتَرِفُوْا أَيْ لِيَكْتَسِبُوْا.

۱۲۵۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازے پر حاضر ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے سو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے سو فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کی رات صحبت داری نہ کی ہو یعنی اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو جیسا کہ دوسرے طریق میں آیا ہے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں فرمایا کہ تو اس کی قبر میں اتر فلیح نے کہا کہ مراد یقارف سے گناہ ہے یعنی جس نے آج رات کو گناہ نہ کیا ہو وہ قبر میں اترے لیکن ترجیح پہلی تفسیر کو ہے یعنی جماع کو امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت ﴿ لیقترفوا ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تا کہ گناہ کمائیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں داخل ہونا اس شخص کا افضل ہے جس نے اس رات کو صحبت نہ کی ہو وفیہ المطابقة للترجمة اور اس آیت میں تائید ہے واسطے تفسیر فلیح کے لیکن مراد اس سے خاص جماع ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيْدِ.

شہید کے جنازے کا بیان یعنی شہید کے جنازے کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دوسرے مردوں کی طرح شہید کا جنازہ بھی واجب ہے یہ قول حنفیہ کا ہے اور یہی قول ہے اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں حدیثیں متواتر آچکی ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے شہیدوں کا جنازہ نہیں پڑھا اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے ان کا جنازہ پڑھا اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر تکبیریں کہیں سو یہ حدیث صحیح نہیں اور جو شخص کہ اس حدیث سے نفی کی حدیثوں کا معارضہ کرے اس کو لائق ہے کہ اپنے جی میں حیا کرے لیکن یہ اختلاف اس شہید میں ہے جو کہ مسلمان ہو اور کفار کی لڑائی میں مارا جائے مرد ہو خواہ عورت چھوٹا ہو خواہ بڑا غلام ہو خواہ آزاد ہو نیک بخت ہو خواہ گنہگار رہو اور جو شخص کہ کفار کی لڑائی سے بچ کر آئے اور اس کے بعد مدت تک زندہ رہ کر مرے اور یا باغیوں کی لڑائی میں مقتول ہو جائے اور یا حرق اور غرق اور طاعون وغیرہ اسباب سے شہید ہو تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ سب علماء

کے نزدیک اس کا جنازہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو شہید صرف اس واسطے کہا جاتا ہے کہ آخرت میں اس کو ثواب ملے گا اور نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف شافعیہ اور حنفیہ وغیرہ کا نماز کی ممانعت میں ہے یعنی شافعیہ کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ منع ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ منع نہیں بلکہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف استحباب میں ہے اور یہی منقول ہے حنابلہ سے اور امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ شہید پر نماز پڑھنی افضل ہے اور ترک کرنی جائز ہے۔

۱۲۵۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ.

۱۲۵۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ احد کے شہیدوں سے دو دو لاشوں کو ایک ایک کپڑے میں جمع کر کے ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے تھے کہ ان دونوں میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو لوگ جس کو زیادہ قرآن خواں کہتے اسی کو پہلے قبر میں اتارتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا قیامت کے دن یعنی ان کی خالص شہادت کا گواہ ہوں کہ یہ محض اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں نہ کسی دنیا کے لالچ سے اور حضرت ﷺ نے حکم کیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں میں یعنی ان کو اسی حال سے خون آلودہ دفن کروایا اور ان کے زخموں کو نہ دھلوایا اور نہ ان کو غسل دیا اور نہ ان کا جنازہ پڑھا۔

فائدہ: جنگِ احد کے دن ستر اصحاب شہید ہوئے تھے سو حضرت ﷺ نے دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کیا اور یہ حدیث فرمائی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو مردوں کو ایک کپڑے میں کفن دینا جائز ہے یہ دو طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ دونوں کو ایک چادر میں لپیٹ کر جمع کرے اور یا یہ کہ ایک کپڑے کے دو ٹکڑے کرے اور ایک ایک ٹکڑے میں دونوں کو کفن دے اور یہی معنی صحیح ہے اس لیے کہ دونوں کو ایک کپڑے میں جمع کرنا جائز نہیں کہ دونوں کے ننگے جسم آپس میں لگیں اور ان کا جنازہ اس واسطے نہ پڑھا کہ ان کو کسی دعا کی حاجت نہیں۔

۱۲۵۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ

۱۲۵۸۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک دن باہر نکلے سو اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھی مثل جنازے میت کی یعنی جیسے اور مردوں کے واسطے دعا کرتے تھے ویسے ان کے واسطے بھی دعا کی پھر منبر کی طرف پھر گئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا سو فرمایا کہ البتہ میں

إِلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ إِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَنظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّيْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

تمہارے واسطے ہراول اور پیشوا ہوں یعنی مجھ کو سفر آخرت کا قریب ہے تمہاری مغفرت کا سامان درست کرنے جاتا ہوں اور تمہارا گواہ ہوں قیامت میں اور البتہ میں اپنے حوض کوثر کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا زمین کی چابیاں دی گئیں یعنی میری امت کا سب ملکوں میں عمل ہو گا اور میں اللہ کی قسم تم پر اس سے نہیں ڈرتا کہ تم مشرک ہو جاؤ گے میرے پیچھے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کے لالچ میں کہیں نہ پڑ جاؤ اور آپس میں حسد نہ کرنے لگو۔

فائدہ: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے ان پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی جیسا کہ آپ نے زندوں اور مردوں کو وداع کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھنا درست ہے کہ حضرت ﷺ نے جنگ اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھی سو امام شافعی رحمہ اللہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ ان پر رد کرتی ہے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ حضرت ﷺ نے اُحد کے شہیدوں پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی حالانکہ حنفیہ وغیرہ منعین اس کے قائل نہیں اور بہت مدت گزر جانے کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کو درست نہیں رکھتے اور کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے ان کے واسطے دعا کی اور بخشش مانگی اور ان کو وداع کیا سو یہ دعا کرنا ثابت حکم کے نسخ پر دلالت نہیں کرتا اور طحاوی نے کہا کہ حضرت ﷺ کا اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھنا تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ پہلے حکم کا ناسخ ہو گا کہ اول اس سے شہیدوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں تھا اور یا سنت ہو گی کہ اتنی مدت کے بعد ان کا جنازہ پڑھا جائے اس سے پہلے نہ پڑھا جائے اور یا ان کا جنازہ جائز ہو گا بخلاف دوسروں کے کہ ان کا جنازہ واجب ہے سو ان صورتوں سے جس صورت کو فرض کیا جائے ہر صورت میں شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہو جائے گا سو جواب اس کا یہ ہے کہ تینوں احتمال ممنوع ہیں اس لیے کہ مراد نماز سے دعا اور استغفار ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور نیز حنفیہ بہت مدت کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنے کو درست نہیں جانتے ہیں پھر اس حدیث سے استدلال کرنا کیونکر صحیح ہو گا اور نیز یہ حصر بھی ممنوع ہے اس لیے کہ اس کے سوا اس میں اور بھی کئی احتمال ہیں احتمال ہے کہ وہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہو اور احتمال ہے کہ مراد اس سے دعا ہو کما تقدم اور نیز یہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے پس پہلے حکم کے دفع کرنے کے واسطے اس حدیث سے استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں اور نیز دوسرے احتمال کا کوئی عالم قائل نہیں، واللہ اعلم۔ اور حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک مردہ پھوٹ نہ جائے تب تک اس کی قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور چونکہ شہیدوں کا بدن نہیں پھوٹتا تو ان کا جنازہ بھی درست ہو گا اور کہتے ہیں کہ اُحد کے

دن آپ کو لڑائی میں بہت شغل تھا اس لیے ان کا جنازہ نہ پڑھ سکے سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ اُحد سے پلٹ کر گھر میں آئے تو یہ عذر دور ہو گیا تھا اس وقت ان کا جنازہ پڑھتے پھر آٹھ برس کے بعد جنازہ پڑھنے کا کیا مطلب کیا آٹھ برس تک آپ کو فرصت نہ ہوئی تھی اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں تو یہ ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی اس وقت آپ کے درمیان سے پردہ اٹھایا گیا تھا سو یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اس وقت حوض کوثر آپ کو اپنے سامنے نظر آیا اور آئندہ کی خبر دی کہ میری امت کا سب ملکوں میں عمل ہو جائے گا اور ملک فتح ہو جائیں گے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خبر کی تاکید اور تعظیم کے واسطے قسم کھانی جائز ہے اور یہ کہ حوض کوثر اب موجود ہے اور یہ کہ دنیا کا لالچ بری بلا ہے اور اس میں آدمی کے واسطے آزمائشیں اور ابتلاء ہے اور یہ کہ سفر میں راہ نگہبان وغیرہ کی تیاری کے واسطے کسی کو آگے بھیجنا جائز ہے منع نہیں اور یہ حدیث ظاہر میں پہلی حدیث کی معارض ہے کہ اس سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور اس سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے جیسا کہ ابن حزم نے کہا کہ دونوں امر جائز ہیں اور مختلف اوقات میں دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ممکن ہے یعنی کبھی پڑھ لے اور کبھی نہ پڑھے اور کہا کہ ایک کو دوسرے کے تعارض سے ترک کرنا جائز نہیں اور نہ دعویٰ نسخ درست ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ مراد مسئلے باب سے یہ ہے کہ شہید کا جنازہ درست ہے یعنی اگر پڑھ لے تو جب بھی جائز ہے اور اگر نہ پڑھے تو جب بھی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے، واللہ اعلم۔

بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ.

دو اور تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا بیان یعنی دو اور تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

۱۲۵۹ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ.

۱۲۵۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں سے دو دو مردوں کو ایک ایک کپڑے میں دفن کرتے تھے۔

فائدہ: دو لاشوں کو ایک کپڑے میں جمع کرنا مستلزم ہے اس بات کو کہ آپ نے دو دو کو ایک ایک قبر میں جمع کیا پس معلوم ہوا کہ دو مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے **وفیه المطابقة للترجمة** اور تین مردوں کو جمع کرنے کا اس حدیث میں ذکر نہیں لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ گیا ہے کہ آپ دو دو اور تین تین مردوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے اس قصے میں تین کی روایت آ چکی ہے اور سنن میں ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن انصار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم کو زخم اور تکلیف

پہنچی ہے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ فراخ اور وسیع قبریں کھودو اور تین تین لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرو وصححہ الترمذی اور ظاہر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں تین کا ذکر بھی آچکا ہے کما مو لیکن اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو عورتوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اگر ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو ضرورت کے وقت ان کو بھی ایک قبر میں اکٹھے دفن کرنا جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو جائز نہیں لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ ان کے درمیان محرمیت اور زوجیت کا علاقہ نہ ہو اور اگر یہ علاقہ ہو تو دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنا بلا ضرورت بھی جائز ہے اسی طرح تصریح کی ہے ابن صباغ وغیرہ نے لیکن مستحب ہے کہ دونوں کے درمیان مٹی سے پردہ کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ پردہ کرنا منع ہے کہ اس سے بغیر تنگی قبر کے کچھ فائدہ نہیں اور اگر دوسری لاش نابالغ لڑکے کی ہو تو وہ بھی محرم کے برابر ہے اور ہیجڑے کا بھی یہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کو ایک قبر میں اکٹھے دفن کرنا جائز ہے اور قید دو اور تین آدمی کی محض واسطے موافقت اتفاقاً حدیث کے ہے ورنہ جمہور علماء کے نزدیک ضرورت کے وقت تین سے زیادہ لاشوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَآءِ. شہید کو غسل دینے کا بیان یعنی شہید کو غسل دینا جائز نہیں

فائدہ: علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک شہید کو غسل دینا جائز نہیں چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے اُحد کے شہیدوں کے حق میں فرمایا کہ ان کو غسل نہ دو اس لیے کہ قیامت کے دن ہر زخم یا ہر خون سے مشک کی خوشبو آئے گی اور آپ نے ان پر نماز نہ پڑھی اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل دینا واجب ہے اس لیے کہ ہر میت جنبی ہوتی ہے پس اس کو غسل دینا واجب ہوگا اور یہی قول ہے حسن بصری کا اور ابن سریج شافعی سے بھی یہی قول بیان کیا گیا ہے۔

١٢٦٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوْهُمْ فِيْ دِمَآئِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

١٢٦٠۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا یعنی جنگ اُحد کے دن کہ ان شہیدوں کو ان کے خونوں سے یعنی خون آلودہ دفن کرو اور آپ نے ان کو غسل نہ دیا۔

فائدہ: اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو مطلق غسل نہ دیا جائے یہاں تک کہ اگر شہید جنبی ہو یا حیض والی عورت ہو تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور یہی قول صحیح ہے شافعیہ کا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں نے حنظلہ صحابی کی لاش کو غسل دیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ فرشتوں کا اس کو غسل دینا جنابت کی وجہ سے تھا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ

کوشہید ہونے سے پہلے نہانے کی حاجت تھی اور نیز اگر شہید کو غسل دینا واجب ہوتا تو اس کو فرشتوں کے غسل پر اکتفا نہ کیا جاتا پس معلوم ہوا کہ شہید کو غسل دینا واجب نہیں، واللہ اعلم۔ اور غسل نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر زخم سے مشک کی خوشبو آئے گی، کما تقدم۔

بَابُ مَنْ يُّقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ.

قبر میں پہلے کس کو اتارا جائے؟۔

فائدہ: یعنی اگر دو دو یا زیادہ لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرنا مطلوب ہو تو قبر میں پہلے کس کو اتارا جائے؟

وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُمِّيَ اللَّحْدَ لِأَنَّهُ فِيْ نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَآئِرٍ مُلْحِدٌ مُلْتَحَدًا مَعْدِلًا وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيْمًا كَانَ ضَرِيْحًا.

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ لحد یعنی بغلی کو لحد اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ قبر کے ایک کنارے اور قبلے کی طرف میں کھودی جاتی ہے اور وسط قبر سے پھری ہوتی ہے اور ملتحد (جو آیت ﴿ولن تجد من دونه ملتحدا﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی عدل کی جگہ ہے کہ پناہ کے واسطے اس کی طرف میل کی جاتی ہے اسی واسطے الحاد کا معنی دین سے پھرنے کا ہے اور ملحد کہتے ہیں دین سے پھرنے والے کو اور اگر قبر کی سب زمین برابر ہو اس کے اندر کسی طرف میں کوئی شق نہ کھودی جائے تو اس کو ضریح کہتے ہیں اور اسی کو شق بھی کہتے ہیں قبر کے اندر سب زمین برابر کر کے اس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اس کو صندوقی قبر کہا جاتا ہے۔

١٢٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا

١٢٦١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں سے دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو جب لوگ کسی طرف اشارہ کرتے تو آپ اس کو لحد میں پہلے اتارتے اور قبلے کی طرف مقدم کرتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا اور حکم کیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں سے اور نہ ان پر نماز پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا اور دوسری روایت کا بھی یہی معنی ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ

قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ وَأَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى أُحُدٍ أَيُّ هٰٓؤُلَآءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا یعنی دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرنے کی حاجت پڑے تو قبر میں پہلے اس کو اتارنا چاہیے جو قرآن کا زیادہ حافظ ہو وفیه المطابقة للترجمة لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ اسی وقت ہے جب کہ مردے ایک جنس کے ہوں اور اگر ایک جنس کے نہ ہوں بلکہ ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو قبر میں پہلے مرد کو اتارنا چاہیے پھر بعد اس کے لڑکے کو پھر بعد اس کے ہیجڑے کو پھر بعد اس کے عورت کو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ قرآن خواں دوسروں پر مقدم ہے کما مر فی الامامة اور اسی واسطے فقہاء اور صلحاء وغیرہ اہل فضل بھی دوسروں سے افضل ہیں۔

بَابُ الْإِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ.

گھاس اور اذخر کے قبر میں ڈالنے کا بیان یعنی اذخر اور گھاس کو حاجت کے واسطے قبر میں ڈالنا جائز ہے۔

فائدہ: اذخر ایک گھاس کا نام ہے کہ وہ بہت خوشبو دار ہوتی ہے۔

۱۲۶۲ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ

۱۲۶۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مکے کو حرام کیا یعنی اس میں لڑائی کرنی حلال نہیں سو مجھ سے پہلے بھی کسی کو مکے میں لڑنا حلال نہیں ہوا اور مجھ سے بعد بھی قیامت تک کسی کو لڑنا حلال

اللّٰهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ.

نہیں ہو گا صرف میرے واسطے ایک ساعت بھر اس میں لڑنا حلال ہوا سو اس کا گھاس نہ کاٹا جائے اور اس کا درخت نہ توڑا جائے اور اس کا شکاری جانور نہ ہانکا جائے اور اس کی گری پڑی چیز اٹھانی کسی کو جائز نہیں مگر اس کو جو اس چیز کو لوگوں میں مشہور کرے اور تلاش کر کے مالک کو پہنچا دے سو حضرت ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت! مگر اذخر کی گھاس کاٹنے کی اجازت دیجیے کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتا ہے کہ اس کو قبروں میں ڈالتے ہیں اور اس سے چاندی سونا گالتے ہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مگر اذخر کا کاٹنا درست ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہماری قبروں اور چھتوں میں کام آتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہمارے لوہاروں اور گھروں کے کام آتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھاس کو قبر میں ڈالنا درست ہے خواہ اینٹوں کے سوراخ بند کرنے کے واسطے ہو اور یا مردے کا سر اور پاؤں چھپانے کے واسطے ہو اور یا کسی اور حاجت کے واسطے ہو وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مصعب رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر گھاس ڈال دو۔

بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ.

کیا کسی سبب سے میت کو قبر اور لحد سے یعنی مٹی ڈالنے سے پہلے باہر لانا درست ہے؟۔

فائدہ: ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مردے کو قبر سے باہر لانا ہر سبب کے واسطے درست ہے اس قرینے سے کہ اس نے باب میں اثبات کی حدیثوں کو ذکر کیا ہے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مردے کو قبر سے باہر لانا مطلق درست نہیں خواہ غسل اور جنازے کے بعد دفن کیا گیا ہو یا غسل اور جنازے کے بغیر دفن کیا گیا یہ قول حنفیہ کا ہے اور نماز کے بغیر دفن کرنے میں شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت اسی طرح آئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مردے کو غسل کے بغیر دفن کیا جائے تو اس کو باہر نکالنا درست ہے تا کہ اس کو غسل دے کر پھر دفن کیا جائے اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ مردہ متغیر اور خراب نہ ہو جائے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان لوگوں پر رد کیا اور اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کا یہ قول ضعیف ہے اور ہر سبب سے

مردے کو قبر سے باہر نکالنا درست ہے خواہ اس پر مٹی ڈال چکے ہوں یا نہ ڈالی ہو اور خواہ قبر میں ہو یا بغلی میں ہو۔

١٢٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيْقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُوْ هَارُوْنَ يَحْيٰى وَكَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَانِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلْبِسْ أَبِيْ قَمِيْصَكَ الَّذِيْ يَلِيْ جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيْصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

۱۲۶۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کے پاس تشریف لائے بعد اس کے کہ قبر میں ڈالا گیا سو آپ نے اس کے نکالنے کا حکم دیا سو قبر سے نکالا گیا سو آپ نے اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اس پر آپ نے لب ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا سو اللہ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سبب سے اس پر یہ احسان کیا اور اس نے جنگ بدر کے دن آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ پہنایا تھا یعنی شاید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کرتے کے بدلے میں اس کو اپنا کرتہ پہنایا ہوگا اور ابو ہارون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کرتے تھے سو آپ کو عبداللہ کے بیٹے نے کہا کہ یا حضرت! میرے باپ کو اپنا کرتہ پہنائیے جو آپ کے بدن سے لگا ہے سفیان نے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو اپنا کرتہ پہنایا بدلے اس عمل کے جو اس نے کیا تھا یعنی عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ دیا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کے واسطے مردے کو قبر سے باہر نکالنا درست ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کو قبر سے باہر نکلوایا وفیه المطابقة للجزء الاول من الترجمة اور مفصل بیان اس حدیث کا باب الکفن فی القمیص ......الخ میں گزر چکا ہے۔

١٢٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِيْ أَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِيْ إِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ

۱۲۶۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اُحد کی جنگ میں حاضر ہوا تو میرے باپ نے مجھ کو رات سے بلایا اور کہا کہ میں تو اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں مقتول ہونے والا ہوں لوگوں میں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے پہلے شہید ہوں گے یعنی مجھ کو خواب میں معلوم ہوا ہے میں اول لوگوں میں مارا جاؤں گا اور میں اپنے پیچھے تجھ سے زیادہ تر عزیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں چھوڑتا ہوں اور مجھ پر قرض

اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَّدُفِنَ مَعَهُ اٰخَرُ فِيْ قَبْرٍ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْاٰخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ.

ہے سو اس کو ادا کیجیے اور میری وصیت قبول کر و اپنی بہنوں کے ساتھ بہتری کرنے کی (جابر نے کہا) سو ہم نے صبح کی سو سب سے پہلے میرا باپ شہید ہوا اور میں نے ایک اور آدمی کو اس کے ساتھ قبر میں دفن کیا یعنی دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا پھر مجھ کو اچھا نہ لگا کہ اس کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں کہ میں نے اس کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا پس ناگہاں وہ اس دن کی طرح تھا جس دن کہ میں نے اس کو قبر میں رکھا یعنی اس کا سب بدن صحیح سالم تھا گویا کہ آج ہی دفن کیا ہے سوائے تھوڑی چیز کے کان میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کو دفن کے بعد قبر سے نکالنا درست ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکال کر دوسری قبر میں تنہا دفن کیا اور پہلے وہ لحد میں تھا وفیہ المطابقۃ للجزء الثانی من الترجمۃ پہلی حدیث میں اس مصلحت کا ذکر ہے جو میت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جیسا کہ زیادتی برکت کی مطلوب ہوا اور اس حدیث میں اس مصلحت کا ذکر ہے جو زندہ سے متعلق ہے اس لیے کہ ایک میت کو دوسرے کے ساتھ دفن کرنے سے کچھ نقصان نہیں اور عینی نے نووی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مردے کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کرنا کسی کے نزدیک منع نہیں اور معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو قبر سے نکالا اور طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ایک قبر سے دوسری کی طرف منتقل ہوئے۔ اور نیز عینی نے نقل کیا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں وسعت کی اور اس کو فراخ کیا تو آس پاس کی قبریں کھدوا ڈالیں اور کہا کہ ان کو مقبرہ بقیع کی طرف لے جاؤ اور وہاں پر دفن کرو لیکن حنفیہ جو قبر کھودنے اور اس سے میت نکالنے کو جائز نہیں رکھتے تو کہتے ہیں کہ یہ عذر کے سبب سے تھا جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر مذہب حنفیہ کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مردے کو قبر سے نکالنا مطلق درست نہیں خواہ ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو اور اگر بالفرض تسلیم کیا جائے کہ عذر سے ان کے نزدیک بھی درست ہے تو پھر کہا جائے گا کہ جو میت کہ غسل اور جنازے کے بغیر دفن کی جائے اس کو حنفیہ قبر سے نکالنا کیوں درست نہیں رکھتے کہ میت کو غسل دینا اور جنازہ پڑھنا بھی ایک عذر ہے بلکہ سب عذروں سے زیادہ قوی عذر ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنی بات کو محض خلجان دل کی وجہ سے نکالا کہ ان کو تنہا دفن کروں دوسرا ان کے ساتھ نہ رہے اس کے سوا وہاں کوئی مطلق سبب اور عذر نہ تھا پس اس کو عذر پر محمول کرنا انصاف کا خون کرنا ہے اور اگر حنفیہ عذر کی وجہ سے مردے کو قبر سے نکالنا درست جانتے ہیں تو پھر جھگڑا فیصل ہوا اور اختلاف رفع ہوا اور ثابت ہوا کہ

سبب کے ساتھ مردے کو قبر سے نکالنا بالاتفاق درست ہے لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا اور دوسری قبر میں تنہا دفن کیا اور مؤطا میں ہے کہ عمرو بن جموح اور عبداللہ کی قبر کو سیلاب کے پانی نے اکھاڑ دیا اور دونوں ایک قبر میں تھے سو ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کو اس مکان سے منتقل کر کے دوسری جگہ دفن کیا جائے سو دیکھا تو ان کا بدن کچھ متغیر نہیں ہوا تھا ایسے صحیح سالم تھے کہ گویا کل دفن ہوئے ہیں اور جنگ احد اور ان کے کھودنے کے درمیان چھتالیس برس کا عرصہ گزرا تھا اور یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہے جس میں تنہا دفن کرنے کا ذکر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مؤطا کی حدیث میں ایک قبر میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایک کی قبر دوسرے سے متصل تھی اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھی اور یا سیلاب کے پانی نے ایک قبر کو اندر سے پھاڑ دیا تھا سو دونوں مل کر ایک ہو گئی تھیں پس تعارض دفع ہو گیا، واللہ اعلم۔

فائدہ: شہید کا بدن قبر میں متغیر نہیں ہوتا اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صحابی کا بدن چھیالیس برس تک قبر میں سلامت تھا۔

١٢٦٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِيْ رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتّٰى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ.

١٢٦٥۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے باپ کے ساتھ ایک مرد دفن کیا گیا سو مجھ کو اچھا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اس کو قبر سے نکالا اور علیحدہ ایک قبر میں دفن کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی اولاد کے ساتھ نیکی کرے اور نیز اس سے جابر رضی اللہ عنہ کے باپ کی کرامت ثابت ہوئی کہ جیسا انہوں نے گمان کیا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور اتنی مدت طویل تک ان کا بدن زمین نے نہ گلایا اور ظاہراً یہ کرامت ان کو شہادت کی وجہ سے نصیب ہوئی پس معلوم ہوا کہ شہید کا بدن زمین میں متغیر نہیں ہوتا اور مٹی وغیرہ کوئی چیز اس کے بدن کو نہیں کھاتی ہمیشہ صحیح سالم رہتا ہے گویا کہ آج دفن ہوا ہو۔

بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ.

قبر میں بغلی کھودنی اور شق کرنے کا بیان۔

فائدہ: لحد اس جگہ کو کہتے ہیں جو قبر کے اندر مردہ رکھنے کے واسطے قبلے کی طرف میں زمین کھودی جاتی ہے اور شق اس قبر کو کہتے ہیں جس کے اندر بغلی نہ کھودی جائے بلکہ قبر کے اندر کی ساری زمین برابر اور ہموار رکھی جائے اس کو صندوقی قبر کہتے ہیں سو خواہ لحد ہو اور خواہ شق ہو دونوں طرح سے قبر کھودنی جائز ہے اور دونوں میں مردوں کو دفن کرنا درست ہے لیکن لحد کھودنا افضل ہے اس لیے کہ ابوداؤد وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لحد ہمارے واسطے ہے یعنی مسلمانوں کے واسطے اور شق غیروں کے واسطے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی لحد میں دفن کیے گئے۔

١٢٦٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

۱۲۶۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں سے دو دو مردوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو لوگ جس کی طرف اشارہ کرتے آپ اسی کو لحد میں پہلے اتارتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا قیامت کے دن اور حکم دیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں میں اور ان کو غسل نہ دیا۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں شق کا ذکر نہیں بلکہ ظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو دو لاشوں کو بغلی میں دفن کیا گیا تھا پس یہ حدیث ترجمہ باب سے موافق نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ پہلے مردے کو لحد میں رکھا گیا ہو اور دوسرے کو شق میں رکھا گیا ہو اس لیے کہ دو لاشوں کو گنجائش ایک لحد میں مشکل ہوتی ہے **وفیہ المطابقة للترجمة** اور احتمال ہے کہ شق کا ذکر تنبیہ کے واسطے ہو اس بات پر کہ لحد شق سے افضل ہے اس لیے کہ شہیدوں کو لحد میں دفن کیا گیا تھا اس کے باوجود کہ اس میں بہت تکلیف ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ.

جب نابالغ لڑکا اسلام لائے اور بعد اس کے مر جائے تو کیا اس پر نماز پڑھی جائے یا نہیں؟۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے اور اگر اسلام لانے کے بعد مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ نابالغ لڑکے کا اسلام معتبر اور صحیح ہے اور اگر مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یہاں تک کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہو اور صرف ایک ہی بار آواز کر کے مر جائے تو اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا کہ ان کے نزدیک بھی نابالغ لڑکے کا اسلام معتبر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑکپن میں اسلام لائے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام کو معتبر رکھا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور زفر کے نزدیک نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح نہیں اور اس کا جنازہ پڑھنا درست نہیں اس لیے کہ وہ اسلام میں اپنے والدین کے تابع ہے اور تبعیت اصالت کے منافی ہے اور یہی قول سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اس کا جنازہ درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتا ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے ورنہ نہیں۔

وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ. اور کیا نابالغ لڑکے پر اسلام پیش کیا جائے یعنی اس کو کہا جائے کہ کیا تو اسلام قبول کرتا ہے یا نہ کہا جائے؟۔

فائدہ: اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے سو جو لوگ کہ اس کے اسلام کو صحیح جانتے ہیں ان کے نزدیک اس پر اسلام کا پیش کرنا درست ہے اور جو لوگ اس کے اسلام کو صحیح نہیں جانتے ان کے نزدیک اس پر اسلام پیش کرنا بھی درست نہیں اور اس ترجمے میں اشارہ ہے اس طرف کہ نابالغ لڑکے پر اسلام کا پیش کرنا واجب اور لازم نہیں جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ. اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شریح رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب والدین میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو لڑکا نابالغ مسلمان کے تابع ہے۔

فائدہ: یعنی لڑکے کو بھی اسلام کا حکم دیا جائے گا پس معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے ورنہ مسلمان کے تابع ہونے کا کوئی معنی نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيْهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهِ. اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ماں کے ساتھ تھے مغلوب اور بے بس لوگوں سے تھے اور اپنے باپ کے اپنی قوم کے دین پر نہ تھے کہ وہ مشرک تھے۔

فائدہ: بعض لوگ مکے میں اسلام لائے تھے سو کافر ان کو ایذا دیتے تھے اور تکلیف پہنچاتے تھے اور وہ ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ کافروں کی تکلیف سے آرام پائیں اس لیے کہ اللہ نے ان کو بے بس فرمایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی ماں کے ساتھ انہیں بے بس لوگوں میں تھے اور ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے پس معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام صحیح نہ ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ماں کے ساتھ نہ رہتے بلکہ اپنے باپ کے تابع ہوتے، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى. اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام بلند اور غالب ہوتا ہے اور مغلوب اور پست نہیں ہوتا۔

فائدہ: ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جیسا کہ ابن حزم نے محلی میں نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر یہودیہ یا نصرانیہ عورت یہودی یا نصرانی کے نکاح میں اسلام لائے تو ان کے درمیان تفریق کی جائے اور ان کا نکاح توڑ دیا جائے کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا پس اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوا کہ اگر نابالغ لڑکا خود اسلام لائے اور یا اس کے والدین سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کا اسلام صحیح ہوگا اور اس پر اسلام کا حکم کیا جائے اگرچہ بالغ ہونے تک احکام شرع کی تکلیف اس سے موقوف ہے اس لیے کہ اسلام

غالب ہوتا ہے اور اگر اس کے اسلام کو صحیح نہ کہا جائے تو اسلام غالب نہیں رہے گا بلکہ مغلوب ہوگا وفیہ المطابقۃ للترجمۃ پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں بہت حدیثوں کو ذکر کیا اور نابالغ کے اسلام کے صحیح ہونے کو ثابت کیا پہلی حدیث ان میں سے یہ ہے۔

١٢٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ فَرَفَضَهُ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهِ فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرَى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ

١٢٦٧۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے سو انہوں نے اس کو لڑکوں میں کھیلتے پایا بنی مغالہ (ایک قبیلے کا نام ہے) کے ٹیلے کے پاس اور ابن صیاد بلوغت کے قریب پہنچا تھا یعنی ابھی بالغ نہیں ہوا تھا سو اس کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اس کی پیٹھ پر مارا پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں پھر ابن صیاد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور پھر اسلام کو اس پر پیش نہ کیا یعنی اس کے اسلام سے ناامید ہوئے اور فرمایا کہ میں ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تجھ کو کیا نظر آتا ہے کہ تو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کہا کہ میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی آتا ہے یا میری خبر کبھی سچی بھی پڑتی ہے اور کبھی جھوٹی پڑتی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کام تجھ پر خلط ملط ہو گیا ہے یعنی جیسے کہ تیری سچی خبر جھوٹی خبر سے مخلوط ہو گئی ویسے ہی تیری کہانت رسالت سے مشتبہ ہو گئی ہے کہ در اصل تو کاہن ہے اور شیطان کے دھوکے سے اپنے آپ کو رسول خیال کرتا ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ میں نے تیرے واسطے ایک چیز چھپائی ہے

يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ يَعْنِيْ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةٌ فَرَفَصَهُ وَقَالَ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

یعنی تیرے امتحان کے واسطے اپنے دل میں ایک چیز چھپاتا ہوں سو بتلا تو وہ کیا ہے (اور آپ نے اپنے دل میں سورۂ دخان کو چھپایا تھا) سو ابن صیاد نے کہا کہ وہ دخ ہے یعنی پوری آیت کو نہ بتلا سکا ناقص لفظ بتلایا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دور ہوا ے مردود! تو اپنی قدر سے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا یعنی تو کاہن ہے کہانت کے درجہ سے بڑھ کر رسالت کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکے گا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت! مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماروں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابن صیاد حقیقت میں دجال ہے تو تجھ کو اس پر قابو نہ ملے گا اور اگر ابن صیاد دجال نہیں تو اس کے قتل کرنے میں کچھ بہتری نہیں کہ وہ نابالغ ہے اور اہل ذمہ میں سے ہے سالم نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہتے تھے کہ پھر اس کے بعد ایک روز حضرت ﷺ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کھجوروں کی طرف گئے جن میں ابن صیاد تھا اور حضرت ﷺ حیلہ کرتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں یعنی درخت کی آڑ میں ہو کر چاہا کہ اس سے کچھ سنیں کہ کیا کہتا ہے تا کہ اس کا حال معلوم ہو پہلے اس سے کہ آپ کو ابن صیاد دیکھے سو حضرت ﷺ نے اس کو دیکھا کہ وہ کپڑا اوڑھے لیٹا ہے کچھ غن غن کرتا ہے کچھ سمجھا نہیں جاتا سو ابن صیاد کی ماں نے حضرت ﷺ کو دیکھ لیا اور حضرت ﷺ کھجور کی ٹہنیوں سے چھپتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے سو کہا کہ ابن صیاد! دیکھ کہ محمد آئے سو ابن صیاد اٹھ کھڑا ہوا اور چپ ہو گیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابن صیاد کی ماں اس کو چھوڑتی تو اپنا حال ظاہر کرتا اور اس کا حال بخوبی معلوم ہو جاتا کہ کیا کہتا ہے۔

فائدہ: حضرت ﷺ کے وقت مدینے کے یہودیوں میں ایک لڑکا ابن صیاد نام کا پیدا ہوا تھا اس کے حالات عجیب و

غریب تھے کاہن اور نجومی تھا اکثر باتیں غیب کی جنوں سے دریافت کر کے لوگوں کو بتلاتا تھا اول پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہوگیا تھا پھر بعد اس کے گم ہوگیا تھا کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا بعض اصحاب کو گمان تھا کہ شاید یہی دجال موعود ہے اس واسطے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں اس کی گردن کاٹوں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی حقیقت میں دجال ہے تو تو اس کو نہ مار سکے گا اس واسطے کہ دجال کی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدور ہے اور اگر یہ دجال نہیں تو اس کے دھوکے سے اس کو مارنے کا کیا فائدہ اور پہلے حضرت ﷺ کو بھی شبہ تھا کہ شاید یہی دجال موعود ہے لیکن جب تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کو دجال کا حال سنایا تو آپ کا شبہ دفع ہوگیا اور یقین ہوگیا کہ یہ دجال موعود نہیں کوئی دوسرا فتنہ ہے واللہ اعلم۔ اور غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ نابالغ لڑکے پر اسلام کو پیش کرنا جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے ابن صیاد پر اسلام کو پیش کیا اور فرمایا کہ کیا کہ تو گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ابن صیاد اس وقت نابالغ تھا جوان نہیں تھا و فیہ المطابقة للترجمة و سیاتی الکلام علیہ مستوفی فی کتاب الجهاد انشاء اللہ تعالیٰ۔

١٢٦٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ.

١٢٦٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا سو وہ بیمار ہوا اور حضرت ﷺ اس کی خبر پوچھنے کو آئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے سو آپ نے اس کو فرمایا کہ مسلمان ہو جا اور کلمہ پڑھ سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا یعنی کیا میں مسلمان ہو جاؤں اور وہ اس کے پاس بیٹھا تھا سو اس کے باپ نے کہا کہ ابو القاسم (یہ حضرت ﷺ کی کنیت ہے) کا کہا مان لے سو وہ لڑکا مسلمان ہوگیا سو حضرت ﷺ وہاں سے نکلے اور فرماتے تھے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس کو دوزخ سے بچایا اور نجات دی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لڑکے نابالغ پر اسلام کو پیش کرنا درست ہے اور اس کا اسلام صحیح اور معتبر ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام صحیح نہ ہوتا تو حضرت ﷺ اس پر اسلام کو پیش نہ کرتے اور اگر اس کا اسلام قبول نہ ہوتا تو اس کو دوزخ سے نجات دینے کے کوئی معنی نہ تھے پس معلوم ہوا کہ اس کا اسلام صحیح ہوگیا تھا و فیہ المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک سے خدمت لینی اور اس کی عیادت کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے سے خدمت لینی جائز ہے اگرچہ وہ لڑکا کسی دوسرے کا ہو۔

۱۲۶۹ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ يَزِيْدَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَأُمِّيْ مِنَ النِّسَآءِ.

۱۲۶۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور میری ماں بے بس اور کمزور لوگوں سے تھے میں لڑکوں سے تھا اور میری ماں عورتوں سے تھی۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور مقبول ہے، **كما مر وفيه المطابقة للترجمة.**

۱۲۷۰ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ مِّنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدَّعِيْ أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوْهُ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَّا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الْأٰيَةَ.

۱۲۷۰۔ حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہر لڑکے مردہ پر نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسی عورت گمراہ کا جنا ہو یعنی زانیہ کا لڑکا ہو یا کافرہ کا ہو اس واسطے کہ وہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوا اور اس کے ماں باپ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں یا فقط اس کا باپ اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور اگرچہ اس کی ماں اسلام کے طریقے پر نہ ہو جب پیدا ہو کر چیخ مارے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یعنی اگرچہ اسی وقت فوراً مر جائے اس واسطے کہ چلانا زندگی کی نشانی ہے اور اگر پیدا ہو کر فوراً مر جائے اور مطلق کچھ آواز نہ کرے اور اس کی زندگی کی کوئی نشانی ظاہر نہ ہو تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے کہ وہ کچا بچہ گرا ہے (اور اگر بچہ پیدا ہو کر حرکت کرے یا دودھ پیئے یا چھینک مارے اور پھر مر جائے تو اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے کہ وہ بھی اس کی زندگی کی نشانی ہے) اس واسطے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوتا مگر کہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوتا ہے اور اسلام کو قبول کرنے کی فطرتی استعداد اس میں موجود ہے (یعنی انسان کی اصل پیدائش اور فطرت میں اسلام قبول کرنے کا مادہ رکھا گیا ہے جیسا کہ مثلاً پتھر کی طبیعت میں نیچے کو جھکنا رکھا گیا ہے سو اگر اس کو نظر صحیح کرنے کی فرصت ملے اور کوئی مانع پیش نہ

آئے تو بیشک اسلام کو قبول کرے اور حق اور باطل میں فرق کر لے) سو اس کے ماں باپ اس کو یہودی کرتے ہیں یا نصرانی کرتے ہیں یا مجوسی کرتے ہیں (یعنی جس دین مذہب پر اس کے ماں باپ ہوتے ہیں اسی پر اس کو کر لیتے ہیں لیکن اس سے اس کی اصل استعداد دور نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ اس کی طبیعت میں قائم رہتی ہے اور جس وقت مانع دور ہو اسی وقت پھر ظاہر ہو جاتی ہے) جیسا کہ چوپایہ چوپائے کو پورا اور کامل جنتا ہے کیا تم ان میں کسی کو ہاتھ اور ناک اور کان کٹا دیکھتے ہو (یعنی جب چوپائے کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے اعضاء درست ہوتے ہیں سو بعد اس کے اگر اس کو کوئی آفت خارج سے نہ پہنچے تو اپنے حال پر رہتا ہے جیسا کہ پیدا ہوا تھا اور اگر کوئی آفت پہنچ جائے تو اس کا کوئی عضو ناقص ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کی فطرت کا حال ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اسلام کو قبول کرتا ہے اور اگر کوئی مانع پیش آ جائے تو اس سے رک جاتا ہے) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ کے دین کی پیروی کرو بوجہ اس کے تراش کے جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین سیدھا۔

فائدہ: مراد ابن شہاب رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ ولد الزنا کا جنازہ پڑھنا درست ہے اس لیے کہ اس کے ماں باپ کے اسلام کی وجہ سے اس پر بھی اسلام کا حکم کیا جاتا ہے کہ وہ اس کے تابع ہے اور تابع اور متبوع کا ایک حکم ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ کسی نے نہیں کہا کہ ولد الزنا کا جنازہ نہ پڑھا جائے مگر قتادہ رحمہ اللہ نے یعنی سب علماء کے نزدیک ولد الزنا کا جنازہ پڑھنا درست ہے مگر قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور مقبول ہے کہ وہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوا اور اسلام کے قبول کرنے کی فطرتی استعداد اس میں ہر وقت موجود ہے بالغ ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ورنہ اس میں فطرتی استعداد ہونے کے کوئی معنی نہ ہوں گے اور یا کہا جائے گا کہ اگر ماں باپ اس کے دونوں مسلمان ہوں اور یا دونوں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا مسلمان کے تابع ہوگا اس پر اسلام کا حکم کیا جائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اس واسطے کہ وہ اسلام کے طریقے

پر پیدا ہوا اور جب اس کا جنازہ درست ہوا اور اس پر اسلام کا حکم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور معتبر ہے کہ بغیر اسلام کے جنازہ درست ہے اور نیز اس صورت میں تابع ہونے کے کوئی معنی نہ ہوں گے، وفیہ المطابقۃ للترجمہ واللہ اعلم۔

۱۲۷۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾.

۱۲۷۱۔ ترجمہ اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

جب کوئی مشرک موت کے وقت کلمہ پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

فائدہ: علماء کہتے کہ اگر تغرغر اور نزع کے وقت سے پہلے کلمہ پڑھے تو بالاتفاق مقبول ہے اور اگر عین نزع اور جان قبض کی حالت میں کلمہ پڑھے تو بالاتفاق مقبول نہیں۔

۱۲۷۲ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أُمَيَّةَ بْنِ

۱۲۷۲۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کی موت قریب ہوئی (یعنی موت کی نشانیاں ظاہر ہوئیں اور مرنے لگا) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے سو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کو وہاں موجود پایا سو آپ نے فرمایا کہ اے چچا کہہ لا الہ الا اللہ کہ اس کلمے کو میں اللہ کے نزدیک اس کلمے کہنے کے سبب سے تیرے واسطے جھگڑوں گا یعنی تیرے اسلام کی گواہی دے کر تجھ کو

الْمُغِيْرَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِىْ طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِىْ أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ الْاٰيَةَ.

بخشاؤں گا (سو جب حضرت ﷺ نے ابو طالب کو یہ فرمایا) تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب! کیا تو عبدالمطلب کے دین کو چھوڑتا ہے سو ہمیشہ حضرت ﷺ کلمے کو اس پر پیش کرتے رہے اور کلمہ کہنے کو فرماتے رہے اور وہ شیطان اس کو اسی طرح ورغلاتے رہے اور بار بار یہی بات کہتے تھے کہ عبدالمطلب یعنی اپنے باپ کے دین سے پھرتا ہے یہاں تک کہ ابو طالب نے آخر کو یہی کہا کہ وہ شخص عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہے اور کلمہ کہنے سے انکار کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خبردار ہو اللہ کی قسم میں تیرے واسطے بخشش مانگے جاؤں گا جب تک کہ مجھ کو تیری بخشش مانگنے سے روک نہ دیا جائے سو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ پیغمبر اور ایمانداروں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے واسطے دعا کریں مغفرت کی اگرچہ ان کے قرابتی ہوں اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا ہے کہ مشرک دوزخی ہیں۔

فائدہ: ابو طالب حضرت ﷺ کے چچا حضرت ﷺ پر نہایت فدا رہتے تھے اس واسطے حضرت ﷺ کو ان کی مغفرت کی بہت آرزو تھی اس لیے حضرت ﷺ ابو طالب کے مرنے کے بعد بھی اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگتے رہے آخر کو یہ آیت اتری اور مشرکوں کی مغفرت بھی مانگنی منع ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مشرک جان قبض کے وقت سے پہلے کلمہ پڑھے اور اسلام لائے تو اس کا اسلام مقبول ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام قبول نہ ہوتا تو حضرت ﷺ ابو طالب کو مرتے وقت کلمہ پڑھنا نہ فرماتے اور اسلام کی دعوت نہ دیتے وفیه المطابقة للترجمة لیکن یہ اسلام لانا اور لا الہ الا اللہ کہنا اس وقت مقبول ہے جب کہ آدمی ہوش میں ہو اور خوب سمجھ سکتا ہو اور اگر تغرغر اور بے ہوشی کے وقت کلمہ پڑھے تو مقبول نہیں، کما مر واللہ اعلم۔

بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ وَأَوْصٰى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُّجْعَلَ فِيْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ.

درخت کی چھڑی کے قبر پر رکھنے کا بیان یعنی درخت کی چھڑی کو قبر پر رکھنا یا گاڑنا درست ہے یا نہیں؟ اور بریدہ رضی اللہ عنہ صحابی نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری قبر پر دو چھڑیاں رکھی جائیں۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ احتمال ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے قبر پر چھڑیوں کا گاڑنا ہو کہ حضرت ﷺ نے دو شخصوں کی قبر پر دو چھڑیاں گاڑی تھیں اور احتمال ہے کہ مراد اس سے چھڑیوں کا قبر کے اندر رکھنا ہو اس واسطے کہ کھجور کی چھڑیوں میں برکت ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن میں پاک درخت فرمایا لیکن پہلا احتمال بہت ظاہر ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی مراد چھڑیوں کا قبر پر گاڑنا ہے قبر کے اندر رکھنا مراد نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ نے دو قبروں کی حدیث کو اخیر باب میں بیان کیا ہے اور شاید کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو مردوں کی حدیث عام ہے ان دونوں کے ساتھ خاص نہیں ابن رشید نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر چھڑیوں کا رکھنا انہیں دو آدمیوں کے ساتھ خاص تھا جن کی قبر پر حضرت ﷺ نے چھڑیوں کو رکھا ان کے سوا اور کسی کی قبر پر چھڑی گاڑنا درست نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو اس کے پیچھے لایا ہے کہ سوائے عمل کے مردے کو کوئی چیز نفع نہیں دیتی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے تصرف سے ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ قبر پر چھڑیوں کا رکھنا ان دو آدمیوں کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ ہر مردے کی قبر پر چھڑی کا گاڑنا جائز ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کا یہ جواب ہے کہ قبر پر خیمہ کھڑا کرنے میں کوئی ایسی چیز وارد نہیں ہوئی کہ میت کو اس کا نفع پہنچے بخلاف چھڑیوں کے کہ ان کا قبر پر رکھنا حضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہو چکا ہے پس وہ درست ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے احتمال ہے کہ یہ فعل اسی شخص کے ساتھ خاص ہو جس کو اللہ میت کے حال کی اطلاع کر دے۔

وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلٰي قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ کھڑا ہوا دیکھا سو کہا کہ اے غلام اس کو دور کر اور اکھاڑ دے کہ صرف اس کو تو اپنا عمل ہی سایہ کرتا ہے یعنی اپنے عمل کے سوا مردے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔

فائدہ: علماء سلف کو اس مسئلے میں اختلاف ہے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور ابراہیم نخعی نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری قبر پر خیمہ کھڑا نہیں کرنا اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ قبر پر خیمہ کھڑا کرنا مکروہ ہے اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ اگر خوف ہو کہ کوئی قبر کو کھود ڈالے گا تو دو تین دن تک خیمہ کھڑا کرنا جائز ہے کذا نقلہ العینی فی شرح البخاری اور مناسبت ان اثروں کی باب سے شاید بوجہ اشتراک کے ہے کہ قبر پر صفت کرنے میں بعض قسم اس کی مستحب ہے جیسا کہ چھڑیوں کا قبر پر رکھنا ہے اور بعض بے فائدہ اور لایعنی ہیں جیسا کہ سایہ کرنا ہے مگر سایہ وغیرہ کسی غرض صحیح کے واسطے ہو تو درست ہے اور بعض قسم مباح ہیں جیسا کہ خارجہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔

وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهُ.

اور خارجہ بن زید نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور ہم نوجوان تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور ہم سب میں زیادہ تر سخت کودنے میں وہ شخص تھا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو کود کر آگے بڑھ جائے یعنی ان کی قبر بہت بلند تھی ہر کوئی اس کو نہیں کود سکتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو زمین سے اونچا اور بلند کرنا درست ہے پس قبر پر چھڑی کو گاڑنا بھی درست ہوگا کہ زمین سے اونچا ہونے میں دونوں مشترک ہیں وفیہ المطابقة للترجمة اور ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے سوا کوئی چیز میت کو نفع نہیں دیتی اور قبر کو بلند کرنا اور اس پر بیٹھنا قبر کو صورۃً مضر نہیں لیکن باعتبار معنی کے مضر ہے کہ لوگ اس پر بیٹھ کر بے فائدہ کلام کریں۔

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلٰى قَبْرٍ وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ.

اور عثمان بن حکیم نے کہا کہ خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑا سو مجھ کو قبر پر بٹھایا اور مجھ کو اپنے چچا یزید بن ثابت سے خبر دی کہ وہ کہتے تھے کہ قبر پر بیٹھنا صرف اسی کو منع ہے جو اس پر بول و براز کرے اور بیہودہ بات چیت کرے کہ اس سے میت کو ایذا پہنچتی ہے۔

فائدہ: یعنی اگر پیشاب اور پاخانہ کے واسطے قبر پر بیٹھے تو منع ہے اور اگر یہ غرض نہ ہو تو درست ہے اور اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ قبر پر بیٹھنا مطلق منع ہے خواہ بول و براز کے واسطے بیٹھے یا یوں ہی بیٹھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر پیشاب اور پاخانے کے واسطے قبر پر بیٹھے تو درست نہیں اور اگر یہ غرض نہ ہو تو درست ہے اور موافق نقل طحاوی کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور جمہور علماء جو قبر پر بیٹھنے کو مطلق منع کرتے ہیں تو دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن حزم سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو قبر پر تکیہ لگائے دیکھا سو فرمایا کہ قبر والے کو ایذا مت دے سو یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا ہے بول و براز نہیں اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا نہیں بلکہ مراد اس سے پیشاب اور پاخانہ ہے یعنی قبر پر پیشاب اور پاخانہ نہ بیٹھو اور ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تاویل مردود ہے اس لیے کہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صریح آچکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ البتہ آدمی کا بیٹھنا انگارے پر کہ اس کا کپڑا جلا کر کھال کو پہنچ جائے بہتر ہے اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے اور کہا کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا کہ وہ پاخانے کے واسطے

اپنے کپڑے پر بیٹھے یعنی اگر پاخانہ بیٹھنا مراد ہوتا تو کپڑا جلانے کے ساتھ تشبیہ دینے کے کوئی معنی نہ تھے اس لیے کہ اگر پاخانہ کے وقت کوئی آدمی کپڑے پر نہیں بیٹھتا بلکہ ننگا ہو کر زمین پر بیٹھتا ہے اس وقت کپڑا اس کے نیچے نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا ہے بول و براز مراد نہیں اور ابن بطال نے کہا کہ بول و براز مراد لینا بہت بعید ہے اس واسطے کہ قبر پر بیٹھنا زیادہ تر قبیح ہے مکروہ ہونے سے مکروہ تو صرف مشہور بیٹھنا ہے یعنی قبر پر پاخانے کے لیے بیٹھنا تو حرام کے قریب ہے پھر اس کو مکروہ کہنے کے کوئی معنی نہیں۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.

اور حضرت نافع رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ جو قبر پر بیٹھنے کے باب میں آثار وارد ہوئے ہیں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا عموم کہ عمل کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دیتی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جیسا کہ مردے کو سائے سے کچھ فائدہ نہیں ویسا ہی قبر پر بیٹھنے سے اس کو کچھ نقصان نہیں، واللہ اعلم بالصواب باقی رہا یہ مسئلہ کہ نماز اور روزے اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے یا نہیں سو اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ بدنی عبادتوں کا ثواب بھی مردے کو پہنچتا ہے اور یہی قول ہے بعض اصحاب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی نماز روزے وغیرہ نیک عملوں سے کوئی عمل کرے اور اس سے آدھا اپنے باپ یا ماں کو پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے گا اور نیز کہا کہ میت کو ہر چیز کا ثواب پہنچتا ہے خواہ صدقہ ہو یا کچھ اور ہو اور نیز کہا کہ تین بار آیۃ الکرسی پڑھ اور تین بار قل ھو اللہ احد پڑھ اور کہو کہ اے الٰہی! اس کا ثواب قبروں والوں کو پہنچا دے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ بدنی عبادتوں کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا انتہی کلام ابن القیم اور دلائل اس کے ثمار التنکیت میں مذکور ہیں شائق اس کا مطالعہ کرے۔

١٢٧٣ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ

١٢٧٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے کہ ان میں مردوں کو عذاب ہوتا تھا سو فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہوتا ہے اور ان کو کسی مشکل کام کے سبب سے عذاب نہیں ہوتا ان دونوں سے ایک تو اپنے پیشاب سے کنارہ نہیں کرتا تھا یعنی پیشاب کے وقت اس کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کے واسطے آمدورفت کیا کرتا تھا یعنی ایک دوسرے کی چغلی کر کے آپس

ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا.

میں فساد ڈلواتا تھا پھر حضرت ﷺ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی پکڑی سو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا پھر ہر قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا سو لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ نے یہ کام کس واسطے کیا فرمایا کہ امید ہے کہ ان سے عذاب کی تخفیف کی جائے جب تک کہ وہ خشک نہ ہوں یعنی اس واسطے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تو اللہ کی تسبیح کریں گی اس کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر درخت کی چھڑی گاڑنی درست بلکہ مستحب ہے مگر ضروری ہے کہ چھڑی تر و تازہ ہو خشک نہ ہو اس لیے کہ وہ حیاتی کے سبب سے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور جب تک وہ اللہ کی تسبیح کرے گی اس کی برکت سے مردے کو عذاب میں تخفیف ہوگی کہ تسبیح ہمسائے کی نجات کا سبب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر درخت لگانا درست ہے کہ وہ بھی مردے کی نجات کا سبب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا برحق ہے اور یہ جو فرمایا کہ ان کو مشکل کام کے سبب سے عذاب نہیں ہوتا تو اس کا معنی دو طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ وہ گناہ ان کے خیال میں بڑا نہیں تھا نہ یہ کہ اللہ کے نزدیک بھی بڑا نہ تھا دوسرا یہ کہ اس گناہ سے بچنا ان پر مشکل نہیں تھا اس لیے کہ بول اور چغلی سے بچنا مشکل امر نہیں جو آدمی سے نہ ہوسکے بلکہ بہت آسان ہے۔

بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ.

عالم اور محدث کا قبر کے پاس وعظ کرنا اور اس کے یاروں کا اس کے گرد بیٹھ کر وعظ سننا۔

فائدہ: درست بلکہ مستحب ہے کہ اس سے زندوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور مردے کو بھی فائدہ ہوتا ہے زندوں کو اس سے نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور مردے پر رحمت نازل ہوتی ہے بعد اس کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے بعض لفظوں کی تفسیر کی جو وعظ اور عذاب قبر سے مناسبت رکھتی ہے سو کہا۔

یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ الْاَجْدَاثُ الْقُبُوْرُ.

یعنی نکل پڑیں قبروں سے جیسے ٹڈی۔

فائدہ: یہ آیت سورت معارج میں ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ اس آیت میں اجداث کا معنی قبریں ہیں۔

بُعْثِرَتْ اُثِیْرَتْ.

یعنی لفظ بعثرت (جو آیت ﴿اذا القبور بعثرت﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی اُثیرت ہے یعنی جب کہ قبریں نیچے اوپر کی جائیں گی اور مردے اٹھائے جائیں تو جان لے ہر جی جو آگے بھیجا۔

بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ أَيْ جَعَلْتُ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ. یعنی میں نے اپنے حوض کو اٹھایا اس کے نیچے کو اوپر کیا

فائدہ: یہ عرب کا محاورہ ہے جب وہ لوگ اپنے حوض کو تہ بالا کرتے ہیں تو اس وقت یہ لفظ بولتے ہیں اور یہ شہادت ہے اس بات کی کہ (بعثرت) کا معنی نیچے اوپر کرنے کا ہے۔

اَلْإِيْفَاضُ الْإِسْرَاعُ. یعنی ایفاض (جو آیت ﴿الی نصب یوفضون﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی اسراع ہے یعنی جلدی کرنا۔

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلٰى نَصْبٍ إِلٰى شَيْءٍ مَّنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ إِلَيْهِ. اور اعمش نے اس آیت میں نصب کے نون کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے یعنی نکل پڑیں گے قبروں سے دوڑتے جیسے کہ نشانے پر دوڑتے جاتے ہیں کہ کون اس نے پہلے اس کے پاس پہنچے۔

وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ. اور نصب ساتھ پیش نون کے واحد کا صیغہ ہے اور اس کی جمع انصاب ہے اور نصب کہتے ہیں اس چیز کو جو پوجنے کے واسطے کھڑی کریں۔

وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ. اور نصب ساتھ زبر اور سکون صاد کے مصدر ہے اس کا معنی ہے کھڑا کرنا۔

يَوْمُ الْخُرُوْجِ مِنَ الْقُبُوْرِ. اور یوم الخروج (جو سورہ ق میں واقع ہوا ہے) مراد اس سے نکلنا قبروں سے ہے یہ دن ہے نکلنے کا قبروں سے۔

يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ. یعنی ینسلون (جو آیت ﴿الی ربھم ینسلون﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی یخرجون ہے یعنی نکلیں گے۔

١٢٧٤ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ مَا

۱۲۷۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے کے ساتھ بقیع الغرقد (مدینے کے قبرستان کا نام ہے) میں تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سو بیٹھ گئے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے اور آپ کے ساتھ تکیہ لگانے کی لاٹھی تھی سو آپ نے سر نیچے ڈالا یعنی جیسا کسی فکر کے وقت ڈالتے ہیں اور اپنی لاٹھی سے زمین کھودنے لگے پھر فرمایا کہ ہم میں سے ایسا کوئی نہیں یا کوئی جی ایسا پیدا نہیں ہوا مگر کہ اس کا مکان بہشت سے اور

مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ الْاٰيَةَ.

اس کا مکان دوزخ سے لکھ دیا گیا ہے یعنی بہشتی لوگ اور دوزخی لوگ اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکے ہیں یا یوں فرمایا مگر کہ لکھا گیا ہے بد بخت یا نیک بخت سو ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ہم اپنے لکھے ہوئے پر کیوں ن نہ اعتماد کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو قسمت میں تھا سو ہو چکا سو جو آدمی ہم میں سے اہل سعادت سے ہوگا تو آخر کو وہ ضرور اہل سعادت کے عمل کی طرف پھرے گا اور جو اہل شقاوت سے ہوگا تو وہ آخر کو ضرور اہل شقاوت کے عمل کی طرف پھرے گا یعنی پس عمل کرنا کچھ ضروری نہیں سو لکھا ہے سو ہو گا حضرت ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ عمل کیے جاؤ اس واسطے کہ ہر ایک آدمی کو وہی آسان معلوم ہوگا جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے سو جو لوگ کہ اہل سعادت یعنی نیک بخت ہوں گے ان کو نیک عمل آسان معلوم ہوگا اور جو اہل شقاوت یعنی بد بخت ہوں تو ان کو بد کام آسان معلوم ہو گا پھر حضرت ﷺ نے اس مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ اللہ فرماتے ہے سو جس نے خیرات کی اور ڈرا اور بہتر دین یعنی اسلام کو سچا جانا سو اس پر ہم آسان کر دیں گے نیکی کرنا اور جو بخیل ہوا اور بے پرواہ بنا اور اس نے نیک دین کو جھوٹا جانا تو اس پر ہم آسان کر دیں گے کفر کی سخت راہ۔

فائدہ: اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے روبرو عمل بے فائدہ چیز ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم غلط سمجھتے ہو عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں اس واسطے کہ اللہ نے عالم میں چیزوں کو پیدا کیا اور ایک کو دوسرے سے ربط دیا اور موافق اپنی حکمت کے بعض چیز کو بعض چیز کا سبب ٹھہرایا جیسے آنکھ ہے سبب بینائی کا اور کان ہے سبب شنوائی کا اور زہر سبب ہے موت کا اسی طرح نیک عمل سبب ہے بہشت کا اور بد عمل سبب ہے دوزخ کا تو معلوم ہوا کہ عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں اسی طرح رزق مقدر ہے اور کسب کرنا اور کمانا اس کا سبب ہے اور کوئی اس کو مخالف تقدیر کے نہیں جانتا غرضیکہ مسلمان کو تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس میں بحث اور گفتگو کرنا حرام ہے کہ آدمی کی عقل ضعیف ہے تقدیر کا

بھید نہیں سمجھ سکتی اکثر بہک جاتی ہیں کسی نے علی رضی اللہ عنہ سے تقدیر کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ اندھیری رات کو سمندر میں مت بیٹھ یعنی تقدیر کی حقیقت کرنا آدمی کا مقدور نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس وعظ کرنا اور لوگوں کا اردگرد بیٹھ کر سننا درست ہے بلکہ مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ قبر پر مطلق بیٹھنا منع نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اس طرح کہ اگر کسی مصلحت کے واسطے ہو زندے یا مردے سے تعلق رکھتی ہو تو درست ہے مکروہ نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت نہ ہو تو مکروہ ہے اور قبر پر بیٹھنے سے جو نہی آئی ہے تو وہ اس سے اخیر معنی پر محمول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَاتِلِ النَّفْسِ. قاتل نفس کی وعید کا بیان یعنی جو شخص کسی کو ناحق مار ڈالے اس کے واسطے کیا عذاب ہے؟۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں قاتل غیر کا بیان ہے اور حدیث آئندہ میں اپنی جان کے مارنے والے کا بیان پس مطابقت حدیث کی باب سے غیر ظاہر ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ قاتل غیر بھی قاتل نفس کے ساتھ ملحق ہے اس واسطے کہ جب اپنے آپ کو مارنے والا دوزخ میں عذاب کیا جائے گا باوجودیکہ اس کا ظلم اپنی جان سے آگے نہیں بڑھا تو غیر کو مارنے والا بطریق اولیٰ دوزخ میں عذاب کیا جائے گا اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ناحق خون کرنے والے کی توبہ قبول نہیں پھر فرمایا کہ سنن میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو خود مار ڈالا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ نہ پڑھا اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اس باب سے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ بعض حدیثوں میں آچکا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث اس کی شرط پر نہیں تھی اس واسطے اس کو نقل نہ کیا، واللہ اعلم۔

۱۲۷۵ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ.

۱۲۷۵۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی جھوٹی قسم کھائے جان بوجھ کر یعنی دل میں یہ نیت ہو کہ میں اس کو پورا نہیں کروں گا تو وہ ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا اور جو جھوٹی قسم اس طرح کھائے کہ اگر میں نے ایسا ایسا کیا تو میں تو نصرانی ہوں یا یہودی ہوں یا ہندو تو جیسے اس نے قسم کھائی ویسا ہی ہو گیا اور جو شخص کہ قتل کرے اپنی جان کو تیز لوہے سے یعنی چھری وغیرہ سے تو اس کو دوزخ کی آگ میں اسی لوہے سے عذاب کیا جائے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو مار ڈالنا سخت گناہ ہے کہ آدمی کو اس کے سبب سے دوزخ میں سخت عذاب کیا جائے گا اس لیے کہ آدمی کی جان اپنے ملک میں نہیں بلکہ اللہ کے ملک میں ہے پس مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن اس پر سب فقہاء کا اجماع ہے کہ قاتل نفس کافر نہیں ہوتا اور اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور جمہور علماء کے نزدیک اس کا جنازہ بھی درست ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک درست نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا اس نے کہا تو حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تہدید اور مبالغے پر محمول ہے کہتے ہیں کہ اس قول سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اور کفارہ لازم ہوتا ہے لیکن قسم کھانے والا اس سے کافر نہیں ہوتا خواہ فعل ماضی کے ساتھ تعلیق کی ہو یا فعل مستقبل کے ساتھ کی ہو اس واسطے کہ کفر یقین اور اعتقاد سے ہوتا ہے اور مقصود قسم سے نفس کا زجر کرنا ہوتا ہے نہ اعتقاد اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ وسیاتی الکلام علیہ فی الایمان والنذور انشاء اللہ تعالٰی.

وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَّكْذِبَ جُنْدَبٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ بَدَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

اور جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اگلی امتوں میں ایک مرد تھا اس کو زخم تھا (سو وہ برداشت نہ کر سکا) سو چھری سے اپنی جان کو قتل کیا سو اللہ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی جان دینے پر مجھ پر جلدی کی سو میں نے اس پر بہشت کو حرام کیا۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم بطریق مبالغے کے وارد ہوا ہے یعنی یہ حدیث زجر پر محمول ہے یا یقین کے دخول کے ساتھ مقید ہے یا مشیت الٰہی کے ساتھ معلق ہے یا یہ حکم اس کے حق میں ہے جو حلال جان کر اپنی جان کو مارے۔

١٢٧٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهٗ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ.

١٢٧٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جان کو گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو وہ دوزخ میں اسی طرح اپنی جان کو گھونٹے گا اور جو کوئی اپنی جان کو چھری وغیرہ سے مارے تو دوزخ میں بھی اس کو اسی طرح مارے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو خود مار ڈالے تو اس کو دوزخ میں سخت عذاب کیا جائے گا

اور وجہ مطابقت ان حدیثوں کی پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث کے ایک طریق میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا سو اس سے معتزلہ وغیرہ دلیل پکڑتے ہیں کہ گنہگار مسلمان ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی اس سے باہر نہیں نکلیں گے وہ کہتے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانہ ہمیشہ دوزخ ہے سو اہل سنت اس کے کئی جواب دیتے ہیں پہلا یہ کہ یہ زیادتی اس طریق میں وہم ہے اس لیے کہ صحیح اور ثابت ہو چکا ہے کہ اہل توحید اول دوزخ میں عذاب کیے جائیں گے پھر دوزخ سے باہر نکالے جائیں گے اور اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم اس کے حق میں ہے جو حلال جان کر اپنی جان کو مارے اس لیے کہ وہ حلال جاننے سے کافر ہو جاتا ہے اور کافر بے شک دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ زجر اور مبالغے پر محمول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جزا اس کی یہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے موحدین کو دوزخ سے نکال لے گا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خلود مشیت الٰہی کے ساتھ معلق ہے یعنی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جب تک کہ اللہ چاہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمیشہ رہنے سے مراد طول مکث اور درازی مدت کی ہے یعنی بہت مدت تک دوزخ میں رہیں گے حقیقی خلود اور ہیشگی مراد نہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

منافقوں کا جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے واسطے بخشش مانگنا مکروہ ہے روایت کیا ہے اس مضمون کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ باب القمیص الذی لا یکف میں گزرا۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کراھة الصلوة علی المنافقین نہیں کہا بلکہ اس کے بدلے میں ما یکرہ من الصلوة......الخ کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ منافقوں کا جنازہ نماز ہونے کی جہت سے منع نہیں بلکہ اس جہت سے منع ہے کہ وہ اس کے مستحق نہیں اس واسطے کہ کبھی عبادت ایک جہت سے طاعت ہوتی ہے اور ایک جہت سے معصیت ہوتی ہے۔

١٢٧٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ

١٢٧٧۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) مرا تو اس کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تا کہ اس پر نماز پڑھیں سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے تو میں آپ کی طرف کودا اور عرض کی کہ یا حضرت! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں اور اس نے فلاں دن ایسا ایسا اور ایسا ایسا کہا اور میں نے اس کی بے ہودہ باتوں

عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْأٰيَتَانِ مِنْ بَرَآءَةٍ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ.

کو شمار کیا سو حضرت ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ مجھ سے باز رہو اے عمر! سو جب میں نے بہت بار آپ سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو منافقوں کی مغفرت مانگنے اور نہ مانگنے میں اختیار دیا ہے یعنی فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو ان کے واسطے بخشش مانگ یا نہ مانگ سو میں نے بخشش مانگنا اختیار کیا اور اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ اگر میں ستر بار سے زیادہ مغفرت مانگوں تو اس کی مغفرت ہوتی تو میں ستر بار سے زیادہ مانگتا سو حضرت ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا پھر اس سے پھرے سو نہ ٹھہرے مگر تھوڑا یعنی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ سورہ براۃ کی دو آیتیں اتریں اور وہ دونوں آیتیں یہ ہیں کہ اے رسول! نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مرے ہیں بے حکم سو میں ابھی تعجب میں ہوں اپنی دلیری سے جو میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ پر کی یعنی بے دھڑک آپ سے کلام کی اور اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہ مجھ کو حضرت ﷺ سے وہ کلام کرنی لائق تھی یا نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کے واسطے مغفرت مانگنا منع ہے کہ وہ مغفرت کے مستحق نہیں، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ ثَنَآءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ.

لوگوں کو مردے کی تعریف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مردے کی تعریف کرنی اسی وقت جائز ہے جب کہ توجہ اور ندا سے خالی ہو ورنہ درست نہیں بخلاف زندے کے کہ اس کی تعریف کرنی بالکل منع ہے کہ اس میں خود پسندی کا خوف ہے۔

١٢٧٨ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ

۱۲۷۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب ایک جنازے پر گزرے سو انہوں نے اس کی تعریف کی اور اس کو بھلا کہا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے واسطے واجب ہو گئی پھر دوسرے جنازے پر گزرے سو اس کو بد یاد کیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بھی واجب ہو گئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا چیز واجب ہوئی؟ فرمایا کہ اس کو یعنی پہلے کو تم نے بھلا کہا سو اس کے واسطے بہشت واجب ہوئی اور اس دوسرے کو تم نے برا کہا سو اس کو دوزخ واجب ہوئی تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ میت کی تعریف کرنی جائز ہے کہ اصحاب نے پہلے مردے کی تعریف کی اور اس کو بھلا کہا وفیه المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ برے آدمیوں کو موت کے بعد بد کہنا اور بد یاد کرنا درست ہے اور یہ جو فرمایا کہ تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں تو یہ شہادت اصحاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر وقت کے ایماندار اور صالحین اور پرہیز گار لوگ اللہ کے گواہ ہیں ان کی تعریف کرنے اور بد کہنے پر بڑا دخل ہے اس واسطے کہ دوسری حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ ایماندار اللہ کے گواہ ہیں اور دنیا دار اور فاسق کی تعریف اور بد کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ان کی تعریف اور مذمت سے بہشت اور دوزخ واجب نہیں ہوتی اور بزار کی کتاب میں عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی دیندار مر گیا اور اللہ اس کی بدی جانتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کریں تو اللہ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کی گواہی قبول کی اور اس کے گناہ دیدہ دانستہ معاف کیے مثل مشہور ہے کہ زبان خلق نقارہ خدا اور حاکم نے روایت کی ہے کہ فرشتے مردے کی بھلائی و برائی کے ساتھ آدمیوں کی زبان بولتے ہیں اور یہ جو کہا کہ بہشت یا دوزخ اس کو واجب ہو جاتی ہے تو مراد اس سے تاکید ثبوت کی ہے یعنی باعتبار وعدہ کریم کے اس کے واسطے بہشت یا دوزخ ثابت ہے ورنہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس کو لوگوں نے برا کہا تھا وہ منافق تھا۔

۱۲۷۹ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ هُوَ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۱۲۷۹۔ حضرت ابو الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینے میں آیا اور وہاں بیماری پڑی تھی کہ لوگ اس سے مرتے تھے سو میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا سو ان کے پاس ہو کر ایک جنازہ نکلا سو اس مردے کی تعریف کی گئی سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے واسطے واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا سو اس کی بھی تعریف کی گئی سو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے واسطے بھی واجب ہوئی پھر تیسرا جنازہ نکلا سو اس کو برا کہا گیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

اس کو بھی واجب ہوئی ابوالاسود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اے سردار مسلمانوں کے کیا چیز واجب ہوئی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی میں نے یہ حکم اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہم نے کہا اور تین آدمی گواہی دیں تو آپ نے فرمایا تین کی گواہی سے بھی بہشت میں جائے گا پھر ہم نے کہا اور دو آدمیوں کی گواہی بھی بہشت میں لے جاتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو کی گواہی بھی بہشت میں لے جاتی ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کا حال نہ پوچھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کی تعریف کرنی جائز ہے وفيه المطابقة للترجمة اور فتح الباری میں فرمایا کہ معتبر اس میں گواہی اہل فضل اور صدق کی ہے اور فاسقوں کی گواہی کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے کہ کبھی وہ اپنے جیسے کی تعریف بھی کرتے ہیں اور اسی طرح جو شخص مردے کا دشمن ہو اس کی گواہی بھی مقبول نہیں اس لیے کہ دشمن کی گواہی مقبول نہیں پھر فرمایا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ جس کو لوگ بھلا کہیں اور واقع میں بھی وہ بھلا ہو تو اس کے واسطے بہشت ہے اور اگر واقع میں بھلا نہ ہو تو اس کے واسطے بہشت نہیں پھر فرمایا کہ صحیح یہی بات ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور جو شخص مر جائے اور اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی تعریف کا الہام کرے تو وہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ بہشتی ہے خواہ اس کے عمل اچھے ہوں یا برے ہوں اس واسطے کہ اعمال مشیت الٰہی کے نیچے داخل ہیں اور یہ الہام الٰہی دلیل ہے واسطے معین ہونے بہشت کے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگا فائدہ تعریف کا اور یہ حکم بہشت کا نیکی کی جانب میں ظاہر ہے کہ لوگ جس کی تعریف کریں وہ اہل بہشت سے ہے خواہ اس کے اعمال اچھے ہوں خواہ نہ ہوں اور بدی کی جانب میں بھی یہ حکم ظاہر ہے کہ جس کو لوگ برا کہیں وہ دوزخی ہے لیکن یہ حکم اسی شخص کے حق میں ہے جس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں مگر یہ گواہی صرف اسی شخص کی معتبر ہے جو مردے کے حال سے واقف ہو اور اس کے حال کو خوب جانتا پہچانتا ہو اس واسطے کہ معرفت کے بغیر کوئی گواہی نہیں دے سکتا اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس مردے کے

چار ہمسائے پاس والے تعریف کریں کہ ہم کو نیکی کے سوا اس کا کچھ حال معلوم نہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ان کی گواہی قبول کی اور اس کو بخش دیا اس سے معلوم ہوا کہ گواہی اس شخص کی معتبر ہے جو مردے کے حال سے واقف ہو ناواقف کی گواہی معتبر نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت مردے کی بھلائی برائی بیان کرنا جائز ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گواہی مقبول ہے اور ادنیٰ درجہ اس کا دو گواہ ہیں اس سے کم میں کافی نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلب کے بغیر گواہی دینی جائز ہے اور یہ کہ اعتبار ظاہر حال کا ہے باطن کا نہیں اور یہ کہ اس امت کو بڑی فضیلت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

ان حدیثوں کا بیان جو قبر کے عذاب کے ثبوت میں وارد ہوئی ہیں۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ سب مسلمانوں کا اتفاق ہے اس پر کہ قبر کا عذاب اور منکر نکیر کا سوال حق اور سچ ہے اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور حدیثیں اس باب میں متواتر آ چکی ہیں جن کی گنتی ستر کو پہنچ گئی ہے کہ ابیات التثبیت وغیرہ میں مذکور ہے اور اسی طرح اس باب میں آیتیں بھی بہت آ چکی ہیں چنانچہ ان تمام میں سے بعض کا ذکر آئندہ آئے گا اور سلف صالحین صحابہ اور تابعین سے کسی کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں بلکہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ قبر میں مردے کو کسی قسم کی زندگی دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ لذت پائے یا رنج اٹھائے لیکن ان کو اس میں توقف ہے کہ مردے کو یہ زندگی اعادی روح کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کہ روح کو اس میں پھر ڈالا جاتا ہے یا کسی اور طرح سے حاصل ہوتی ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ زندگی مردے کو اعادی روح کے سبب سے حاصل ہوتی ہے یعنی روح کو اس میں پھر ڈالا جاتا ہے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیثوں سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے لیکن روح کے پھر ڈالنے سے حیاتی معہودہ یعنی زندگی دنیاوی حاصل نہیں ہوتی کہ اس سے روح بدن کے ساتھ قائم ہو کر اس کا مدبر بنے اور کھانے پینے وغیرہ حاجات بشری کا محتاج ہو بلکہ وہ ایک دوسری قسم کی حیاتی ہے جو دنیاوی زندگی کے مخالف ہے وہ زندگی صرف اسی قدر حاصل ہوتی ہے کہ اس سے امتحان حاصل ہو جائے اور جیسے کہ سونے والے کی زندگی جاگنے والے کی زندگی کے لیے ہے کہ سونا موت کا بھائی ہے اور سونے والے سے اطلاق اسم حیات کی نفی نہیں ہو سکتی اسی طرح دوبارہ روح ڈالنے کے وقت مردے کی زندگی بھی زندے کی حیاتی کی غیر ہے اور ایک دوسرے کے مخالف ہے اور وہ ایک قسم کی زندگی ہے کہ اس سے اطلاق اسم موت کی نفی نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایک امر متوسط اور درمیانہ ہے درمیان جینے اور مرنے کے جیسا کہ سونا جینے اور مرنے کے درمیان واقع ہوا ہے اور حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندگی مستقل ہے جیسا کہ ہر شخص دنیا میں رکھتا تھا بلکہ اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو ایک قسم کی حیاتی حاصل ہوتی ہے اور زندگی کو بدن کے

ساتھ کسی قسم کا تعلق حاصل ہو جاتا ہے اور وہ زندگی بدن کے ساتھ ہمیشہ متعلق رہتی ہے اگرچہ بدن مٹی میں گل جائے اور پارہ پارہ ہو جائے اور نیز ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قبر کا عذاب دائمی عذاب ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور وہ عذاب کفار اور بعض گنہگاروں کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا عذاب منقطع ہونے والا ہے اور وہ عذاب ان کے واسطے ہے جن کے گناہ تھوڑے ہوں گے کہ وہ اپنے گناہوں کے موافق قبر میں عذاب بھگت کر اس سے نجات پائیں گے اور کبھی دعا اور صدقے وغیرہ سے بھی عذاب بند ہو جاتا ہے اور مراد عذاب قبر سے برزخ کا عذاب ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اضافت عذاب کی طرف قبر کے واسطے غلبے کے ہے کہ اکثر لوگ قبروں میں دفن کیے جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ جس کو عذاب کرنا چاہے اس کو ہر طور سے عذاب کر سکتا ہے اگرچہ وہ پانی میں غرق ہو گیا ہو یا آگ میں جل کر راکھ ہو گیا ہو اور یا جانوروں کے شکموں میں تحلیل ہو گیا ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان جزوں کو جانتا ہے اور ان پر قادر ہے کوئی چیز اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں نکل سکتی اگر چاہے تو اسی جز کو جان بخشے اور عذاب کرے اور نعمت دے لیکن بعض خارجی اور معتزلہ عذاب قبر سے مطلق انکار کرتے ہیں اور اسی طرح بعض ملحدین اور زندیق فلسفی بھی اس سے انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جائے تو مردے پر عذاب کی کوئی نشانی معلوم نہیں ہوتی اور فرشتوں کا مارنا اور سانپ بچھو کا کاٹنا کچھ نظر نہیں آتا بلکہ مردہ بدستور اپنے سابق حال پر ہوتا ہے اور حس وحرکت اس میں کچھ معلوم نہیں ہوتی اور اسی طرح قبر کا تنگ ہونا اور مد بصر تک فراخ ہونا بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ ایماندار کو واجب ہے کہ اس کے ساتھ ایمان لائے اور بغیر دیکھے فرشتوں اور سانپ وغیرہ کا ہونا اور مردے کو کاٹنا مان جائے اور یقین کر لے کہ یہ سب چیزیں حق ہیں اور واقع میں موجود ہیں محض خیال اور مثال نہیں اور ہمارا ان کو نہ دیکھنا ان کے وجود کی نفی نہیں کر سکتا اس واسطے کہ عالم ملکوت کو آدمی سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا بلکہ اس کے واسطے دوسری آنکھیں ہیں جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور آپ سے بات چیت کرتے تھے اور اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور اصحاب اس کے ساتھ ایمان لاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کا آنا مان جاتے تھے حالانکہ ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا نہ جبرئیل کو دیکھتے تھے اور نہ اس کی آواز سنتے تھے اور نیز اگر قبر کے سانپ وغیرہ سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ فرشتوں اور شیاطین کے وجود سے بھی انکار کیا جائے اور جیسے کہ فرشتے آدمیوں کے مشابہ نہیں ویسے ہی سانپ اور بچھو جو مردے کو کاٹتے ہیں وہ بھی اس جہان کے سانپ بچھو کی جنس سے نہیں بلکہ دوسری جنس سے ہیں جو دوسری آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور یہ امر اللہ کی قدرت کے آگے محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور عادت میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اور وہ سونے والا ہے کہ وہ اپنی خواب میں لذت پاتا ہے اور رنج اٹھاتا ہے اور اس کو خواب میں سانپ کاٹتا ہے اور وہ فریاد کرتا ہے اور جو آدمی اس کے پاس جاگتا ہے اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کو بدستور

اپنے حال پر سویا دیکھتا ہے بلکہ بعض اوقات جاگتا آدمی بھی کسی چیز کو سن کر اپنے دل میں لذت پاتا ہے اور اپنے دل میں کسی چیز کی فکر کرنے سے رنج پاتا ہے حالانکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا پس اسی طرح قبر کے عذاب اور سانپ وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ زندہ آدمی کو اس کے حال سے کچھ خبر نہیں ہوتی اس سے ان کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی اور ظاہر یہ بات ہے کہ اللہ نے ان کی آنکھوں کو اس کے مشاہدے سے پھیر دیا اور اس کو ان سے پوشیدہ کر دیا ہے تا کہ لوگ دفن کرنے سے باز نہ رہ جائیں اور اسی طرح جو شخص کہ اللہ کو قادر جانتا ہے اور اس کو زندہ کرنے والا مانتا ہے تو وہ لحد اور صندوق کے فراخ ہو جانے کو ہرگز بعید نہیں کہہ سکتا اور مردے کے بعض اجزاء یا کل اجزاء میں زندگی پیدا کرنے کو مشکل نہیں جانتا اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص ہے یہ قول جبائی کا ہے لیکن بعض حدیثیں صریح ہیں ان کے رد میں اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو قبر کے عذاب میں ہمیشہ شک رہتا تھا یہاں تک کہ یہ سورۃ نازل ہوئی ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ اور ابن حبان نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد معیشۃ ضنکا سے قبر کا عذاب ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾.

اور ان آیتوں کی تفسیر کا بیان اللہ نے فرمایا کہ اگر کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان کو آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اور عذاب خواری کا۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ عذاب موت کے وقت ہوتا ہے دفن کرنے سے پہلے اور یہ عذاب اگرچہ دفن کرنے سے پہلے ہے لیکن یہ منجملہ اس عذاب کے ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہوتا ہے پس یہ دلیل ہے واسطے عذاب قبر کے کہ وہ بھی قیامت سے پہلے واقع ہوتا ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو اس واسطے مقدم کیا کہ تنبیہ کرے اس بات پر کہ قبر کا عذاب قرآن سے ثابت ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْهُوْنُ هُوَ الْهَوَانُ وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾.

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ھون پیش ہا کے ساتھ ھوان کو کہتے ہیں جس کا معنی خواری ہے اور ھون زبر کے ساتھ جو آیت یمشون علی الارض ھونا میں واقع ہوا ہے رفق کو کہتے ہیں جس کا معنی نرمی کرنا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ ہم ان کو عذاب کریں گے دوبار پھر پھیر دیں گے ان کو طرف

بڑے عذاب کی۔

فائدہ: طبرانی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مراد دوبار عذاب کرنے سے ایک دنیا کا عذاب ہے یعنی قتل اور حبس وغیرہ اور دوسرا قبر کا عذاب ہے پس اس آیت سے قبر کا عذاب ثابت ہوا وفیہ المطابقة للترجمة.

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾.

اور اللہ نے فرمایا کہ اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب آگ ہے کہ دکھاتے ہیں ہم ان کو صبح اور شام اور جس دن اٹھے گی قیامت کہا جائے گا کہ داخل کرو فرعون کی قوم کو سخت سے سخت عذاب میں۔

فائدہ: قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء اس پر ہیں کہ یہ ان کو آگ کے سامنے کرنا برزخ میں واقع ہوتا ہے کہ مراد اس سے قبر ہے اس دلیل سے کہ وہ قیامت کے عذاب کے مقابلے میں واقع ہوا ہے سو ضروری ہے کہ وہ عذاب قیامت سے پہلے ہو اور قیامت سے پہلے برزخ اور قبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پس اس آیت سے قبر کا عذاب ثابت ہوا وفیہ المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کے مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے فنا نہیں ہوتی اس واسطے کہ اگر ارواح باقی نہ ہوتی تو آگ کے سامنے کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور یہی قول ہے تمام اہل سنت کا امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں فرمایا کہ بدن میں مرنے کے ساتھ روح بھی مرتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں صواب یہ ہے کہ روح بدن کے ساتھ نہیں مرتی اور فنا نہیں ہوتی بلکہ بالاجماع زندہ اور باقی رہتی ہے عذاب میں یا نعمت میں اور قیامت میں بھی صور پھونکنے سے فنا نہیں ہوں گی اور آیت ﴿کل من علیها فان﴾ سے مخصوص ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس اور روح ایک چیز ہے اور اس مسئلے میں کئی قول ہیں وسیاتی الاشارة الی شی منها.

١٢٨٠ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾.

١٢٨٠۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایماندار قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس حال میں کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے پس یہی گواہی مراد ہے اس آیت میں کہ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بعد انقطاع زندگی کے کہ وہ قبر کا وقت ہے اور آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے، وفیہ المطابقة للترجمة.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ آیت قبر کے عذاب میں نازل ہوئی۔

فائدہ: کرمانی نے کہا کہ اس آیت میں قبر کے عذاب کا ذکر نہیں مگر شاید کہ آدمی کے حال کو جو قبر میں ہوتا ہے عذاب قبر کہا گیا واسطے غلبہ دینے فتنے کافر کے اوپر فتنے مؤمن کے اور نیز قبر خوف او روحشت کی جگہ ہے اور نیز فرشتوں سے اکثر خوف آتا ہے اس واسطے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا معلوم ہوا کہ ایماندار قبر کے عذاب سے محفوظ ہے اور اس کے حال کو عذاب قبر کہنا باعتبار تغلیب کے ہے یا بوجہ خوف اور وحشت کے ہے۔

۱۲۸۱ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهٗ تَدْعُوْ أَمْوَاتًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ.

۱۲۸۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں والوں پر کھڑے ہوئے سو فرمایا کہ بھلا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا سو کسی نے آپ کو کہا کہ کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو یعنی وہ لوگ بھی تمہاری طرح سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے تا کہ وہ لذت اٹھائے یا عذاب اٹھائے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں والوں سے کلام کی اور ان کو اللہ کا وعدہ یاد دلایا معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ بھلا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا وفیہ المطابقة للترجمة.

۱۲۸۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾.

۱۲۸۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ بیشک بدر والوں کو معلوم ہوا کہ جو چیز میں ان کو کہتا تھا وہ حق ہے اور اللہ نے فرمایا کہ تو مردوں کو نہیں سناتا۔

فائدہ: اس حدیث سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ جب بدر کے کنوئیں والے مردوں نے اپنے کان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام اور جھڑک سنی اور اس کو جان لیا تو باقی

حواس سے عذاب قبر کا رنج اٹھانا بھی ممکن اور جائز ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس قول میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو رد کر دیا ہے لیکن جمہور علماء عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخالف ہیں کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قبول کر لیا ہے کہتے ہیں کہ اور لوگوں نے بھی اس کے موافق روایت کی ہے اور جمہور علماء عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مراد اس آیت میں یہ ہے کہ تیرا سنانا ان کو فائدہ نہیں دیتا یا تو ان کو نہیں سنا سکتا مگر اللہ چاہے تو سنا سکتا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور اس آیت میں تعارض نہیں اس واسطے کہ مردے بیشک نہیں سنتے لیکن جب اللہ سنانا چاہے تو جس کی شان سے نہ سننا ہو وہ بھی سن سکتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ ہم نے امانت کو آسمان اور زمین پر پیش کیا اور مغازی میں آئے گا کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ نے بدر والوں کو اس وقت زندہ کر دیا تھا تا کہ نبی کی کلام سنیں واسطے جھڑک کے اور افسوس کے اور ابن جریر اور کرامیہ نے اس قصے سے دلیل پکڑی ہے کہ قبر میں سوال فقط بدن کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں کسی قسم کی حیاتی پیدا کرتا ہے جس سے وہ اس کو سمجھ سکے اور لذت اور عذاب اٹھائے اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ہبیرہ کا یہ مذہب ہے کہ سوال فقط روح کو ہوتا ہے بدن کو نہیں ہوتا اور جمہور علماء بلکہ ان کے سوا سب اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ سوال بدن اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور عذاب وثواب بھی دونوں کو ہوتا ہے کہتے ہیں کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے اور اگر سوال فقط روح کو ہوتا تو قبر کے ساتھ اس کو کوئی خصوصیت نہ ہوتی یعنی جو لوگ کہ قبروں میں مدفون ہوتے ہیں ان کو خاص کر قبر میں سوال ہونے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ قبر کے بغیر بھی یہ سوال ہو سکتا ہے اور مردے کے اجزا کا متفرق اور جدا جدا ہونا اس کو مانع نہیں اس لیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اس کے تمام اجزا کے جمع کرنے پر قادر ہے ویسے اس کے بعض اجزا میں حیاتی اعادہ کرنے پر بھی قادر ہے تا کہ اس پر سوال واقع ہو اور جو لوگ کہ سوال کو فقط روح کے ساتھ خاص کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جب قبر میں مردے کو سوال کے وقت دیکھا جاتا ہے تو اس میں سوال کی کوئی نشانی معلوم نہیں ہوتی نہ بٹھانا وغیرہ نظر آتا ہے اور نہ قبر کی فراخی تنگی معلوم ہوتی بلکہ سب کچھ سابق حال پر نظر آتا ہے اور اسی طرح مصلوب اور غریق وغیرہ جو قبر میں دفن نہیں ہوتے ان میں عذاب کا کوئی اثر نہیں آتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر اللہ کی قدرت کے آگے محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور عادت میں بھی اس کی نظیر موجود ہے جیسا کہ اوپر گزرا کہ سونے والا خواب میں لذت پاتا ہے اور رنج اٹھاتا ہے اور اس کو خواب میں سانپ کاٹتا ہے اور وہ فریاد کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات جاگتا آدمی بھی کسی چیز کو سن کر لذت پاتا ہے اور اپنے دل میں کسی چیز کے فکر کرنے سے رنج پاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ معلوم نہیں ہوتا اسی طرح مردے کا حال بھی سمجھنا چاہیے کہ اس کو بھی عذاب ہوتا ہے اور زندے آدمی کو اس سے کچھ خبر نہیں ہوتی اور یہ شبہ ان کو اس واسطے پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے غائب کو شاہد پر قیاس کیا اور بعد الموت کے حال کو قبل الموت کے حال پر قیاس کیا مگر یہ بڑی سخت غلطی ہے اور ظاہر یہ

بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آنکھوں کو اس کے مشاہدے سے پھیر دیا ہے اور اس کو ان سے پوشیدہ کر دیا ہے تا کہ مردوں کے دفن کرنے سے باز نہ رہ جائیں اور جمہور کے مذہب کے مطابق بہت حدیثیں آچکی ہیں ان تمام میں سے یہ حدیث ہے کہ مردہ آدمیوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور قبر کے دبوچنے سے اس کی پسلیاں مختلف ہو جاتی ہیں اور اس کو گرز سے مارا جاتا ہے اور اس کو بٹھایا جاتا ہے اور یہ سب جسم کے اوصاف ہیں یعنی اگر سوال فقط روح ہی کو ہوتا اور روح کو بدن میں نہ اعادہ کیا جاتا تو جوتوں کی آواز سننے کے کوئی معنی نہ تھے اور پسلیوں کے مختلف ہونے اور مارنے اور بٹھانے کا کوئی مطلب نہ تھا پس معلوم ہوا کہ روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے اور عذاب اور سوال بدن اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور نیز جاننا چاہیے کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ارواح آدمیوں سے پہلے پیدا ہوئیں ہیں اور نیز فرمایا کہ روح ایک جسم ہے اس کی ماہیت اس جسم محسوس کے مخالف ہے اور وہ ایک جسم نورانی ہے علوی ہے خفیف ہے زندہ ہے متحرک ہے اعضاء میں سرایت اور نفوذ کرتا ہے جیسا کہ پانی گلاب میں سرایت کرتا ہے اور تیل زیتون میں سرایت کرتا ہے اور آگ کوئلے میں سرایت کرتی ہے سو جب تک کہ یہ اعضاء بدنی صحیح رہتے ہیں اور اس کے آثار قبول کرنے کی ان میں صلاحیت باقی رہتی ہے تب تک یہ جسم نورانی ان میں جاری ساری رہتا ہے اور جب یہ اعضاء فاسد ہو جائیں اور اس کے اثر قبول کرنے کے لائق نہیں رہتے تو اس وقت یہ جسم نورانی خارج ہو جاتا ہے اور بدن سے جدا ہو کر عالم علوی کے ارواح کی طرف چڑھ جاتا ہے اور اس مسئلے میں یہی قول صواب ہے اور یہی حق ہے اور قرآن وحدیث بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی قول ہے اصحاب کا اور اس کے سوا سب اقوال باطل اور غلط ہیں۔

تنبیہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور اس کے معارض عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اکٹھا ذکر کیا تو اس میں اشارہ ہے طرف جمع کرنے ان دونوں حدیثوں کے اس طرح کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب بدر والوں سے سوال قبر کے وقت واقع ہوا اور اس وقت ان کے ارواح ان میں ڈالے گئے تھے اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ کافر سوال کے وقت عذاب کیا جاتا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار سوال کے سوا دوسرے وقت پر محمول ہے پس اس تقریر سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے اس باب میں لانے کی وجہ ظاہر ہوگئی۔

١٢٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ

١٢٨٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے پاس ایک یہودی عورت آئی سو اس نے قبر کے عذاب کو ذکر کیا اور اس کو کہا کہ اللہ تجھ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کا عذاب پوچھا کہ کیا مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قبر کا عذاب حق

الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.

ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو مگر کہ آپ نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب سچ اور حق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں فرمایا کہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ مدینے کی دو بوڑھیاں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور دونوں نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا سو یہ روایت محمول ہے اس پر کہ ایک نے کلام کی اور دوسری چپ رہی سو اس کی تقریر کی وجہ سے مجازا یہ کلام دونوں کی طرف منسوب کی گئی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار عذاب قبر سے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ صرف یہودی کے حق میں ہے اور دوسروں کو نہیں پھر چند روز کے بعد فرمایا کہ مجھ کو وحی ہوئی کہ تم قبروں میں عذاب کیے جاؤ گے سو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس واسطے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلی بار یہودیہ کے قول پر انکار کیا اور متن کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلی بار ہی اس کے قول کی تصدیق کی سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں دو واقعوں پر محمول ہیں یعنی یہ دو واقعوں کا ذکر ہے پہلے واقعہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار کیا پھر چند روز کے بعد آپ کو وحی کے بتلانے سے قبر کا عذاب معلوم ہوا لیکن آپ نے اتفاقا عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ بتلایا تھا پھر دوسری بار وہ یہودیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انکار کی دلیل سے اس پر انکار کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ قبر کا عذاب حق ہے اور مجھ کو اس باب میں وحی نازل ہو چکی ہے پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہو گیا لیکن یہاں ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کا عذاب مدینے میں معلوم ہوا اور آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ﴾ اور ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب آپ کو مکے میں معلوم ہوا کہ یہ آیتیں مکی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ان آیتوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کافروں کو عذاب ہوگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار نہیں کیا تھا کہ وہ آپ کو قرآن سے معلوم ہو چکا تھا بلکہ آپ کا انکار صرف اس واسطے تھا کہ موحدین اہل توحید کو قبر میں عذاب نہیں ہوگا سو جب وحی کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہوا کہ بعض موحدین کو بھی عذاب ہوگا تو آپ کو اس کا یقین ہو گیا اور امت کو اس سے ڈرایا اور اس سے پناہ مانگنا فرمایا پس اس تقریر سے تعارض دفع ہو گیا اس لیے کہ

مراد آیتوں سے کافروں کا عذاب ہے اور مراد انکار سے موحدین کا عذاب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب اس امت محمدی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سب امتوں کا یہی حال ہے بخلاف سوال کے کہ اس میں اختلاف ہے، کما سیاتی.

١٢٨٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَآءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يُفْتَتَنُ فِيْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً.

۱۲۸۴۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو آپ نے قبر کے فتنے کو ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا کیا جائے گا سو جب حضرت ﷺ نے یہ ذکر کیا تو مسلمان لوگ سخت روئے اور بہت چلائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بعض گنہگار مسلمانوں کو بھی ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص ہے سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں۔

١٢٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ

۱۲۸۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں (ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نام نکیر ہے ان کی آنکھیں تانبے کی دیگ کی طرح ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور ان کی آواز بدلی کی کڑک کی طرح ہے زمین کو دانتوں سے کھودتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک ہتھوڑا ہے اگر سب لوگ جمع ہوں تو اس کو نہ اٹھا سکیں) سو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس مرد یعنی محمد (ﷺ) کے حق میں کیا کہا کرتا تھا اور کیا عقیدہ رکھتا

فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيْثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

تھا؟ سو جو شخص ایماندار ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ دیکھ طرف ٹھکانے اپنے کی دوزخ سے کہ اللہ نے تجھ کو اس کے بدلے بہشت سے ٹھکانا بدل دیا سو وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے قتادہ نے کہا کہ ہمارے واسطے ذکر کیا گیا کہ اس کی قبر کو فراخ کیا جاتا ہے اور جو شخص کہ منافق یا کافر ہو سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے حق میں کیا کہا کرتا تھا؟ سو وہ کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ معلوم نہیں میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں سمجھا اور تو نے قرآن نہیں پڑھا سو اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے سخت چوٹ ماری جاتی ہے سو وہ چیخ مارتا ہے یعنی سخت چلاتا ہے کہ ہر چیز آس پاس کی اس کی آواز سنتی ہے مگر جن اور آدمی نہیں سنتے۔

فائدہ: ایک طریق میں اس حدیث کے اتنا لفظ زیادہ ہے کہ مسلمان کو کہا جاتا ہے کہ تو سو جا جیسے کہ دلہن سو رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تجھ کو اس ٹھکانے سے اٹھائے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر والوں کو جا کر خوشخبری دوں سو اس کو کہا جاتا ہے کہ چپ رہو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کی جاتی ہے اور اس میں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشنی کی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ اس کو بہشت کا فرش بچھا دو اور بہشت کا لباس پہنا دو اور بہشت کا دروازہ کھول دو سو اس کو بہشت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور نظر پہنچنے تک اس کے واسطے قبر فراخ کی جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے سو وہ رشک کھاتا ہے سو مٹی اس کا بدن کھا جاتی ہے اور اس کی روح ایک جانور کے بدن میں ڈالی جاتی ہے جو بہشت کے درختوں میں معلق رہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایماندار کا روح ایسا آسان نکلتا ہے جیسا کہ مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ گرتا ہے سو اس کو فرشتے بہشت کے کفنوں اور بہشت کی خوشبو میں لپیٹ کر آسمان پر لے جاتے ہیں سو وہ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ سو ساتھ والے فرشتے اس کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کا بیٹا ہے اچھے نام سے یاد کرتے ہیں سو جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ فرماتا

ہے کہ میرے بندے کا نام علیین میں لکھ دو اور اس کو لوٹا دو سو اس کی روح بدن میں ڈالی جاتی ہے سو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ سو وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ سو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد ﷺ ہے پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مسلمان اور کافر دونوں کو سوال ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبر میں فقط مسلمان کو سوال ہوتا ہے کافر کو نہیں ہوتا کہ وہ قطعا دوزخی ہے اس کو سوال کرنے کا کچھ فائدہ نہیں یہ قول ابن عبدالبر کا ہے لیکن یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس کے بعض طریقوں میں کافر اور منافق کا لفظ عطف کے ساتھ واقع ہوا ہے اور احمد اور بیہقی اور ابوداؤد کی روایت میں صرف کافر ہی کا ذکر آیا ہے اور منافق کا لفظ اس میں مذکور نہیں یعنی اس میں صرف اتنا آیا ہے کہ جب کافر قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے...... الخ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر کافر یا فاجر ہو پس ثابت ہوا کہ قبر میں جیسا مسلمان سے سوال ہوتا ہے ویسا ہی کافر سے بھی سوال ہوتا ہے اور لڑکے بے تمیز کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قبر میں اس کو بھی سوال ہوتا ہے اور یہی منقول ہے حنفیہ سے اور بہت شافعیوں کا یہ قول ہے کہ اس کو قبر میں سوال نہیں ہوتا اسی واسطے وہ کہتے ہیں کہ تلقین مستحب نہیں اور نبی کے سوال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کو بھی قبر میں سوال ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کو سوال نہیں ہوتا اور فرشتے سے بھی سوال نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب اور ظاہر حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا سوال عربی زبان میں ہوگا اور مردے کو عربی زبان میں کلام کرنے کی طاقت دی جائے گی اور یا شاید ہر مردے کو اپنی اپنی زبان میں سوال ہوگا اور ثواب وعذاب میں جن بھی آدمیوں کی طرح ہیں اور جیسا کہ آدمیوں کو قبر میں سوال ہوتا ہے ویسا ہی جنوں سے بھی سوال ہوتا ہے اس واسطے کہ جن بھی آدمیوں کی طرح مکلف ہیں ان کو بھی عذاب وثواب ہوتا ہے جو مسلمان ہوں گے وہ بہشت میں جائیں گے اور جو کافر ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے لیکن سات آدمی قبر کے سوال سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں ان کو قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ پہلا شہید ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا اس کو قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ دوسرا وہ شخص ہے جس نے اللہ کے واسطے اسلام کی سرحد پر چوکیداری کی اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ تیسرا وہ شہید ہے جو وبا میں مر گیا کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ چوتھا صدیق ہے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ پانچواں نابالغ لڑکا ہے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ چھٹا وہ شخص ہے جو جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن کو مر گیا کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ ساتواں وہ شخص ہے جو ہر رات کو سورۂ تبارک

الذی بیدہ الملک اور سورۂ الم سجدہ پڑھا کرے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔
اور باقی تفصیل عذاب قبر و ما یتعلق بہ ثمار التنکیت میں بسط کے ساتھ مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے لیکن اس باب کے ذیل میں مسئلہ مستقر ارواح کا لکھنا مناسب معلوم ہوا لہٰذا بطور اختصار کے اس مسئلے کو یہاں لکھا جاتا ہے وباللہ التوفیق سو جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد قیامت تک بندوں کے روح کس جگہ رہتے ہیں آسمان میں رہتے ہیں یا زمین میں بہشت میں رہتے ہیں یا کسی دوسری جگہ میں اور تنہا رہتے ہیں یا کہ کسی دوسرے بدنوں میں ڈالے جاتے ہیں سو امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں اس مسئلے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے خلاصہ اس کا نو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے روح اللہ کے نزدیک بہشت میں ہیں شہید ہوں خواہ دوسرے مسلمان ہوں مگر یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی کبیرہ گناہ وغیرہ بہشت سے روکنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عفو سے ان کے ساتھ ملاقات کرتا ہے یہ قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور دلیل ان کی یہ آیت ہے ﴿فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ﴾ یعنی اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور باغ نعمت کا اور نیز دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار کی روح ایک پرندہ ہے جو بہشت کے درختوں میں معلق رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور یہ حدیث بڑی صحیح ہے گو بخاری، مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس مذہب کی مؤید اور بھی بہت حدیثیں ہیں جو ثمار التنکیت میں مذکور ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں اور ان کو بہشت سے کھانا، پینا وغیرہ پہنچتا ہے یہ قول مجاہد کا ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمانداروں کے روح بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں ایک نہر کے کنارے پر سبز قبے میں صبح و شام ان کو بہشت سے کھانا پہنچتا ہے اور یہ قول پہلے قول کے مخالف نہیں اس واسطے کہ جس نہر پر روح رہتے ہیں وہ نہر بہشت سے آتی ہے تو گویا کہ وہ بہشت ہی میں ہیں اگرچہ ابھی بہشت میں اپنے اصلی مکان پر نہیں پہنچے سو مجاہد کی نفی سے دخول کامل مراد ہے یعنی کامل طور پر ہر وجہ سے بہشت میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔
تیسرا قول یہ ہے کہ بندوں کے ارواح قبروں پر ہوتے ہیں یہ قول ابن عبدالبر کا ہے اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام اس کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ سو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مراد اس سے یہ ہے کہ یہ امر ارواح کو لازم ہے اور روح کبھی قبروں سے جدا نہیں ہوتے تو یہ محض خطا ہے کتاب اور سنت کے نصوص اس کو کئی طرح سے رد کرتے ہیں اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ کبھی کبھی قبروں پر آتے ہیں اور ان کو قبروں سے ایک قسم کا تعلق ہے اور خود اپنے اصلی مکان پر رہتے ہیں تو یہ قول حق ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی جائے قرار اور ٹھہرنے کی جگہ صرف یہی قبروں کا میدان ہے اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ ارواح قبروں پر ہمیشہ نہیں رہتے بلکہ وہ خود تو اعلیٰ علیین میں

رہتے ہیں لیکن ان کو قبروں سے ایک قسم کا اتصال اور لگاؤ ہے اور اسی اتصال اور تعلق کی وجہ سے صبح شام ان کا ٹھکانہ ان کو دکھایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اپنے سلام کہنے والے کو پہچانتے ہیں اور اصل بھید اس مسئلے کا یہ ہے کہ ارواح کا دوسرا حال ہے کہ وہ خود تو اعلیٰ علیین میں ہوتے ہیں اور اپنے بدنوں سے اتصال اور تعلق رکھتے ہیں اس طور پر کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کہے تو روح سلام کا جواب دیتا ہے اور حالانکہ وہ خود اعلیٰ علیین میں ہوتا ہے اور اکثر آدمیوں کو اسی جگہ سے غلطی واقع ہوتی ہے کہ ارواح کو ان اجسام معہودہ اور محسوسہ کی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی جسم ایک مکان میں پہنچے تو ممکن نہیں کہ ساتویں آسمان پر اعلیٰ علیین میں ہو اور قبر کے پاس پھر کر سلام کہنے والے کو جواب دے اور اس کو پہچانے اور خود اپنی جگہ میں ہو حالانکہ روح ان اجسام محسوسہ کی طرح نہیں بلکہ وہ ایک نورانی اور لطیف جسم ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور حضرت ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی طرف پھیرتا ہے تا کہ سلام کہنے والے کا جواب دے اور اصحاب شہیدوں کو سلام کہتے تھے حالانکہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کے روح بہشت میں چرتے ہیں اور سلام کی آواز سنتے ہیں پس یا تو روح سریع الانتقال ہیں جیسا کہ آنکھ کا لمعہ ہے اور یا قبر کے ساتھ متصل ہے جیسا کہ سورج کی شعاع اور روشنی ہے کہ خود وہ چوتھے آسمان پر ہے اور اس کی روشنی زمین پر پڑتی ہے اور اسی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ سونے والے کی روح آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ ساتوں آسمان پھاڑ کر اوپر چلی جاتی ہے اور اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے پھر ایک لمحے میں اپنے بدن میں پھر آتی ہے اور نیز ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتے مردے کی روح کو ساتویں آسمان سے اوپر لے جاتے ہیں سو وہ اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے پھر اندک لحظے (آنکھ جھپکنے میں یا تھوڑی دیر میں) میں غسل اور کفن میں حاضر ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ روح کی حرکت نہایت سریع اور تیز ہے کہ آنکھ مارنے کے اندازے میں اعلیٰ علیین سے قبر پر چلی آتی ہے اور پھر جاتی ہے اور یہی حال ہے فرشتوں کا کہ وہ بھی آنکھ کے لمحے میں آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح اللہ کے نزدیک رہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ یعنی وہ زندہ ہیں نزدیک اللہ کے ان کو رزق پہنچتا ہے اور حاصل اس کا پہلے قول کے موافق ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں رہتے ہیں اور کافروں کو ارواح دوزخ میں رہتے ہیں اور یہ قول بھی پہلے قول کے موافق ہے اور کافروں کے ارواح کا بیان آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ چھٹا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح جابیہ میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح برہوت میں رہتے ہیں یہ قول اہل سنت کی ایک جماعت کا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ ایک جماعت صحابہ سے بھی یہی منقول ہے اور جابیہ ایک گاؤں کا نام ہے واسط میں اور برہوت ایک کنوئیں کا نام ہے یمن میں لیکن ابن قیم نے کہا کہ اگر مراد اس سے تمثیل اور تشبیہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح ایک فراخ اور پاک مکان میں رہتے ہیں جیسا کہ جابیہ فراخ اور عمدہ مکان ہے تو یہ معنی قریب ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو

جب تک اس کی کوئی سند مرفوع حدیث سے ثابت نہ ہو سکے تب تک اس کو قبول کرنا درست نہیں ۔ ساتواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح ساتویں آسمان پر اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہیں یہ قول ایک جماعت کا ہے سلف سے اور اس قول پر بھی کئی حدیثیں دلالت کرتی ہیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ اس جگہ رہتے ہیں اور ان کے قرار کی جگہ وہی ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ موت کے بعد روح اعلیٰ علیین میں اللہ کی پیشی کے واسطے حاضر ہوتی ہے پس اس کا نام علیین یا سجین میں لکھ کر پھر اس کو فرشتوں کے سوال کے واسطے قبر کی طرف پھیر دیتے ہیں پھر اس کے بعد اپنی اصلی ٹھہرنے کی جگہ جا ٹھہرتی ہے، کما سلف۔ آٹھواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح زمین کے برزخ میں رہتے ہیں اور جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں یہ قول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان پردہ ہو گویا مراد سلمان رضی اللہ عنہ کی وہ زمین ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے کہ ارواح وہاں جس جگہ چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور یہ قول قوی ہے اس لیے کہ روح نے دنیا سے مفارقت کی ہے اور ابھی آخرت میں داخل نہیں ہوئی بلکہ عالم برزخ میں ہے دنیا اور آخرت کے درمیان سو ایمانداروں کے ارواح وسیع برزخ میں ہیں کہ وہاں راحت اور نعمتیں ہیں اور کافروں کے روح تنگ برزخ میں ہیں کہ وہاں غم اور عذاب ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور کافروں کے ارواح ان کے بائیں ہاتھ میں ہیں اور دلیل اس قول کی معراج کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو کچھ لوگ آدم علیہ السلام کے کچھ دائیں اور کچھ بائیں دیکھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دائیں والے لوگ بہشتی ہیں اور بائیں والے دوزخی ہیں لیکن اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آدم علیہ السلام کا دایاں اور بایاں ارواح کے ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ان کے قرار کا مکان یہی ہے بلکہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد دو طرح کی ہے کچھ بہشتی ہیں اور کچھ دوزخی ہیں نیک لوگوں کو دیکھنے سے خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کے دیکھنے سے ناخوش ہوتے ہیں اسی واسطے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا ہے چنانچہ کہا ظاہراً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے ارواح آسمان میں رہتے ہیں اور یہ مشکل ہے اس واسطے کہ قاضی عیاض نے کہا کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح سجین میں رہتے ہیں پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سب لوگوں کے ارواح پہلے آسمان پر جمع ہوتے ہیں پھر اس کا جواب یہ دیا کہ احتمال ہے کہ ارواح کبھی کبھی آدم علیہ السلام کے پیش کیے جاتے ہوں سو اتفاقاً وہ پیشی کا وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ جمع ہو گیا ہو اور جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے ہوں وہی ان کی پیشی کا وقت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ بہشت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ہو اور دوزخ بائیں طرف ہو اور آدم علیہ السلام کے واسطے بہشت اور دوزخ سے پردہ اٹھایا گیا ہو تا کہ وہ دونوں کو اپنے سامنے دیکھیں اور احتمال ہے کہ مراد اس سے وہ ارواح ہوں جو ابھی بدنوں میں

داخل نہیں ہوئیں آئندہ داخل ہوں گی کہ ان کے قرار کی جگہ آدم علیہ السلام کا دایاں بایاں ہے اور دوسری جگہ میں کہا کہ احتمال ہے کہ جسموں سے نکلنے کے وقت ارواح آدم علیہ السلام پر پیش کیے جاتے ہوں نہ یہ کہ ان کے قرار کی جگہ بھی آدم علیہ السلام کا دائیاں بائیاں ہے اور آدم علیہ السلام کے دیکھنے سے یہ لازم نہیں کہ ان کے واسطے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہوں پس یہ حدیث اس آیت کی معارض نہ ہوگی ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ اور یہ آیت کافروں کے حق میں ہے بہر تقدیر اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ارواح کے قرار کی جگہ آدم علیہ السلام کا دایاں بایاں ہے پس یہاں تک وہ نو قول تمام ہوئے لیکن پہلے قول کو سب سے ترجیح ہے اور یہی بات صحیح ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں ہیں اور کافروں کے ارواح سجین میں۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان اقوال سے نہ کسی خاص قول کو صحیح کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو غلط کہا جا سکتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ارواح کے مستقر میں بڑا تفاوت ہے اور بڑا اختلاف ہے اور اس باب کی دلیلوں میں کچھ تعارض نہیں بلکہ ہر ایک قول ایک ایک فرقے کے حق میں وارد ہوا ہے باعتبار مختلف ہونے درجے سعادت اور شقاوت کے بعض کسی جگہ ہیں اور بعض کسی جگہ ارواح سعیدہ بھی اپنے مقار میں مختلف ہیں اور شقیہ بھی اپنے مقار میں مختلف ہیں سو بعض ان میں اعلیٰ علیین میں ہیں وہ ارواح شہیدوں کے ہیں اور بعض ان میں سے سبز پرندوں کی پوٹوں میں ہیں جو بہشت میں چرتے ہیں وہ ارواح پیغمبروں کے ہیں اور بعض بہشت کے دروازے پر محبوس ہیں اور بعض قبر میں محبوس ہیں اور بعض بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں، کما مر اور بعض زناۃ کے تنور میں ہیں اور بعض خون کی نہر میں پس ارواح سعیدہ اور شقیہ کا کوئی خاص مستقر نہیں بلکہ سب اپنے محال اور مقار میں متفاوت ہیں اور ان کو اپنے بدنوں سے اتصال ہے۔

اور کافروں کے ارواح کی قرارگاہ میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ وہ سجین سب سے نیچے کی ساتویں زمین میں محبوس ہیں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ دوم یہ کہ وہ سیاہ پرندوں کی پوٹوں میں ہیں آگ میں کھاتے پیتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ارواح برہوت کے کنوئیں میں ہیں، کما مر واللہ اعلم۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کا مستقر بھی ارواح مؤمنین کی طرح مختلف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب کذا نقل النواب عن ابن القیم فی ثمار التنکیت.

اور معاد ابدان اور حشر اجساد پر اہل اسلام اور یہود اور نصاریٰ سب کا اتفاق ہے سب کہتے ہیں کہ قیامت کو آدمیوں کے بدن نئے بنائے جائیں گے اور سب لوگ جسموں کے ساتھ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور دنیا کی طرح ہو بہو سب کو دوبارہ جسم دیا جائے گا اور اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ قبر کا سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے یا کہ اگلی سب امتوں کو بھی واقع ہوا ہے سو ظاہر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے اگلی امتوں کو قبر کا سوال نہیں ہوا یہی قول ہے حکیم ترمذی کا کہتے ہیں کہ اگلی امتوں کے پاس رسول آتے تھے سو اگر وہ لوگ رسولوں پر ایمان لاتے تو اللہ ان کو بہشت میں داخل کرتا تھا اور اگر انکار کرتے تو دنیا میں ان پر عذاب بھیجا جاتا

تھا اور دنیا ہی میں ہلاک ہو جاتے تھے سو جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جہان کی رحمت کے لیے بھیجا تو ان سے دنیا کا عذاب موقوف کیا اور ظاہر اسلام کو قبول کر لیا تو خواہ دل میں ایمان ہو یا نہ ہو سو اللہ نے ان کے مرنے کے بعد ان کے واسطے دو فرشتے مقرر کیے تا کہ اچھے برے کی تمیز ہو جائے اور نیک بد سے جدا ہو جائے اور ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ سوال قبر کا اس امت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگلی امتوں کو بھی قبر میں اسی طرح سوال واقع ہوا ہے اور کہا کہ حدیثوں سے اگلی امتوں کے سوال کی نفی نہیں نکلتی بلکہ حضرت ﷺ نے صرف سوال قبر کی کیفیت بیان کی ہے غیروں کے سوال کی نفی نہیں کی اور کہا کہ ظاہر یہی بات ہے کہ ہر امت قبر میں اپنے نبی سے پوچھی جاتی ہے سو اگر ان سے جواب نہ آئے تو قبروں میں عذاب کیے جاتے ہیں جیسا کہ آخرت میں عذاب کیے جائیں گے اور باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مردے کو سوال کے واسطے زندہ کیا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبر میں مردے کو زندہ نہیں کیا جاتا اور ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ یعنی اے الٰہی! تو نے ہم کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا۔ کہتے ہیں کہ اگر قبر میں زندہ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ تین بار مرنا اور تین بار زندہ ہونا اور یہ نص کے مخالف ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ قبر میں سوال کے واسطے زندہ کرنے سے زندگی معہودہ دنیاوی مراد نہیں کہ اس میں روح بدن کے ساتھ قائم ہو اور اس کا مدبر بنے اور کھانے پینے وغیرہ حاجات انسانی کا محتاج ہو بلکہ وہ محض اعادہ روح کا واسطے فائدہ امتحان کے ہے جیسے کہ ثبوت میں حدیثیں وارد ہو چکی ہیں مردہ اس کے ساتھ حاجات انسانی کا محتاج نہیں ہوتا پس اگر وہ زندگی مستقل ہوتی تو وہ مردہ عوارض نسانی کا محتاج ہوتا اور چونکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ اعادہ مستقل اور اصلی نہیں بلکہ وہ اعادہ عارضی ہے کہ تھوڑی دیر کے واسطے اس میں روح ڈالی جاتی ہے جس میں کہ اس سے سوال کیا جائے اور امتحان حاصل ہو جیسا کہ بہت پیغمبروں کے واسطے لوگ زندہ کیے گئے کہ پیغمبروں نے ان سے کچھ پوچھا پھر وہ بتلا کر اسی وقت مر گئے قرآن میں موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مردے کو مارا سو وہ زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتلا کر فوراً مر گیا۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کا بیان یعنی قبر کے عذاب سے پناہ مانگنی مستحب ہے۔

١٢٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ

١٢٨٦۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور سورج ڈوب گیا تھا سو آپ نے ایک آواز سنی سو فرمایا کہ یہود کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَوْنٌ سَمِعْتُ أَبِيْ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ حضرت ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی اس واسطے کہ حضرت ﷺ کی عادت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ عذاب سننے کے بغیر پناہ مانگتے تھے پس عذاب سننے کے وقت آپ نے بطریق اولیٰ پناہ مانگی ہوگی وفیہ المطابقة للترجمة اور نیز اس سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب نہایت سخت ہے پس اس سے پناہ مانگنی مستحب ہے اور جب معلوم ہوا کہ یہود پر یہودیت کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین وغیرہ کو بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کا کفر شرک کے ساتھ یہود کے کفر سے زیادہ سخت ہے۔

١٢٨٧ ـ حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

١٢٨٧۔ حضرت امہ بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگنی مستحب ہے کہ حضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگی وفیہ المطابقة للترجمة۔

١٢٨٨ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

١٢٨٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ الہٰی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے فساد سے۔

فائدہ: زندگی کا فتنہ بیماری اور مال اور اولاد کا نقصان یا کثرت مال جو اللہ سے غافل کرے یا کفر اور گمراہی اور موت کا فتنہ اس وقت کی شدت اور دہشت یا معاذ اللہ خاتمہ بد ہونا اور مطابقت ظاہر ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ

اس باب کی حدیثیں پہلے باب میں داخل ہوسکتی ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو علیحدہ اس واسطے منعقد کیا کہ پہلے باب میں قبر کے عذاب کے اثبات اور اس کے منکر پر رد کرنے کا بیان ہے اور اس باب میں اس چیز کا بیان ہے جس کا زندگی میں اعتماد کرنا لائق ہے یعنی عذاب قبر سے نجات کے واسطے اللہ کی طرف توسل پکڑنا اور اس سے بچنے کے واسطے اس کی طرف عاجزی کرنا۔

بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ.

غیبت اور پیشاب سے بچنے کے سبب سے قبر کا عذاب ہونا یعنی جو شخص غیبت اور پیشاب سے نہ بچے اس کو قبر کا عذاب ہوگا۔

۱۲۸۹ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيْمَةِ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهٗ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

۱۲۸۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے سو فرمایا کہ بیشک ان دونوں پر عذاب ہوتا ہے اور ان پر کسی مشکل کام سے عذاب نہیں ہوتا پھر فرمایا ہاں ان پر بڑے گناہ کے سبب سے عذاب ہوتا ہے ان دونوں سے ایک تو چغلی کے واسطے دوڑتا تھا اور لوگوں کی شکایت کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے کنارہ نہ کرتا تھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر ٹہنی کھجور کی پکڑی سو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا ہر ہر قبر پر گاڑ دیا پھر فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تب تک ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

فائدہ: یہ حدیث باب عذاب القبر میں پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث میں غیبت کا ذکر نہیں لیکن چغلی کرنی غیبت کو مستلزم ہے اور یا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں غیبت کا ذکر بھی آ گیا ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ.

مردے کو ہر صبح وشام اپنا اصلی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے یعنی بہشت سے یا دوزخ سے۔

۱۲۹۰ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۲۹۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کو اپنا اصلی مکان دکھا دیا جاتا ہے اگر وہ بہشتی ہے تو اس کو بہشتیوں کا مکان دکھایا

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جاتا ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو اس کو دوزخیوں کا مکان دکھایا جاتا ہے سو کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مکان ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ قیامت میں اٹھائے۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ احتمال ہے کہ صبح وشام سے مراد فقط ایک ہی صبح وشام ہو اور حتی یبعثك اللہ کا یہ معنی ہو کہ قیامت تک اس کی طرف نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر دن کی صبح وشام مراد ہو اور یہ محمول ہے اس پر کہ مردے کی کوئی جزء زندہ کی جاتی ہے تا کہ وہ ثواب وعذاب کا ادراک کر سکے اور یہ محال نہیں کہ مردے کی ایک جز یا بعض اجزاء میں حیاتی پیدا کی جائے جس کے ساتھ خطاب اور عرض مکان صحیح ہو یعنی بلکہ ممکن ہے اور اللہ کی قدرت کے آگے آسان ہے اور پہلا معنی موافق ہے واسطے ان حدیثوں کے جو عذاب قبر میں مذکور ہوئیں اور قرطبی نے کہا کہ جائز ہے کہ یہ عرض فقط روح پر ہو یا روح کے ساتھ بدن کی کوئی جزء بھی زندہ کی جاتی ہو اور کہا کہ مراد صبح وشام سے ان کا وقت ہے نہ حقیقی صبح وشام جو دنیا میں ہوتی ہے اس لیے کہ مردے کے واسطے نہ کوئی صبح ہے اور نہ کوئی شام ہے اور کہا کہ یہ عرض مقعد ایماندار اور کافر کے حق میں تو ظاہر ہے اور جو ایماندار کہ عذاب بھگت کر بہشت میں جائیں گے ان کے واسطے بھی یہ حدیث متحمل ہے اسلیے کہ وہ بھی فی الجملہ بہشت میں داخل ہوں گے لیکن شہید لوگ اس حدیث سے مخصوص ہیں اس لیے کہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کے ارواح بہشت میں کھاتے پیتے ہیں اور فائدہ اس دکھانے کا یہ ہے کہ ایماندار خوش اور مشتاق ہو اور کافر کو رنج اور وحشت زیادہ ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب ثابت اور حق ہے اور یہ کہ روح فنا نہیں ہوتی اس واسطے کہ زندے کے بغیر عرض نہیں ہو سکتا۔

بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ. چار پائی پر مردے کے کلام کرنے کا بیان۔

فائدہ: یہ باب بعینہ پہلے بھی گزر چکا ہے فتح الباری میں فرمایا کہ وہاں وہ ترجمہ پہلے باب کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور وہ جنازے کو جلدی لے جانا ہے اس واسطے کہ وہ حدیث جلدی چلنے کے سبب پر مشتمل ہے اور اسی طرح یہ باب بھی اس سے پہلے باب کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ابتداء عرض مقعد کے جنازہ اٹھانے کے وقت سے شروع ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت اس کو اپنا مآل اور مرجع معلوم ہو جاتا ہے سو کہتی ہے جو کہتی ہے۔

١٢٩١ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا

١٢٩١۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جاتا ہے

سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

اور لوگ اس کو اپنے مونڈھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے اے خرابی! تم اس کو کدھر لے جاتے ہو ہر چیز اسکی آواز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور بیہوش ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے مردے کا کلام کرنا ثابت ہوا وفیہ المطابقہ للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن بھی مردے کی آواز سنتے ہیں لیکن جو عذاب کہ مردے کو دفن کے بعد ہوتا ہے اس کی آواز جن بھی نہیں سنتے علماء کہتے ہیں کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ دفن سے پہلے مردے کا چیخ مارنا دنیا کے احکام سے متعلق ہے اور دفن کے بعد کا حال آخرت کے احکام سے متعلق ہے اور آخرت کے احکام مکلفین سے محجوب اور مستور ہیں۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ أَوْلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ.

اس چیز کا بیان جو مسلمانوں کی اولاد کے حق میں کہا گیا یعنی اگر مسلمانوں کی اولاد نابالغ مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے بہشت میں جائیں گے یا نہیں؟۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء متقدمین کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ مسلمانوں کی جو اولاد نابالغ مر جائے وہ بہشت میں جائے گی اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ مسلمان اور ان کی اولاد بہشت میں جائیں گے اور کافر اور ان کی اولاد دوزخ میں جائیں گے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ﴾ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کے تابع ہوئی یعنی وہ بھی ایمان لائے تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے اور ان کو بھی ان کے ساتھ بہشت میں داخل کریں گے اور یہ حدیث زیادہ ترصحیح ہے اس میں جو اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوا اور یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا لیکن بعض لوگوں نے اس میں توقف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انصار کا ایک لڑکا مر گیا سو میں نے کہا کہ اس کو خوشخبری ہے کہ اس نے ابھی کوئی برا کام نہیں کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا سوائے اس کے ہوگا اے عائشہ! بیشک اللہ نے بہشتیوں کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں اس حدیث یعنی بہشتی اور دوزخی ہونے سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلدی کرنے سے منع کیا ہوگا کہ دلیل کے بغیر اس کا جلدی یقین نہیں کرنا چاہیے اور یا

آپ نے یہ حدیث ان کے بہشتی معلوم ہونے سے پہلے فرمائی ہوگی پھر اس کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مسلمانوں کے لڑکے بہشتی ہیں۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین لڑکے مر جائیں جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں تو وہ اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ ہو جائیں گے یعنی اس کو دوزخ سے بچائیں گے۔

فائدہ: شاید یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو اس کے بعض طریقوں میں صریحاً آچکا ہے کہ ان کی اولاد ان کے ساتھ بہشت میں جائے گی کما سیاتی وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور نیز بعید ہے کہ وہ اپنے والدین کے واسطے دوزخ سے پردہ ہوں اور خود دوزخ میں جائیں بلکہ وہ بطریق اولیٰ دوزخ سے محفوظ ہوں گے کہ اصل سبب رحمت کا وہی ہیں، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ.

۱۲۹۲ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

۱۲۹۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں سے کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہیں پہنچے مگر کہ اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا بہ سبب زیادتی رحمت باپ کے لڑکوں پر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بھی بہشت میں جائے گی اس لیے کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ان کے ماں باپ ان کی طفیل سے بہشت میں جائیں اور وہ خود دوزخ میں جائیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور مفصل بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے۔

۱۲۹۳ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

۱۲۹۳۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے واسطے بہشت میں دودھ پلانے والی ہے جو اس کی مدت رضاعت کو پورا کرے گی۔

فائدہ: ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال مدت رضاعت کے اندر ہوا تھا اس واسطے آپ نے یہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی وفیہ المطابقة للترجمة اور امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

الحمدللہ کہ صحیح بخاری کے پانچویں پارے کا ترجمہ مکمل ہوا اور چھٹا پارہ شروع ہوا۔